تحریک آزادیٔ کشمیر

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ریاست کشمیر و جموں میں مسلمانوں کی حالت

(تحریر فرمودہ ۱۲ جون ۱۹۳۱ء)

میں متواتر کئی سال سے کشمیر میں مسلمانوں کی جو حالت ہو رہی ہے اس کا مطالعہ کر رہا ہوں اور لمبے مطالعہ اور غور کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچنے پر مجبور ہوا ہوں کہ جب تک مسلمان ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار نہ ہوں گے یہ زرخیز خطہ جو نہ صرف زمین کے لحاظ سے زرخیز ہے بلکہ دماغی قابلیتوں کے لحاظ سے بھی حیرت انگیز ہے، کبھی بھی مسلمانوں کیلئے فائدہ بخش تو کیا آرام دہ ثابت نہیں ہو سکتا۔

زمینداروں میں بیداری کی روح

میں ۱۹۲۹ء میں جب کشمیر گیا تو مجھے یہ بات معلوم کر کے نہایت ہی خوشی ہوئی کہ مسلمانوں میں ایک عام بیداری پائی جاتی تھی۔ حتّٰی کہ کشمیری زمیندار جو کہ لمبے عرصہ سے ظلموں کا تختہ مشق ہونے کی وجہ سے اپنی خود داری کی روح بھی کھو چکے تھے ان میں بھی زندگی کی روح داخل ہوتی ہوئی معلوم دیتی تھی۔ اتفاقِ حسنہ سے زمینداروں کی طرف سے جو جدوجہد کی جا رہی تھی اس کے لیڈر ایک احمدی زمیندار تھے۔ زمینداروں کی حالت کے درست کرنے کے لئے جو کچھ وہ کوشش کر رہے تھے اس کی وجہ سے ریاست انہیں طرح طرح سے دق کر رہی تھی۔ وہ ایک نہایت ہی شریف آدمی ہیں، معزز زمیندار ہیں، اچھے تاجر ہیں اور ان کا خاندان ہمیشہ سے ہی اپنے علاقہ میں معزز چلا آیا ہے اور وہ بھی اپنی گزشتہ عمر میں نہایت ہی معزّز اور شریف سمجھے جاتے رہے ہیں لیکن محض کسانوں کی حمایت کی وجہ سے ان کا نام بدمعاشوں میں لکھنے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ جب مجھے یہ حالات معلوم ہوئے تو میں نے مولوی عبدالرحیم صاحب درد

ایم۔اے کو اس بارہ میں انسپکٹر جنرل آف پولیس ریاست جموں و کشمیر سے ملاقات کے لئے بھیجا۔ گفتگو کے بعد انسپکٹر جنرل آف پولیس نے یہ وعدہ کیا کہ وہ جائز کوشش بے شک کریں لیکن زمینداروں کو اس طرح نہ اُکسائیں جس سے شورش پیدا ہو اور اس کے مقابلہ میں وہ بھی یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ان کو جو ناجائز تکلیفیں پولیس کی طرف سے پہنچ رہی ہیں وہ ان کا ازالہ کر دیں گے۔ اور اسی طرح یہ یقین دلایا کہ جو جائز تکالیف کسانوں کو ہیں ان کا ازالہ کرنے کے لئے ریاست تیار ہے۔ ہم نے یہ یقین کرتے ہوئے کہ یہ وعدے اپنے اندر کوئی حقیقت رکھتے ہیں ان صاحب کو جو اس وقت کسانوں کی رہنمائی کر رہے تھے یہ یقین دلایا کہ ان کی جائز شکایات پر ریاست غور کرے گی اس لئے وہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے شورش اور فتنہ کا خوف ہو۔ لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ زمینداروں کی جائز شکایات کا دور ہونا تو الگ رہا برابر دو سال سے ان صاحب کے خلاف ریاست کے حُکّام کوششیں کر رہے ہیں اور باوجود مقامی حُکّام کے لکھنے کے کہ وہ صاحب نہایت ہی شریف انسان ہیں' ان کا نام بدمعاشوں میں درج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یہ معاملہ مسٹر ویک فیلڈ (MR. WAKEFIELD) کے سامنے بھی لایا جاچکا ہے لیکن افسوس ہے وہ بھی اس طرف توجہ نہیں کر سکے۔

مسٹر ویک فیلڈ کا تازہ وعدہ

اس تجربہ کو مدنظر رکھتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ وہ تازہ خبر جو "انقلاب" مؤرخہ ۱۲۔ جون کے پرچہ میں شائع ہوئی ہے کہ مسٹر ویک فیلڈ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کی تکالیف کو مہاراجہ صاحب کے سامنے پیش کریں گے اور ان کے دور کرنے کی کوشش کریں گے اس پر زیادہ اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

مسٹر ویک فیلڈ کی شخصیت

وہ لوگ جن کو مسٹر ویک فیلڈ سے ملنے کا موقع حاصل ہوا ہے یقین دلاتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں نہایت اچھے آدمی ہیں اور جہاں تک ہو سکے مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے ہیں لیکن مسٹر ویک فیلڈ بہرحال ایک ہندو ریاست کے ملازم ہیں اور ریاست بھی وہ جس میں آج سے ساٹھ' ستر سال پہلے یہ سکیم بنائی گئی تھی کہ کس طرح مسلمانوں کو شدھ کر کے ہندو بنا لیا جائے۔ ہم سب کو اس بات کی امید تھی کہ سر ہری سنگھ بہادر مہاراجہ کشمیر کے گدی نشین ہونے پر ریاست کی حالت اچھی ہو جائے گی لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ پہلے سے بدتر ہو گئی ہے نہ اس لئے کہ مہاراجہ ہری سنگھ بہادر اپنے پیش رَو سے زیادہ متعصب ہیں کیونکہ واقعہ اس کے خلاف ہے۔ بلکہ اس وجہ سے

کہ ریاست میں ایک ایسا عنصر اس وقت غالب ہو رہا ہے جو نہایت ہی متعصب ہے اور آریہ راج کے قائم کرنے کے خیالی پلاؤ پکا رہا ہے۔ یہ عنصر چونکہ مہاراجہ صاحب بہادر کے گردو پیش رہتا ہے اور ریاست کی بدقسمتی سے اس وقت ریاست کے سیاہ و سفید کا مالک بن رہا ہے اس لئے مہاراجہ صاحب بہادر جموں و کشمیر بھی یا تو اس عنصر کے بڑھتے ہوئے نفوذ سے خوف کھا کر یا بوجہ ناواقفیت کے ان کی پالیسی کو نہ سمجھتے ہوئے کسی مخالف آواز کے سننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہر ایک شخص اس بات کو جانتا ہے کہ مسٹر ویک فیلڈ چند سال پہلے ریاست میں سب سے بڑی طاقت سمجھے جاتے تھے لیکن یہ امر بھی ہر شخص کو معلوم ہے کہ مسٹر ویک فیلڈ کی اب وہ حالت نہیں ہے۔ کشمیر میں مسلمانوں کو حقوق دینے کے متعلق جو تجاویز تھیں ان کا جو حشر ہوا' اس سے مسٹر ویک فیلڈ کی طاقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے نزدیک مسٹر ویک فیلڈ کے وعدہ پر اعتبار کرتے ہوئے خواہ ہم ان کی نیت کو کتنا ہی صحیح سمجھیں ہمیں اپنی کوششوں کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔

تمام مسلمانوں کا فرض

کشمیر ایک ایسا ملک ہے جسے صنعت و حرفت کا مرکز بنایا جا سکتا ہے۔ اس ملک کے مسلمانوں کو ترقی دے کر ہم اپنی صنعتی اور حرفتی پستی کو دور کر سکتے ہیں۔ اس کی آب و ہوا ان شدید تغیرات سے محفوظ ہونے کی وجہ سے جو پنجاب میں پائے جاتے ہیں' بارہ مہینے کام کے قابل ہے۔ ہندوستان کی انڈسٹریل ترقی میں اس کا موسم بہت حد تک روک ہے لیکن کشمیر اس روک سے آزاد ہے اور پھر وہ ایک وسیع میدان ہے جس میں عظیم الشان کارخانوں کے قائم کرنے کی پوری گنجائش ہے۔ پس تمام مسلمانوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ اس ملک کو اس تباہی سے بچانے کی کوشش کریں جس کے سامان بعض لوگ پوری طاقت سے پیدا کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مسلمان اخبارات جیسے "انقلاب" "مسلم آؤٹ لک" "سیاست" اور "سن رائز" اور اسی طرح نیا اخبار "کشمیری مسلمان" جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت میں بہت کچھ حصہ لے رہے ہیں۔ لیکن خالی اخبارات کی کوششیں ایسے معاملات کو پوری طرح کامیاب نہیں کر سکتیں۔ ضرورت ہے کہ ریاست کشمیر کو اور گورنمنٹ کو پوری طرح اس بات کا یقین دلا دیا جائے کہ اس معاملہ میں سارے کے سارے مسلمان خواہ وہ بڑے ہوں یا کہ چھوٹے ہوں کشمیر کے مسلمانوں کی تائید اور حمایت پر ہیں اور ان مظالم کو جو وہاں کے مسلمانوں پر جائز رکھے

جاتے ہیں کسی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں ریاست پر اور گورنمنٹ پر زور ڈالنے کے سامان مفقود نہیں ہیں، ہم دونوں طرف زور ڈال سکتے ہیں۔ ضرورت صرف متحدہ کوشش اور عملی جدوجہد کی ہے۔

مسلمانوں کے مطالبات

میں نے ان مطالبات کو جو مسلمانان کشمیر کی طرف سے مسٹر ویک فیلڈ کے پیش ہوئے ہیں دیکھا ہے۔ میرے نزدیک وہ نہایت ہی معقول اور قلیل ترین مطالبات ہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں ان میں اس مطالبہ کو بھی شامل کرنے کی ضرورت ہے کہ کشمیر کے علاقہ میں انجمنیں قائم کرنے پر جو روک پیدا کی جاتی ہے اس کو بھی دور کیا جائے۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہی پونچھ کے علاقہ میں بھی روک ہوتی ہے اور اجازت کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی جس طرح تحریر و تقریر کی مکمل آزادی کا مطالبہ کیا گیا ہے اسی طرح اجتماع کی مکمل آزادی کا بھی مطالبہ کیا جائے۔ اور میرے نزدیک علاقہ کشمیر کے مسلمانوں کے زمیندارہ حقوق جو ہیں ان پر نظر ثانی کا مطالبہ بھی ہونا چاہئے۔ کشمیر کے مسلمانوں کا بیشتر حصہ زمیندار ہے لیکن وہ لوگ ایسے قیود میں جکڑے ہوئے ہیں کہ سر اُٹھانا ان کے لئے ناممکن ہے۔ عام طور پر کشمیر کے علاقہ میں کسی نہ کسی بڑے زمیندار کے قبضہ میں جائدادیں ہوتی ہیں اور وہ لوگ انہیں تنگ کرتے رہتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دو چار مسلمان زمیندار بھی ہیں۔ لیکن دو چار مسلمانوں کی وجہ سے کشمیر کے لاکھوں مسلمانوں کو غلام نہیں بنے رہنے دینا چاہئے۔

مسٹر ویک فیلڈ کے وعدوں کے نیچے خطرہ کا احتمال

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگر ہمیں کشمیر و جموں کے مسلمانوں کی آزادی کا سوال حل کرنا مطلوب ہے تو اس کا وقت اس سے بہتر اور نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کی آزادی کی تحریک کے نتیجہ میں قدرتی طور پر انگلستان اپنے قدم مضبوط کرنے کے لئے ریاستوں کو آئندہ بہت زیادہ آزادی دینے پر آمادہ ہے۔ اگر اس وقت کے آنے سے پہلے جموں اور کشمیر کے مسلمان آزاد نہ ہو گئے تو وہ بیرونی دباؤ جو جموں اور کشمیر ریاست پر آج ڈال سکتے ہیں کل نہیں ڈال سکیں گے۔ پس میرے نزدیک اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک کانفرنس جلد سے جلد لاہور یا سیالکوٹ یا راولپنڈی میں منعقد کی جائے۔ اس کانفرنس میں جموں اور کشمیر سے بھی نمائندے بُلوائے جائیں اور پنجاب اور اگر ہو سکے تو ہندوستان کے دوسرے علاقوں

کے مسلمان لیڈروں کو بھی بلایا جائے۔ اس کانفرنس میں ہمیں پورے طور پر جموں اور کشمیر کے نمائندوں سے حالات سن کر آئندہ کے لئے ایک طریق عمل تجویز کر لینا چاہئے۔ اور پھر ایک طرف حکومت ہند پر زور ڈالنا چاہئے کہ وہ کشمیر کی ریاست کو مجبور کرے کہ مسلمانوں کو حقوق دیئے جائیں۔ دوسری طرف مہاراجہ صاحب کشمیر و جموں کے سامنے پورے طور پر معاملہ کو کھول کر رکھ دینے کی کوشش کی جائے تاکہ جس حد تک ان کو غلط فہمی میں رکھا گیا ہے وہ غلط فہمی دور ہو جائے۔ اور اگر ان دونوں کوششوں سے کوئی نتیجہ نہ نکلے تو پھر ایسی تدابیر اختیار کی جائیں کہ جن کے نتیجہ میں مسلمانانِ جموں و کشمیر وہ آزادی حاصل کر سکیں جو دوسرے علاقہ کے لوگوں کو حاصل ہے۔ چونکہ ریاست ہندو ہے ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ ہم اپنے حقوق میں سے کچھ حصہ رئیس کے خاندان کے لئے چھوڑ دیں لیکن یہ کسی صورت میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ ۹۵ فیصدی آبادی کو پانچ فیصدی بلکہ اس سے بھی کم حق دے کر خاموش کرا دیا جائے۔ میرے خیال میں کشمیری کانفرنس نے جو کچھ کام اس وقت تک کیا ہے وہ قابل قدر ہے لیکن یہ سوال اس قسم کا نہیں کہ جس کو باقی مسلمان کشمیریوں کا سوال کہہ کر چھوڑ دیں۔ مسلمانانِ جموں و کشمیر کو اگر ان کے حق سے محروم رکھا جائے تو اس کا اثر صرف کشمیریوں پر ہی نہیں پڑے گا بلکہ سارے مسلمانوں پر پڑے گا اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے مسلمان تماشائی کے طور پر اس جنگ کو دیکھتے رہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کانفرنس کی دعوت کشمیری کانفرنس کی طرف سے جاری ہونی چاہئے لیکن دعوت صرف کشمیریوں تک ہی محدود نہیں رہنی چاہئے بلکہ تمام مسلمانوں کو جو کوئی بھی اثر و رسوخ رکھتے ہیں' اس مجلس میں شریک ہونے کی دعوت دینی چاہئے اور کوئی وجہ نہیں کہ اگر متحدہ کوشش کی جائے تو اس سوال کو جلد سے جلد حل نہ کیا جا سکے۔

(الفضل ۱۲'۱۶- جون ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

معاملاتِ کشمیر کے حل کے متعلق جلسہ شوریٰ

ابھی ابھی میری نظر سے اخبار "سیاست" کا مضمون "کشمیر کانفرنس کے انعقاد کی تجویز" گزرا ہے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ مضمون خود عملۂ سیاست کی طرف سے ہے یا کسی نامہ نگار کی طرف سے کیونکہ نیچے کسی کا نام نہیں ہے مگر بہرحال مجھے خوشی ہے کہ اہل کشمیر کی توجہ کام کی طرف پھر رہی ہے۔ مجھے مکرمی خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی کا بھی ایک خط ملا ہے جس میں انہوں نے میری تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے سیالکوٹ کو جلسہ شوریٰ کے لئے پسند فرمایا ہے اور ہر طرح امداد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں نے انہیں جواباً یہی تحریر کیا ہے کہ اب اس تجویز کی اشاعت کے بعد پہلا حق کشمیری کانفرنس کا ہے کہ وہ اس تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے دعوت نامہ شائع کرے اور مقامِ اجتماع کا اعلان کرے۔ لیکن اگر مصلحت کی وجہ سے وہ اس کام کو ہاتھ میں نہ لینا چاہے تو پھر ہم لوگوں میں سے کوئی اس کا محرک ہو سکتا ہے۔

کشمیری کانفرنس متوجہ ہو

اب بھی میرا یہی خیال ہے کہ کشمیری کانفرنس کے سیکرٹری صاحب کو اس کام کیلئے کھڑا ہونا چاہئے۔ مجھے اچھی طرح معلوم نہیں کہ وہ کون صاحب ہیں۔ مگر میں امید کرتا ہوں کہ کام کو سہولت سے چلانے کیلئے وہی اس مجلس کے انعقاد کی کوشش کریں گے کیونکہ ہر کام کیلئے بِلا ضرورت و مصلحت الگ الگ انجمنوں کا بنانا تفرقہ اور انشقاق پیدا کرتا ہے لیکن اگر کسی وجہ سے وہ اس کام کو کرنا پسند نہ فرماتے ہوں تو میں ان سے درخواست کروں گا کہ وہ اخبار کے ذریعہ سے اس کی اطلاع کر دیں تاکہ کوئی دوسرا انتظام کیا جائے۔

"سیاست" کے مضمون نگار صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ کشمیر کے نمائندوں کا طلب کرنا ناممکن ہوگا لیکن میرے نزدیک یہ ناممکن نہیں مجھے جو اطلاعات کشمیر سے آرہی ہیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کشمیر میں سینکڑوں آدمی اس امر کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں کہ اپنی جان

اور مال کو قربان کر کے مسلمانوں کو اس ذلت سے بچائیں جس میں وہ اس وقت مبتلا ہیں اور کشمیر والوں نے ایک انجمن سات آدمیوں کی ایسی بنائی ہے جس کے ہاتھ میں سب کام دے دیا گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انجمن اپنے میں سے کسی کو یا اپنے حلقہ سے باہر سے کسی شخص کو نمائندہ مقرر کر کے بھیج دے۔ اسی طرح گاؤں کے علاقوں سے بھی نمائندے بُلوائے جاسکتے ہیں۔ اگر ریاست کشمیر کی طرف سے روک کا احتمال ہو تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نمائندوں کا علم بھی کسی کو نہ دیا جائے۔ لیکن اگر بفرضِ محال ہم کشمیر سے نمائندے طلب نہ بھی کر سکیں تو پھر ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ایک دو معتبر آدمیوں کو اپنی طرف سے کشمیر بھجوا دیں۔ وہ بہت معروف نہ ہوں اور نہ ان کے نام شائع کئے جائیں۔ کشمیر پہنچ کر وہ کشمیر کی انجمن اور دوسرے علاقوں کے سربر آوردہ لوگوں سے مشورہ کر کے ان کے خیالات کو نوٹ کر کے لے آئیں اور کانفرنس میں ان سے فائدہ اُٹھالیا جائے۔

کانفرنس کی ہیئتِ ترکیبی

بہرحال کشمیر کے حقیقی مطالبات کا علم ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ مختلف علاقوں میں مختلف طور سے ظلم ہو رہا ہے اور ہم دور بیٹھے اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ لیکن باوجود اس کے میرا یہ مطلب نہیں کہ اگر کشمیر کے نمائندے نہ آسکیں تو ہم کوئی کام ہی نہ کریں۔ اگر ان سب تجاویز میں سے کسی پر بھی عمل نہ ہو تو بھی ہمیں کانفرنس کرنی چاہئے۔ جو باشندگانِ کشمیر' کشمیر سے باہر ہیں وہ کم کشمیری نہیں ہیں۔ ہم ان کی مدد سے جس حد تک مکمل ہو سکے' اپنی سکیم تیار کر سکتے ہیں۔

یہ ضروری ہے کہ یہ کانفرنس تمام فرقوں اور تمام اقوام کی نمائندہ کانفرنس ہو تا کہ متفقہ کوشش سے کشمیر کے سوال کو حل کیا جائے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس غرض کے لئے ان مسلمانوں کو بھی ضرور دعوت دینی چاہئے جو کانگرس سے تعلق رکھتے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ اس کام میں دوسرے مسلمانوں سے پیچھے رہیں گے۔

پبلسٹی کمیٹی کی ضرورت

"سیاست" کے مضمون نگار صاحب نے ایک پبلسٹی کمیٹی کشمیر کے قیام کی بھی تجویز کی ہے' میں اس سے بالکل متفق ہوں۔ اور یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں مَیں کشمیر کے دوستوں کو پہلے سے لکھ چکا ہوں کہ کشمیر کی آزادی کی جدوجہد کو کامیاب کرنے کے لئے ہندوستان اور اس کے باہر بھی پروپیگنڈا کی ضرورت ہوگی۔ اور میں اس کام میں سے یہ حصہ اپنے ذمہ لیتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے ممبروں اور

گورنمنٹ ہند کو کشمیر کے مسلمانوں کے حالات سے آگاہ کرتا رہوں اور کشمیر کے حالات کے متعلق پارلیمنٹ میں سوال کرواتا رہوں۔ اس کے جواب میں مجھے یہ اطلاع بھی آگئی ہے کہ وہاں بعض دوست ایسے حالات جمع کرنے میں مشغول ہیں جن سے ان مظالم کی نوعیت ظاہر ہو گی جو اِس وقت کشمیر کے مسلمانوں پر روا رکھے جاتے ہیں۔ اس فہرست کے آتے ہی میں ایک اشتہار میں ان کا مناسب حصہ درج کرکے پارلیمنٹ کے ممبروں میں اور دوسرے سربرآوردہ لوگوں میں تقسیم کراؤں گا اور گورنمنٹ ہند کو بھی توجہ دلاؤں گا۔

غلاموں کو آزاد کراؤ

اس وقت غلامی کے خلاف سخت شور ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ کشمیر کی لاکھوں کی آبادی بِلا قصور غلام بنا کر رکھی جائے۔ آخر غلام اسی کو کہتے ہیں جسے روپیہ کے بدلے میں فروخت کر دیا جائے۔ اور کیا یہ حق نہیں کہ کشمیر کو روپیہ کے بدلے میں حکومت ہند نے فروخت کر دیا تھا۔ پھر کیا ہمارا یہ مطالبہ درست نہیں کہ جب کہ انگریز عرب اور افریقہ کے غلاموں کے آزاد کرانے کی کوشش کر رہے ہیں' وہ ان غلاموں کو بھی آزاد کرائیں جن کی غلامی کا موجب وہ خود ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ہر ایک دیانتدار آدمی اس معاملہ میں ہمارے ساتھ ہو گا۔ بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ خود مہاراجہ سر ہری سنگھ صاحب بھی اگر ان کے سامنے سب حالات رکھے جائیں تو اس ظلم کی جو ان کے نام سے کیا جا رہا ہے' اجازت نہ دیں گے اور مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دے کر اس فیڈریشن کے اصل کو مضبوط کریں گے جس کی وہ تائید کر رہے ہیں۔ ورنہ کشمیر جیسے غلام ملک اور آزاد ہندوستان میں فیڈریشن کیسی؟ مہاراجہ صاحب خواہ کس قدر عقلمند ہوں وہ یہ امید نہیں کر سکتے کہ ہم باشندگانِ ہندوستان اس امر کو پسند کریں گے کہ مہاراجہ صاحب خود ہی چار پانچ ممبر اپنی طرف سے مقرر کرکے بھجوا دیں اور ہم لوگ ان کی رائے کو اہل کشمیر کی رائے قرار دے کر اس کو وہی عظمت دیں جو کئی لاکھ آبادی والے ملک کے نمائندوں کی رائے کو حاصل ہونا چاہئے۔

(الفضل ۲۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسلمانان جموں و کشمیر کی حالت اور مسلمانوں کا فرض

اس سے پہلے میں دو مضامین میں اس مسئلہ کی طرف مسلمانوں کی توجہ کو پھیر چکا ہوں لیکن جہاں تک میرا خیال ہے اب تک اس مسئلہ کی اہمیت اور اس کی باریکی کو مسلمان نہیں سمجھے۔ یہ تو شکر کا مقام ہے کہ عام طور پر مسلمانوں میں کشمیر کے مسلمانوں کی حالت کی طرف توجہ پیدا ہو گئی ہے اور ملک کے مختلف حصوں میں یہ احساس پیدا ہو رہا ہے کہ کشمیر کے مسلمانوں کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ دینا چاہئے اور سب مسلمانوں کو آزادی کی جدوجہد میں برادرانِ کشمیر کی امداد کرنی چاہئے لیکن ابھی تک کوئی ایسا نظام قائم نہیں ہوا جس کے ماتحت کام کو خوش اسلوبی کے ساتھ چلایا جاسکے۔

یومِ کشمیر منانے کی تحریک

پچھلے دنوں ایک تحریک پشاور سے کی گئی کہ دس جولائی کو یومِ کشمیر منایا جائے۔ دوسری تحریک کان پور سے کی گئی کہ اٹھائیس جولائی کو یومِ کشمیر منایا جائے۔ اب ایک تیسری تحریک لاہور سے کی گئی ہے کہ ۲۴ تاریخ کو یومِ کشمیر منایا جائے۔ اس قسم کے اختلاف کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ایسی کوئی تحریک بھی کامیاب نہ ہو سکے گی اور ہر ایک تحریک کے محرکوں سے تعلق رکھنے والے الگ الگ دنوں میں جلسے کر کے اس حقیقی فائدہ سے جو مظاہروں میں مقصود ہوتا ہے' محروم رہ جائیں گے نیز آپس میں شِقاق بھی پیدا ہو گا ہر ایک محرک کو یہ احساس ہو گا کہ چونکہ دوسروں نے میری بات نہیں مانی' اس لئے میں ان کی کیوں مانوں۔

ایک اور بڑا بھاری نقص یہ ہو گا کہ چونکہ ابھی تک کام کا کوئی پروگرام مقرر نہیں ہوا۔

اس لئے سوائے جوش و خروش کے اور کوئی حقیقی فائدہ ان مظاہروں سے حاصل نہیں کیا جا سکے گا۔ اور انگریزی علاقہ میں جوش و خروش کا خالی مظاہرہ سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے ریاستی حُکّام پر کسی صورت میں اثر نہیں ڈال سکتا۔ میں نے تو اس مشکل کا حل یہ کیا کہ دس جولائی کو اپنی جماعت کا جلسہ کرا دیا تا کہ ہمارے پشاور کے دوستوں کی تحریک رائیگاں نہ جائے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کی بات کا احترام کرنے کیلئے تیار نہیں لیکن چوبیس اور اٹھائیس جولائی کی تاریخوں کی مشکل ابھی سامنے ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ جب جمعیۃ العلماء کانپور نے ۲۸۔ تاریخ مقرر کر دی تھی تو لاہور کی لوکل کمیٹی کو کیا ضرورت پیش آئی تھی کہ وہ نئی تاریخ مقرر کرتی۔ اگر حقیقی مشکل ہمارے رستے میں ہو سکتی تھی تو یہ کہ تاریخ بہت قریب مقرر کی گئی۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ کانپور کی تاریخ پہلے مقرر ہو چکی تھی اور پھر وہ لاہور کی مقررہ تاریخ سے چار دن پیچھے کی تھی۔ اب اگر یو۔ پی والے ۲۸ کو اور پنجاب والے ۲۴ کو جلسے کریں یا خود پنجاب میں بھی مختلف اوقات میں جلسے ہوں تو اس سے کیا فائدہ حاصل ہو گا۔

نظامِ کار تجویز کیا جائے

ان حالات میں میں تمام ان ذمہ وار اشخاص کو جو یا تو نسلاً کشمیری ہیں یا مسئلہ کشمیر سے ہمدردی رکھتے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اس کام کے کرنے کے لئے ایک نظام تجویز کریں۔ کوئی لوکل کمیٹی خواہ کتنے ہی باا ثر آدمیوں پر مشتمل ہو، اس کام کو نہیں کر سکتی جب تک ایک آل انڈیا کانفرنس مسلمانوں کی اس مسئلہ پر غور نہ کرے گی اور اس کے لئے ایک متفقہ پروگرام تجویز نہ کرے گی اس سوال کا حل ناممکن ہے۔

ضروری باتیں

ہمیں یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ یہ سوال براہ راست برطانوی ہند کے باشندوں سے تعلق نہیں رکھتا اور ہمارے یہاں کے مظاہرے ریاست کشمیر پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتے۔

دوسرے باشندگانِ کشمیر ابھی تعلیم میں بہت پیچھے ہیں اور بوجہ اس کے کہ ان کو کسی قسم کی بھی آزادی حاصل نہیں، عوام الناس میں باقاعدہ جدوجہد کی بھی ہمت کم ہے۔

تیسرے ریاستوں میں اس طرح کی آئینی حکومت نہیں ہوتی جس طرح کی حکومت برطانوی علاقہ میں ہے۔ نہ ان کا کوئی قانون مقرر ہے نہ ان کا کوئی ریکارڈ ہوتا ہے۔ وہ جس

طرح چاہتی ہیں کرتی ہیں اور پھر اپنے منشاء کے مطابق اپنے فعل کی تشریح کر کے دنیا کے سامنے پیش کر دیتی ہیں۔

چوتھے حکومت ہند ریاستوں کے معاملہ میں غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر چکی ہے اور ان کی اس پالیسی کی تائید مسلمان بھی کر چکے ہیں۔ پس حکومت ہند پر اس معاملہ میں زور دینا کوئی معمولی کام نہیں ہو گا اور ہمیں نہایت غور کے بعد کوئی ایسی راہ تلاش کرنی پڑے گی کہ ہمارا اصول بھی نہ ٹوٹے اور ہمارا کام بھی ہو جائے۔

پس اِن حالات میں ہمیں اپنا پروگرام ایسی طرز پر بنانا ہو گا کہ کشمیر کے مسلمانوں کی ہمت بھی قائم رہے اور حکومت ہند پر بھی ہم زور دے سکیں اور کوئی ایسی بات بھی ہم سے صادر نہ ہو جس کا اثر ہمارے بعض دوسرے اصولوں پر جو مسئلہ کشمیر سے کم اہم نہیں ہیں پڑتا ہے اور ایسا پروگرام آل انڈیا کانفرنس کے بعد ہی مقرر کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان بھر کے چوٹی کے لیڈروں کی کانفرنس کی ضرورت

میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے بعض دوست یہ خیال کر رہے ہیں کہ محض ان شکایات کو پیش کر دینا اور کرتے رہنا جو جموں اور کشمیر کے مسلمانوں کو ریاست سے ہیں' ہمارے لئے کافی پروگرام ہے حالانکہ یہ درست نہیں۔ اس سوال میں بعض ایسی پیچیدگیاں ہیں کہ اخبارات کے صفحات پر بھی ہم ان کو نہیں لا سکتے۔ اور میں ان مسلمانوں کو جو جوش تو رکھتے ہیں لیکن کسی نظام کے ماتحت کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں' بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کافی غور و فکر کے بعد اور وسیع مشورہ کے بعد اس کا پروگرام تیار نہ کیا گیا تو آئندہ بعض ایسے سوالات پیدا ہو جائیں گے جن کا حل ان کے امکان سے باہر ہو گا۔ لیکن اُس وقت پچھتانے سے کچھ حاصل نہ ہو سکے گا اور مسلمانوں کو بعض ایسے نقصانات پہنچ جائیں گے جن کا خیال کر کے بھی دل کو تکلیف ہوتی ہے۔ پس میں پھر ایک دفعہ ان ذمہ دار لیڈروں کو جو برطانوی ہند کی کشمیری برادری میں رسوخ رکھتے ہیں' توجہ دلاتا ہوں کہ وہ ایک نہایت محدود لیکن ہندوستان بھر کے چوٹی کے لیڈروں کی ایک کانفرنس کسی ایسے مقام پر جہاں جموں اور کشمیر کے مسلمان بھی آسکیں منعقد کریں تاکہ اس موقع پر ان تمام مشکلات پر غور کر کے جو ہمارے رستے میں حائل ہیں' ایک ایسا پروگرام تیار کیا جائے جس پر عمل کر کے بغیر کسی نئی پیچیدگی کے پیدا ہونے کے ہم مسلمانانِ کشمیر کی آزادی کے مسئلہ کو حل کر سکیں۔

کشمیر ڈے اور فراہمی چندہ کی تحریک

اس پروگرام کے بعد ہی میرے نزدیک کشمیر ڈے کی کوئی تاریخ مقرر کرنی چاہئے اور اتنا عرصہ پہلے سے وہ تاریخ مقرر ہونی چاہئے کہ سارے ہندوستان میں جلسوں کی تیاری کی جا سکے۔ اس دن علاوہ کشمیر کے حالات سے مسلمانوں کو واقف کرنے کے پروگرام کا وہ حصہ بھی لوگوں کو سنایا جائے جس کا شائع کرنا مناسب سمجھا جائے اور ہر مقام پر چندہ بھی کیا جائے۔ اگر فی گاؤں پانچ پانچ روپیہ بھی اوسطاً چندہ کے ہو جائیں تو قریباً تین لاکھ روپیہ پنجاب میں ہی جمع ہو سکتا ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس جدوجہد میں بہت کچھ روپیہ بھی صرف کرنا پڑے گا اور بغیر ایک زبردست فنانشل کمیٹی کے جس پر ملک اعتبار کر سکے کسی بڑے چندہ کی تحریک کرنا یقیناً مُہلک ثابت ہو گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب' شیخ دین محمد صاحب' سید محسن شاہ صاحب اور اسی طرح دوسرے سربر آوردہ ابنائے کشمیر جو اپنے وطن کی محبت میں کسی دوسرے سے کم نہیں ہیں' اس موقع کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے موجودہ طوائف الملوکی کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے ورنہ اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ سب طاقت ضائع ہو جائے گی اور نتیجہ کچھ نہیں نکلے گا۔

(الفضل ۱۶۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسلمانان سرینگر پر گولی چلانے کا اندوہناک حادثہ

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تار وائسرائے ہند کو)

یور ایکسیلنسی! کشمیر میں مسلمانوں کی خستہ حالی سے ناواقف نہیں۔ تازہ ترین اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ مسلمانوں پر نہایت ہی خلاف انسانیت اور وحشیانہ مظالم کا ارتکاب شروع ہو گیا ہے۔ ۱۳۔ جولائی کو سرینگر میں جو کچھ ہوا' وہ فی الواقعہ تأسّف انگیز ہے۔ ایسوسی ایٹڈ پریس کی اطلاع کے مطابق ۹ مسلمان ہلاک اور متعدد مجروح ہوئے ہیں لیکن پرائیویٹ اطلاعات سے پایا جاتا ہے کہ سینکڑوں مسلمان ہلاک اور مجروح ہوئے ہیں۔ ریاست سے آنے والی تمام خبروں پر سخت سنسر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں جو تار موصول ہوا وہ سیالکوٹ سے دیا گیا ہے۔ ہزہائی نس مہاراجہ کشمیر کے تازہ اعلان کے معاً بعد جس میں انہوں نے اپنی مسلم رعایا کو کئی طرح کی دھمکیاں دی ہیں' اس قسم کی واردات کا ہونا صاف بتاتا ہے کہ یا تو غریب مسلمانوں پر بلاوجہ حملہ کر دیا گیا ہے اور یا ایک نہایت ہی معمولی سے بہانہ کی آڑ لے کر ان بے چاروں کو سفّاکی کے ساتھ ذبح کر دیا گیا ہے۔

کشمیر میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت ہے لیکن ان کے حقوق بے دردی سے پامال کئے جا رہے ہیں۔ اس وقت وہاں مسلم گریجوایٹوں کی تعداد بہت کافی ہے۔ مگر انہیں کوئی ملازمت نہیں دی جاتی۔ یا اگر بہت مہربانی ہو تو کسی ادنیٰ سے کام پر لگا دیا جاتا ہے اور جب ایک ملک کی ۹۵ فیصدی آبادی کو اس کے جائز حقوق سے صریح ناانصافی کر کے محروم رکھا جائے' اس کے دل میں ناراضگی کے جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔ لیکن نہایت ہی افسوس ہے کہ ریاست کے ذمہ دار حُکّام بجائے اس کے کہ مسلمانوں کے جائز مطالبات منظور کریں' ان کی خفگی کو رائفلوں اور بک شاٹ (BUCK SHOT) [1] سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ جموں کے

حکمرانوں نے کشمیر کو فتح نہیں کیا تھا بلکہ انگریزوں نے اسے ان کے ہاتھ ایک حقیری رقم کے بدلے فروخت کر دیا تھا۔ لہٰذا وہاں جو کچھ ہو رہا ہے، حکومت برطانیہ بھی اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ مزید برآں ریاست آخر کار برطانیہ کے ماتحت ہے اور موجودہ حکمران جو محض ایک چیف تھا، ریاست اور اختیارات کے لئے حکومت برطانیہ کا ممنون احسان ہے اس لئے حکومت برطانیہ کا فرض ہے کہ وہ کشمیر کے بے بس مسلمانوں کی شکایات کے ازالہ کے لئے جو کچھ کر سکتی ہے کرنے سے دریغ نہ کرے۔

کشمیر کی اپنی علیحدہ زبان ہے اور اس کا تمدن اور مذہب وغیرہ جموں سے بالکل جُداگانہ ہے۔ اس لئے ڈوگرا وزراء سے کشمیری مسلمانوں کے حق میں کسی بہتری کی توقع نہیں ہو سکتی اور انہیں اُس وقت تک امن حاصل نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان کی اپنی وزارت کے ذریعہ مہاراجہ جموں ان پر حکومت نہ کریں۔ لہٰذا انسانیت کے نام پر میں یور ایکسیلنسی سے پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ آپ کشمیر کے لاکھوں غریب مسلمانوں کو جنہیں برٹش گورنمنٹ نے چند سکّوں کے عوض غلام بنا دیا، ان مظالم سے بچائیں تاکہ ترقی اور آزاد خیالی کے موجودہ زمانہ کے چہرہ سے یہ سیاہ داغ دور ہو سکے۔

کشمیر بے شک ایک ریاست ہے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ ناانصافی سے پنجاب سے علیحدہ کیا گیا ہے اور دوسرے صوبہ جات کے مسلمانوں کی طرح پنجاب کے مسلمان کشمیری مسلمانوں پر ان مظالم کو کسی صورت میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتے اگر حکومت ہند اس میں مداخلت نہ کرے گی تو مجھے خطرہ ہے مسلمان اس انتہائی ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوئے گول میز کانفرنس میں شمولیت سے انکار نہ کر دیں اور انتہائی مایوسی کے عالم میں کانگریسی رَو میں نہ بہہ جائیں۔

(الفضل ۱۸۔ جولائی ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کشمیر ڈے کا پروگرام

تمام احباب نے پڑھ لیا ہوگا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ۱۴۔ اگست کو ایک "کشمیر ڈے" منانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں اسی سلسلہ میں تمام مسلمان انجمنوں' سوسائٹیوں' لیڈروں اور ہر قسم کے باا ثر لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ۱۴۔ اگست کو یاد رکھیں اور آج ہی سے مسلمانوں میں اس کے متعلق احساس پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

مسلمانانِ کشمیر پر مظالم مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے تیس لاکھ بھائی بے زبان جانوروں کی طرح قسم قسم کے ظلموں کا تختہ مشق بنائے جا رہے ہیں۔ جن زمینوں پر وہ ہزاروں سال سے قابض تھے' ان کو ریاست کشمیر میں اپنی ملکیت قرار دے کر ناقابلِ برداشت مالیہ وصول کر رہی ہے۔ درخت کاٹنے' مکان بنانے' بغیر اجازت زمین فروخت کرنے کی اجازت نہیں۔ اگر کوئی شخص کشمیر میں مسلمان ہو جائے تو اس کی جائیداد ضبط کی جاتی ہے بلکہ کہا جاتا ہے کہ اہل و عیال بھی اس سے زبردستی چھین کر الگ کر دیئے جاتے ہیں۔ ریاست جموں و کشمیر میں جلسہ کرنے کی اجازت نہیں' انجمن بنانے کی اجازت نہیں' اخبار نکالنے کی اجازت نہیں' غرض اپنی اصلاح اور ظلموں پر شکایت کرنے کے سامان بھی ان سے چھین لئے گئے ہیں۔ وہاں کے مسلمانوں کی حالت اس شعر کی مصداق ہے۔

نہ تڑپنے کی اجازت ہے نہ فریاد کی ہے
گھُٹ کے مر جاؤں یہ مرضی مرے صیّاد کی ہے

جب اس صورتِ حالات کے خلاف جموں کے مسلمانوں نے ادب و احترام سے نہ کہ شرارت و شوخی سے مہاراجہ صاحب کے پاس شکایت کی تو بذریعہ تار جموں کے مسلمانوں کے نمائندوں کو بُلوایا گیا کہ مہاراجہ صاحب کے پاس اپنی معروضات کو پیش کریں۔ لیکن کئی دن تک آج نہیں کل کرتے ہوئے ان کی شکایات سننے کی بجائے انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا گیا اور

اس وقت تک جیل میں پڑے سڑ رہے ہیں۔ کشمیر کے مسلمانوں کو جو ایک ہمدردِ کشمیر کے مقدمے کی کارروائی سننے کی خواہش کے مجرم تھے، گولیوں اور چھُروں سے زخمی کیا گیا۔ ان غریب قیدیوں اور بے کس مجروحوں اور خاموشی سے جان دینے والوں کا صرف یہ قصور تھا کہ وہ مسلمان کہلاتے تھے اور انہیں یہ احساس پیدا ہونے لگ گیا تھا کہ ہم بھی آدمی ہیں۔

ہر ایک مسلمان سے امید

پس آج ہر ایک مسلمان جو ہندوستان کے کسی گوشے میں رہتا ہو، اس سے امید کی جاتی ہے کہ وہ ۱۴۔ اگست کو جلسہ کرائے یا جلسے میں شامل ہو اور اس صورت حال کے خلاف احتجاج کرے کیونکہ جموں اور کشمیر کے تیس لاکھ مسلمانوں کی آواز جو غلامی کے طوق کے بوجھ کے نیچے کراہ رہے ہیں کسی خیر خواہِ ملّت کو آرام و چین سے سونے نہیں دے سکتی۔

اس جلسہ کا پروگرام مندرجہ ذیل قرار پایا ہے۔

جلوس

۱۔ جس قدر زیادہ سے زیادہ آدمی شامل ہو سکیں، ان کا ایک جلوس اس طرح نکالا جائے کہ مسلمانوں میں کشمیر کے معاملات کے متعلق دلچسپی پیدا ہو اور دوسری اقوام اور حکومت پر اس بارہ میں مسلمانوں کے دلی جذبات کا انکشاف ہو جائے اور وہ معلوم کرلیں کہ اس بارہ میں مسلمان جب تک ظلم کا ازالہ نہ کیا جائے صبر نہیں کریں گے۔

جلسہ

۲۔ ایک جلسہ وسیع پیمانے پر کیا جائے اور ہر فرقہ کے لوگوں کو اس میں شامل کیا جائے۔ اس جلسہ میں کشمیر کے حالات سنائے جائیں جن کے متعلق ایک مختصر رسالہ مولوی اے۔ آر۔ درد صاحب ایم۔ اے سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے اصل لاگت پر مل سکتا ہے۔ اس رسالہ کو فروخت یا تقسیم کیا جائے تو اور بھی مفید ہو گا۔

دوسری ریاستوں سے کشمیر کے سوال کا تعلق نہیں

۳۔ حکومتِ کشمیر کی طرف سے دوسری ریاستوں میں یہ پراپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ مسلمان مہاراجہ صاحب کو تخت سے اُتروانا چاہتے ہیں اور اس کے بعد وہ باری باری دوسری ہندو ریاستوں پر ہاتھ صاف کریں گے حالانکہ یہ واقعات کے بالکل برخلاف ہے۔ مسلمان صرف کشمیر کے مسلمانوں کو ابتدائی حقوقِ انسانیت دلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور بس۔ دوسری ریاستوں سے کشمیر کے سوال کا کوئی تعلق نہیں۔ صرف بعض حُکّامِ کشمیر کی یہ چال ہے جس سے وہ دوسری ریاستوں کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کر کے

گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں بلکہ سنا گیا ہے کہ بعض ریاستیں حکومت ہند پر دباؤ ڈال بھی رہی ہیں اس امر کو خوب واضح کیا جائے۔

ہندو مسلم سوال نہیں

۴۔ حکومتِ کشمیر بڑے زور سے موجودہ تحریک کو ہندو مسلم تحریک ثابت کرنا چاہتی ہے حالانکہ باوجود اس کے کہ ریاست نے ہندوؤں کو آلہ کار بنایا ہوا ہے مسلمانانِ کشمیر ان کے خلاف کچھ نہیں کرتے کیونکہ مسلمانوں کے حقوق ریاست نے ہی غصب کئے ہوئے ہیں۔ اس امر کو اور بھی واضح کرنا چاہئے کہ یہ ریاست کی چال ہے کہ وہ اسے ہندو مسلم سوال بنا کر ہندوستان کے دوسرے ہندوؤں کی ہمدردی حاصل کرنا چاہتی ہے۔

گورنمنٹ ہند اور ریاست کشمیر

۵۔ بعض حکّامِ کشمیر بعض لوگوں کو رشوتیں دے کر پراپیگنڈا کرا رہے ہیں کہ گویا مسٹر ویک فیلڈ (MR.WAKEFIELD) کے ذریعہ سے حکومتِ برطانیہ مسلمانوں کو اُکسا کر کشمیر پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ چنانچہ ’’پرنسلی انڈیا‘‘ نامی دہلی کے انگریزی اخبار میں اس قسم کے مضامین لکھوائے گئے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومتِ برطانیہ اس وقت تک ریاست کی تائید میں ہے‘ چنانچہ ریزیڈنٹ کا یکطرفہ بیان اس پر دلالت کرتا ہے۔ ریاست کی غرض یہ ہے کہ اس طرح حُریت پسند مسلمانوں کی ہمدردی کشمیر کے مسلمانوں سے ہٹا دے۔ اس سے بھی مسلمانوں کو واقف کرنا چاہئے۔

آزاد تحقیقاتی کمیٹی کا مطالبہ

۶۔ جموں میں قرآن کریم اور خطبے کے واقعہ اور سری نگر میں گولی چلانے کے واقعہ کے خلاف ریزولیوشن پاس کیا جائے اور حکومت برطانیہ سے آزاد تحقیقاتی کمیشن کا مطالبہ کیا جائے اور اس امر کا بھی کہ ہندوستانی بیرسٹروں کو سرینگر کے موجودہ مقدمہ کے متعلق پیروی کی اجازت دی جائے۔

مذہبی آزادی

۷۔ کشمیر میں اسلام لانے پر جو رکاوٹیں ہیں کہ جائیداد ضبط کی جاتی ہے اور بیوی بچے چھین لئے جاتے ہیں‘ اس کے خلاف ریزولیوشن پاس کیا جائے۔

انجمنیں بنانے کی آزادی

۸۔ کشمیر میں انجمنیں بنانے کی آزادی نہیں اور درخواست دینے پر اکثر ریاست توجہ نہیں کرتی۔ اس سے نہ مسلمان اپنی مذہبی‘ علمی‘ اقتصادی اور تمدنی تنظیم کر سکتے ہیں اور نہ ترقی کی راہیں سوچ سکتے ہیں اس کے

خلاف ریزولیوشن ہو۔

اخبار نکالنے کی آزادی

۹۔ کشمیر میں اخبار نکالنے کی بھی آزادی نہیں۔ اس کے خلاف بھی ریزولیوشن ہو کہ انگریزی علاقہ کی طرح وہاں بھی اجازت مل جایا کرے۔

تقریر کرنے کی آزادی

۱۰۔ کشمیر میں تقریر کرنے کی بھی آزادی نہیں۔ اس کے خلاف بھی ریزولیوشن پاس کیا جائے۔

زمین کے مالکانہ حقوق کا مطالبہ

۱۱۔ کشمیر میں زمین کی ملکیت کے حقوق زمینداروں کو حاصل نہیں ہیں حالانکہ کشمیر انگریزوں سے مہاراجہ کو ملا ہے۔ پس وہاں کے زمینداروں کے حق پنجاب کے مطابق ہونے چاہئیں۔ وہاں نہ لوگ بِلا اجازت زمین فروخت کر سکتے ہیں' نہ مکان بنا سکتے ہیں' نہ درخت کاٹ سکتے ہیں اور اس طرح غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف بھی ریزولیوشن ہونا چاہئے۔

ملازمتوں میں حصہ

۱۲۔ کشمیر میں مسلمان پچانوے فیصدی ہیں اور سب ریاست میں ستّر فیصدی مگر ملازمتوں میں ان کو تین فیصدی بھی حصہ نہیں مل رہا۔ اس کے خلاف ریزولیوشن پاس کئے جائیں اور مسلمانوں کے لئے کم از کم ستّر فیصدی ملازمتوں کا مطالبہ کیا جائے۔ اس وقت ریاست بہانہ یہ کرتی ہے کہ مسلمان تعلیم یافتہ نہیں ملتے حالانکہ تعلیم کی کمی کی ذمہ داری ریاست پر ہے نیز یہ بھی غلط ہے کہ مسلمان تعلیم یافتہ نہیں ملتے۔ بہت سے گریجوایٹ ریاست میں بیکار پھر رہے ہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ ریاست میں عہدے لیاقت پر ملتے ہیں۔ ریاست میں کئی ڈوگرے اعلیٰ عہدوں پر ہیں اور وہ مڈل پاس بھی نہیں ہیں۔

مجلس قانون ساز کا مطالبہ

۱۳۔ چونکہ مسلمانوں کو جائز طور پر ریاست کے معاملات میں مشورہ دینے کا موقع حاصل نہیں اور نہ مہاراجہ صاحب تک پہنچنے کا موقع حاصل ہے۔ وہاں ایک قانون ساز مجلس قائم کی جائے تاکہ مسلمان اپنی آواز مہاراجہ صاحب تک پہنچا سکیں۔ اور قانون سازی کے وقت ان کی رائے ریاست کو معلوم ہو سکے۔ اس کے متعلق بھی ریزولیوشن کیا جائے۔

کشمیر کیلئے علیحدہ وزارت

۱۴۔ چونکہ کشمیر کا صوبہ زبان' تاریخ' تمدن اور مذہب کے لحاظ سے جموں سے بالکل علیحدہ ہے۔ اس لئے مطالبہ کیا جائے

کہ کشمیر کے لئے علیحدہ وزارت ہو جو براہِ راست مہاراجہ صاحب کے ساتھ کام کرے اور اس میں کشمیر کی آبادی کے لحاظ سے مسلمان وزراء لئے جائیں۔

چندہ جمع کیا جائے

۱۵۔ چونکہ کشمیر میں سخت ظلم ہو رہا ہے اور مسلمان بے بس ہیں اور کشمیر کے حالات سے انگریزی حکومت کو واقف کرنا اور مہذب دنیا کو ان حالات سے آگاہ کرنا ازبس ضروری ہے ان سب امور کے لئے نہایت کثیر رقم کی ضرورت ہے اس لئے اس دن جلسوں میں خاص طور پر اس غرض کے لئے چندہ جمع کیا جائے۔ اس رقم کا ایک حصہ جموں کے مسلمانوں کی امداد کے لئے' ایک حصہ کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کے لئے اور ایک حصہ ہندوستان اور بیرونِ ہند کے پراپیگنڈا کے لئے خرچ کیا جائے گا۔ مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اپنے تیس لاکھ بھائیوں کو غلامی سے بچانا چاہتے ہیں تو انہیں بہت سی قربانی کرنی پڑے گی۔ مونہہ کی ہمدردی سے کشمیر کے مسلمانوں کی تکالیف دور نہیں ہو سکتیں۔ پس اگر سچی ہمدردی ہے تو اس کے مطابق قربانی کریں اور اس امر کو مدنظر رکھیں کہ یہ جنگ چند دن کی نہیں۔ ممکن ہے کہ ایک دو ماہ میں ہی فیصلہ ہو جائے اور ممکن ہے سالوں تک اس کے لئے جدوجہد کرنی پڑے۔ پس ہمت کر کے اس طرف قدم اٹھائیں تاکہ دنیا معلوم کر لے کہ مسلمان پر بے استقلالی کا الزام غلط ہے۔ ایسی تمام رقوم مسلم بنک لاہور میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نام پر بھجوانی چاہئیں۔

مسلمان انشاء اللہ کامیاب ہونگے

برادران! میں نے اس مقصد کے حصول کے لئے ہندوستان اور ہندوستان کے باہر اپنی کوشش شروع کر دی ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے چند دن کی جدوجہد کے بعد ہی بعض ایسے حلقوں میں دلچسپی اور ہمدردی پیدا ہو گئی ہے جہاں سے اس قسم کی کوئی امید نہ تھی۔ اگر مسلمان جوش سے اور استقلال سے کام لیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ کام مشکل اور منزل دور ہے' ہم انشاء اللہ کامیاب ہونگے اور کشمیر کے تیس لاکھ مسلمانوں اور ان کی اولادوں اور اولادوں کی اولادوں کی دعائیں ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گی۔ کسی کا ایک بھائی غلام ہو تو وہ صبر نہیں کر سکتا کیا آپ لوگ تیس لاکھ بھائیوں کی غلامی کے باوجود خوشی کی زندگی بسر کر سکتے ہیں؟ میرا دل کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔ میں امید بھرے دل کے ساتھ آپ کو آپ کے فرض کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ۱۴۔ اگست کو تمام ہندوستان کے

مسلمان ایک پُر امن مظاہرے سے مستقل جدوجہد اور مناسبِ حال قربانی کے عہد اور عملی نمونہ کے ذریعہ سے دنیا پر یہ ثابت کردیں گے کہ وہ موت نہیں بلکہ زندگی کو پسند کرتے ہیں۔

جلسوں کی رپورٹ

جلسوں کی رپورٹ فوراً بذریعہ تار مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔اے سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی قادیان کے نام بھیج دیں تاکہ جلسوں کے بعد مناسب طور پر حکومت انگلستان کو صورتِ حالات سے واقف کیا جاسکے اور جلسہ کی تفصیلی کارروائی کہ کون پریذیڈنٹ تھا؟ کس کس نے تقریر کی؟ حاضرین کی تعداد کیا تھی؟ جلوس کس قسم کا نکلا؟ اخبارات اور سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو مندرجہ بالا پتہ پر بھیج دیں تمام ریزولیوشنز کی ایک ایک کاپی اپنے اپنے صوبے کے گورنر وائسرائے ہند اور مہاراجہ کشمیر کے نام ضرور ارسال کریں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۶۔ اگست ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

ریاست کشمیر و مُسلم نمائندگان کے درمیان شرائطِ صلح پر ایک نظر

حیرت اٹھائیس تاریخ کے اخبارات میں یہ خبر پڑھ کر مجھے سخت حیرت ہوئی کہ مسلمانانِ کشمیر اور ریاست میں باہم سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اس حیرت کی وجہ یہ نہ تھی کہ صلح کیوں ہو گئی؟ کیونکہ میں تو صلح دل سے چاہتا ہوں بلکہ اس وجہ سے کہ جو شرائطِ صلح کی بیان کی گئی تھیں، ان میں بعض بڑے بڑے نقائص تھے اور میں یہ امر تسلیم کرنے کو تیار نہ تھا کہ مسلم نمائندگان نے ان شرائط پر سمجھوتہ کیا ہوگا۔ اور اس وجہ سے گو ضرورت چاہتی تھی کہ میں فوراً ان شرائط پر تبصرہ کروں لیکن مصلحتاً میں نے اس وقت تک انتظار کرنا مناسب سمجھا جب تک کہ خط کے ذریعہ سے ریاست کے اعلان کی تصدیق نہ ہو جائے۔ آخر آج خط کے ذریعہ سے تصدیق ہو گئی اور میں آج ہی یعنی اکتیس اگست اور یکم ستمبر کی درمیانی رات کو ان شرائط پر تبصرہ کرنے کے لئے بیٹھا ہوں۔

مسلم نمائندگان کے متعلق مگر پیشتر اس کے کہ میں تبصرہ کروں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ میری تنقید سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ میں مسلم نمائندگان کو بددیانت یا غدار ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ میرا یہ ہرگز منشاء نہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنے گزشتہ عمل سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ ان کے دلوں میں قوم کا درد اور قربانی کی روح ہے۔ پس جو کچھ میں ان شرائط کے خلاف لکھوں گا، اس کا صرف یہ مطلب ہوگا

کہ ان صاحبان سے بوجہ ناتجربہ کاری غلطی ہوئی۔ یہ مطلب نہ ہو گا کہ انہوں نے اپنی قوم کو ریاست کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے۔ پس میں سب لوگوں کو یہ نصیحت کروں گا کہ بجائے ان سے لڑنے یا تفرقہ پیدا کرنے، وہ اب یہ کوشش کریں کہ جو غلطی ہو گئی ہے، اس کے بدنتائج سے جس قدر ہو سکے بچا جائے۔ اور نمائندگان کو بھی چاہئے کہ وہ آئندہ زیادہ احتیاط سے کام لیا کریں اور ہر چمکتی ہوئی چیز کو سونا سمجھنے سے پرہیز کریں۔

نمائندگان کی غلطی، اپنی شرکت

میں یہ بات بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس غلطی میں کسی حد تک میں بھی شریک ہوں اور وہ اس طرح کہ مجھے شملہ میں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بعض لوگ مہاراجہ صاحب کشمیر کو تاریں دے رہے ہیں کہ اگر ہمیں اجازت دیں "تو ہم آکر کشمیر کی شورش کو دور کر سکتے ہیں چنانچہ ایک تار اس مطلب کی ڈیویکو کے چائے خانہ میں گورنمنٹ کالج کے ایک پروفیسر سے لکھوائی گئی۔ اتفاقاً ان پروفیسر صاحب کے میزبان ایک کلکٹر صاحب تھے جو اپنے مہمان کے دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے کسی حاجت کے پورا کرنے کے لئے اُٹھے اور چلتے ہوئے ان کی نظر اس تار پر پڑ گئی اور انہوں نے مجھے بتا دیا۔ اگر میں اُسی وقت اخبارات میں اس واقعہ کو شائع کر دیتا تو شاید یہ صورت حالات پیدا نہ ہوتی۔ مگر میں نے تفرقہ کے خوف سے اس ذکر کو اخبارات میں لانا مناسب نہ سمجھا اور نتیجہ یہ ہوا جو نظر آ رہا ہے۔

سب سے بڑی غلطی

سب سے پہلی غلطی جو درحقیقت باقی سب غلطیوں کا موجب ہوئی ہے یہ ہے کہ نمائندگان نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مشورہ نہیں کیا۔ اگر وہ ایسا کرتے تو جن امور کا انہیں تجربہ تھا، ان میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی انہیں مشورہ دے سکتی تھی۔ میرا یہ منشاء نہیں کہ کشمیر کے نمائندے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی رائے کے پابند ہوتے کیونکہ اصل معاملہ ریاست اور رعایا کے درمیان ہے۔ ہم لوگ تو صرف بُلوانے پر آئے ہیں پس ہمارا یہ حق نہیں کہ اہل کشمیر سے یہ مطالبہ کر سکیں کہ ہم جو کہیں وہ مانو لیکن اتنا حق ہمارا ضرور قائم ہو چکا ہے کہ ہم سے مشورہ کر لیا جایا کرے کیونکہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ خود اہالیانِ کشمیر کے خطوط اور زبانی شکایات کی بناء پر مسئلہ کشمیر کو ہم نے ہاتھ میں لیا ہے۔ اور باتوں کو جانے دیا جائے صرف کشمیر ڈے پر ہی ہندوستان میں قریباً پچاس ہزار روپیہ کا خرچ ہوا ہے کیونکہ ہزاروں جگہوں پر کشمیر ڈے منایا گیا ہے۔ اور بعض بڑے بڑے شہروں میں اس دن

پانچ پانچ، چھ چھ سَو روپیہ خرچ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان اور انگلستان میں زبردست پروپیگنڈا کیا گیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس کام میں دخل دینے کی وجہ سے اپنی پوزیشن کو بھی سخت نقصان پہنچایا ہے۔ غرض وقت، عزت اور مال کی قربانی چاہتی تھی کہ ہمارے کشمیر کے بھائی آل انڈیا کشمیر کمیٹی سے مشورے لیتے خواہ اسے قبول نہ کرتے کیونکہ عقلاً اور اخلاقاً کوئی باہر کا آدمی انہیں اپنے مشورہ کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور اگر وہ ایسا کرتے تو ضرور ان نقائص سے بچ جاتے جو موجودہ معاہدہ میں رہ گئے ہیں۔

اب میں اصل معاہدہ کو لیتا ہوں، اس میں مندرجہ ذیل غلطیاں ہوئی ہیں۔

مسلمانوں کے حقوق کے متعلق ریاست نے وعدہ نہیں کیا

۱۔ معاہدہ میں مسلمانوں کے حقوق کے متعلق ریاست کی طرف سے ایک لفظ بھی درج نہیں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم نمائندگان کی طرف سے جو شرائط ہیں ان میں یہ ذکر ہے کہ:۔

> "وہ ہمارے ان مطالبات کے فیصلہ تک جو ہماری طرف سے آئندہ پیش ہوں کوئی ایسا کام نہ کیا جائے کہ جو پُر امن فضاء کو خراب کر کے مطالبات پر ہمدردانہ غور میں مشکلات پیدا کر دے۔" (ترجمہ از اعلان ریاست)

لیکن ریاست کی طرف سے جن امور کا اعلان ہوا ہے اس میں ایک لفظ بھی اس بارہ میں نہیں ہے کہ آیا ریاست مسلمانوں کے حقوق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں ہے۔

یہ امر بالکل واضح ہے کہ مسلم نمائندگان کے بیان کی ریاست پابند نہیں اس کے پابند صرف وہی ہیں۔ ریاست پابند انہی باتوں کی ہو سکتی ہے جن کا وہ خود وعدہ کرے۔ پس اس معاہدہ کے رو سے اگر ریاست مسلمانوں کے مطالبات پر غور کرنے سے انکار کر دے یا غور کر کے ان کو پوری طرح رَدّ کر دے تو اخلاقاً ریاست پر کوئی حرف نہیں آتا۔ وہ معاہدہ کو سامنے رکھ دے گی کہ بتاؤ کہاں ہم نے مطالبات پر غور کرنے کا یا کوئی حق دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس صورت میں مسلمانوں کی گزشتہ قربانی بالکل ضائع ہو جائے گی۔

ہر اک شخص سمجھ سکتا ہے کہ حقوق کے سوال میں فیصلہ اس شخص کے وعدہ سے ہوتا ہے جس نے کچھ دینا ہو نہ اس شخص کے قول سے جس نے لینا ہو۔ زید نے بکر سے اگر کچھ روپیہ لینا ہو تو زید کے یہ کہہ دینے سے کہ میں روپیہ لوں گا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں بکر جس نے دینا ہے

اگر کہے کہ میں روپیہ دے دوں گا تب فیصلہ ہوگا۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک ایسا ہی واقعہ گزرا ہے جس سے اس امر کی حقیقت خوب کُھل جاتی ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ایک شرط یہ ہوئی تھی کہ عرب کے جو قبائل چاہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے مل جائیں اور جو چاہیں مکہ والوں سے۔ دونوں فریق کا فرض ہے کہ نہ صرف آپس میں لڑائی سے بچیں بلکہ جو لوگ دوسرے فریق کے ساتھ مل جائیں ان سے بھی نہ لڑیں۔ مکہ والوں نے اس میں بدعہدی کی اور ایک قبیلہ جو مسلمانوں کا حلیف بن گیا تھا اس پر انہوں نے اپنے دوست قبیلہ کی حمایت میں رات کو حملہ کر دیا۔ ان لوگوں نے رسول کریم ﷺ سے شکایت کی اور آپ نے اپنے دوست قبیلہ کی حمایت میں مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اُدھر مکہ والے چونکہ معاہدہ توڑ چکے تھے اس لئے انہیں بھی فکر ہوئی اور انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو جو اَب تک اسلام نہ لائے تھے مدینہ روانہ کیا کہ جاکر کسی طرح رسول کریم ﷺ کی ناراضگی کو دور کریں۔ انہوں نے آکر مسجد نبوی ؐ میں یہ اعلان کر دیا کہ چونکہ میں صلح حدیبیہ کے وقت مکہ میں موجود نہ تھا اور معاہدہ پر میرے دستخط نہ تھے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ معاہدہ آج سے سمجھا جائے گا۔ چونکہ دوسرے فریق یعنی رسول کریم ﷺ کی طرف سے تصدیق نہ تھی سب صحابہ اس پر ہنس پڑے کہ یہ کیسا بے وقوفی کا اعلان ہے۔ جب تک ہم لوگ بھی اس امر کو تسلیم نہ کریں صرف ان کے کہنے سے کیا بنتا ہے اور ابوسفیان سخت شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے۔[۲] نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود اس اعلان کے رسول کریم ﷺ نے مکہ پر چڑھائی کی اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے مطابق مکہ فتح ہو گیا۔ یہی صورت موجودہ معاہدہ میں ہوئی ہے۔ مسلم نمائندگان کہتے ہیں کہ ہمارے مطالبات پیش ہوں گے۔ ریاست اس کے جواب میں کوئی وعدہ نہیں کرتی صرف یہ کہتی ہے کہ مقدمات ملتوی کر دیئے جائیں گے اور جو ملازم ایامِ شورش میں علیحدہ کئے گئے تھے ان سے آئندہ اجتناب کا وعدہ لے کر بحال کر دیا جائے گا۔ یہ بات تو موجودہ ہیجان سے پہلے ہی حاصل تھی۔ اگر سب قربانیوں کے بعد ہمیں یہ حق ملے کہ جس طرح تمہاری حالت پہلے تھی ویسی ہی اب کر دی جائے گی تو ہماری قربانی کا کیا فائدہ؟

انگریزی علاقہ میں گورنمنٹ اور رعایا کی صلح تبھی ہوئی ہے جب کہ حکومت نے پہلے اس امر کو اصولاً تسلیم کر لیا کہ ہندوستان کو آزادی دی جائے گی۔ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس صرف اس کی تفصیلات کے لئے منعقد ہوئی ہے۔ اسی طرح ریاست سے یہ عہد لینا ضروری تھا کہ وہ

مسلمانوں کو کامل مذہبی اور انسانی آزادی دے گی' ہاں تفصیلات بعد میں طے ہوں گی۔

عارضی صلح کا وقت مقرر نہیں کیا گیا

(۲) اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ریاست نے زبانی طور پر کوئی ایسا وعدہ کر لیا ہے کہ مسلمانوں کو ان کے حقوق دے دے گی تو بھی ایک سخت غلطی یہ ہوئی ہے کہ عارضی صلح کا وقت مقرر نہیں کیا گیا۔ اگر اس معاہدہ کے رو سے ریاست سالہا سال تک اپنے فیصلہ کو پیچھے ڈالتی جائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اور حق یہ ہے کہ رعایا کو اگر کوئی حق آسانی سے مل سکتا ہے تو اگلے پانچ چھ ماہ میں ہی مل سکتا ہے اس کے بعد غیر معمولی قربانیاں کر کے کچھ ملے تو ملے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اِن دنوں انگلستان میں راؤنڈ ٹیبل کانفرنس ہو رہی ہے اور اس موقع پر بیس کے قریب مسلمان نمائندے وہاں گئے ہوئے ہیں۔ بوجہ روزانہ ساتھ کام کرنے کے انہیں وزرائے انگلستان پر اثر ڈالنے کا خاص موقع ہے۔ اسی طرح وہاں کی پبلک پر بھی اثر ڈالنے کا خاص موقع ہے۔ یہ موقع آئندہ لاکھوں روپیہ خرچ کرنے سے بھی نہیں مل سکتا۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں' ریاست کی غرض ہی یہ ہے کہ یہ دن کسی طرح گزر جائیں اور انگلستان کے پروپیگنڈا کے اثر سے وہ بچ جائیں۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ معاہدہ ریاست والوں نے کیا ہے نہ کہ باہر والوں نے' کیونکہ معاہدہ کی صورت میں خصوصاً جب کہ اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسلمانانِ کشمیر اپنے باہر کے دوستوں سے بھی یہ امید کرتے ہیں کہ وہ ایجی ٹیشن سے بچیں گے' باہر کے لوگوں کی بات کا بھی اثر بہت کمزور ہو جاتا ہے۔ اور ہر سننے والا جو حقیقت سے آگاہ ہو گا صاف کہے گا کہ جب خود باشندگانِ کشمیر معاہدہ کر کے خاموشی کا اقرار کر چکے ہیں تو تم کون ہو جو خواہ مخواہ شور مچا رہے ہو۔ غرض لازماً اس طرح باہر کے ایجی ٹیشن کا اثر نہایت ہی کمزور بلکہ بے اثر ہو جائے گا۔

یہ امر بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے فیصلہ سے پہلے پہلے انگریزی اثر حکومت ہند میں زیادہ ہے اور اس کو مسلمان اپنی امداد کے لئے زیادہ آسانی سے متحرک کر سکتے ہیں بہ نسبت ہندو عنصر کے جو لازماً راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے بعد بڑھ جائے گا کیونکہ اُس وقت مرکزی حکومت میں ہندوستانیوں کو دخل مل جائے گا جس کا بیشتر حصہ ہندو ہو گا۔ دوسرے موجودہ تجویز کے مطابق خود ریاستوں کو بھی مرکزی حکومت میں اختیارات ملیں گے پس اُس وقت ریاست پر اثر ڈالنا بہت ہی مشکل ہو جائے گا۔ پس ریاست نے اس وقت

عارضی صلح کر کے معاملہ کو پیچھے ڈالنے کی ایک کامیاب کوشش کی ہے اور اس میں سراسر مسلمانوں کا نقصان ہوا ہے۔

اگر انہی شرائط پر صلح کرنی تھی تو بھی مسلمان نمائندگان کو چاہئے تھا کہ اس کے لئے کوئی وقت مقرر کرتے کہ ہمارے اور ریاست کے درمیان یہ صلح مثلاً ایک ماہ تک رہے گی۔ اس عرصہ میں ریاست کا فرض ہو گا کہ ہمارے مطالبات پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچے اگر وہ نتیجہ ہمارے لئے مفید ہوا تو یہ صلح مستقل ہو جائے گی اور اگر ہمیں یہ معلوم ہوا کہ ریاست معاملہ کو بِلاوجہ لمبا کرنا چاہتی ہے یا دبانا چاہتی ہے تو ایک ماہ کے بعد دونوں فریق آزاد ہوں گے کہ حسب موقع جو تدابیر چاہیں' اختیار کریں۔

دہلی پیکٹ اور ریاست سے عارضی صلح میں فرق

میں اس جگہ پھر یہ امر واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس صلح کو دہلی پیکٹ سے کوئی مناسبت نہیں ہے۔ دہلی پیکٹ دو صریح اور اہم امور پر مبنی تھا۔ اول اس پیکٹ کی بنیاد لارڈ اِروِن (LORD IRWIN) کے اس حتمی وعدہ پر تھی کہ حکومت برطانیہ ہندوستان کو کامل آزادی دینے کا فیصلہ کر چکی ہے دیر صرف تفصیلات کے طے کرنے کی ہے۔ اور اس قسم کا کوئی وعدہ ریاست کی طرف سے نہیں ہے بلکہ اس کا ہزارواں حصہ بھی نہیں ہے۔ ریاست تو اس سے بڑھ کر یہ کرتی ہے کہ اپنی شرائط میں حقوق کا کوئی ذکر تک بھی نہیں کرتی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ دہلی پیکٹ میں جس طرح گورنمنٹ کو اجازت دی گئی ہے کہ اپنے مروّجہ قانون کو استعمال کرے اسی طرح کانگرس کو بھی اجازت ہے کہ قانون کے اندر رہ کر اپنا پروپیگنڈا کرے اور اپنی جماعت کو منظم کرے۔ چنانچہ اِن دنوں میں کانگرس نے خاص طور پر اپنے آپ کو منظم کر لیا ہے اور دوبارہ جنگ کے لئے خوب تیار ہو گئی ہے۔ لیکن اس معاہدہ میں صاف طور پر اقرار کیا ہے کہ ایجی ٹیشن قطعی طور پر بند کیا جائے گا۔ گویا جس حد تک موجودہ قانون اجازت دیتا ہو اُس حد تک بھی ایجی ٹیشن جائز نہ ہو گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص اسلام آباد[۳] جا کر مسلمانوں کو یہ بتائے کہ ان کے کون کون سے حقوق تلف ہو رہے ہیں جن کے حاصل کرنے کے لئے انہیں کوشش کرنی چاہئے تو یہ موجودہ معاہدہ کے برخلاف ہو گا اور ریاست اس پر معترض ہو گی۔ کانگرس پر ایسی کوئی پابندی نہیں۔ وہ صرف اس امر کی پابند ہے کہ گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اُکسائے نہیں لیکن وہ ہندوستانیوں کو اپنے حقوق کے سمجھانے اور ان کے

حصول کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار رہنے کی تلقین کرنے میں پوری طرح آزاد ہے اور اس وجہ سے صلح کے دنوں میں اس پر مُردنی کی حالت نہیں آسکتی۔ لیکن ریاست جموں و کشمیر کا معاہدہ ایسا ہے کہ اس قسم کے ذکر اس میں بالکل روک دیئے گئے ہیں۔ اور اگر آج وہاں کے لیڈر مسجد میں کھڑے ہو کر یا کسی گھر میں ہی صرف یہ تقریریں کریں کہ مسلمانوں کے کون کون سے حق مارے ہوئے ہیں اور یہ کہ ان کے حصول کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے انہیں تیار رہنا چاہئے تو ریاست اسے ضرور قابل اعتراض قرار دے گی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اہالیانِ ریاست میں مُردنی پیدا ہو جائے گی اور سب گزشتہ کوشش برباد اور تباہ ہو جائے گی۔

ریاست سے باہر کا ایجی ٹیشن

(۳) ریاست کی شروع سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ ریاست کے لوگ تو پُرامن ہیں باہر کے لوگ فساد پیدا کر رہے ہیں اور انہیں اُکسا رہے ہیں۔ اس سمجھوتہ میں نمائندگان نے ایک ایسا فقرہ لکھ دیا ہے جس کی بناء پر ریاست کہہ سکتی ہے کہ اس کے اس قسم کے اعلانات صحیح تھے۔ وہ فقرہ یہ ہے۔

"مسلمان باشندگان ریاست باہر کے ایجی ٹیشن سے متاثر نہیں ہوئے اور وہ اب تک اپنے حاکم کے پہلے ہی کی طرح وفادار اور مخلص ہیں"۔

اس فقرہ کے صاف معنی یہ ہیں کہ ریاست سے باہر کوئی پروپیگنڈا غیر وفادارانہ ہو تا رہا ہے لیکن یہ درست نہیں کوئی پروپیگنڈا ریاست سے باہر ایسا نہیں ہوا جس کا موجب خود مظلومانِ کشمیر کی فریاد نہ ہو۔ ہم نے کشمیر کے آمدہ خطوط کی بناء پر سب کام شروع کیا تھا اور کبھی بھی عدمِ وفاداری کا سبق نہیں دیا بلکہ باقاعدہ لکھتے رہے ہیں کہ رعایا اپنے فرمانروا کی وفادار ہے اور خود مطلب حُکّام مہاراجہ صاحب کو بلاوجہ اُکسا کر یہ فساد پیدا کر رہے ہیں۔ نمائندگان کے اس اقرار کی وجہ سے جو انہوں نے یقیناً دھوکا میں آکر کیا ہے ریاست ایک ناجائز فائدہ اُٹھائے گی اور ان مسلم لیڈروں کو بدنام کرے گی جنہوں نے اہالیانِ کشمیر کے کہنے پر اور اپنے کسی ذاتی نفع کی خواہش کے بغیر محض ہمدردی کے طور پر اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔

(۴) آخر میں سر ہری کشن صاحب کول کا جو شکریہ ادا کیا گیا ہے وہ بالکل ہی عجیب ہے اور صاف بتاتا ہے کہ اس معاہدہ کی اصل غرض سر ہری کشن کول کو مہاراجہ صاحب کی نظر میں مقبول کرانا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ نمائندگان کو اس امر کے لکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ

پندرہ دن پہلے یہ اعلان کر چکے تھے کہ سب فتنہ کول صاحب کی وجہ سے ہوا تھا۔ پندرہ دن بعد وہ ان کی پر زور تعریف کرتے ہیں۔ مہذّب دنیا دونوں بیانات میں سے ایک کو ضرور غلط قرار دے گی اور اگر آئندہ کول صاحب مسلمانوں پر کوئی تشدّد کریں گے تو ان کے خلاف آواز نہایت بے اثر ہوگی۔ اور یہی سمجھا جائے گا کہ باہر کے لوگوں نے جوش دلا کر احتجاج کرایا ہے۔

ایک فائدہ

خلاصہ یہ کہ یہ معاہدہ اصولاً سخت مُضِرّ ہے اور ریاست اس کے ذریعہ سے تمام گزشتہ کوشش کو برباد کر سکتی ہے۔ ہاں ایک فائدہ اس معاہدہ کا ہوا ہے اور وہ یہ کہ ریاست نے ایک دفعہ مسلمانوں کی ہستی کو تسلیم کر لیا ہے لیکن اس فائدہ کے مقابلہ میں نقصان بہت زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کے بد اثرات سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔

سنا گیا ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کی طرح ہے لیکن یہ درست نہیں۔ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر بُری نظر آتی تھیں لیکن گہرے غور پر ان میں مسلمانوں کا فائدہ نظر آتا تھا۔ اس معاہدہ کی صورت اس کے برخلاف یہ ہے کہ بظاہر مسلمانوں کے حق میں نظر آتا ہے لیکن بہ باطن اس میں ان کے لئے سخت نقصانات ہیں۔

ہنستے ہوئے نمائندوں کی غلطی کو منظور کر لیا جائے

مگر خیر اَب جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا۔ ہمیں گرے ہوئے دودھ پر بیٹھ کر رونے کی ضرورت نہیں۔ اب ہمارا فرض یہ ہے کہ موجودہ حالت سے جس قدر فائدہ اُٹھا سکیں اُٹھائیں اور اس کے ضرر سے جس قدر بچ سکیں بچیں۔ بہرحال مسلمانوں کے نمائندوں نے یہ معاہدہ کیا ہے اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس کی پوری طرح اتباع کریں کیونکہ مسلمان دھوکے باز نہیں ہوتا اور جو قوم اپنے لیڈروں کی خود تذلیل کرتی ہے وہ کبھی عزت نہیں پاتی۔ نیز مسلمانوں میں قحط الرجال ہے اور کام کرنے کے قابل آدمی تھوڑے ہیں پس انہی سے کام لیا جا سکتا ہے اور لینا چاہئے۔ پس یہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس مضمون کو پڑھ کر کوئی جوشیلا شخص جموں اور کشمیر کے لیڈروں کی مخالفت شروع کر دے۔ انہوں نے دیانت داری سے کام کیا ہے اور ہمیں ان کی قربانیوں کا احترام کرنا چاہئے۔ اور ہنستے ہوئے ان کی غلطی کو قبول کرنا چاہئے اور اس کے ضرر سے بچنے کا بہترین طریق سوچنا چاہئے۔

اب کیا کرنا چاہئے

وہ طریق میرے نزدیک یہ ہے کہ وقت کی تعیین سے اس معاہدہ کے ضرر کو محدود کر دیا جائے اور آئندہ کے لئے اپنے آپ کو آزاد کرا لیا جائے۔ میرے نزدیک اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ دستخط کرنے والے نمائندگانِ ریاست کو ایک دوسری یادداشت یہ بھجوا دیں کہ چونکہ عارضی صلح کا وقت کوئی مقرر نہیں اور یہ اصول کے خلاف ہے۔ اس فروگزاشت کا علاج ہونا چاہئے۔ پس ہم لوگ یہ تحریر کرتے ہیں کہ ایک ماہ تک اس کی میعاد ہوگی۔ اگر ایک ماہ کے اندر مسلمانوں کے حقوق کے متعلق ریاست نے کوئی فیصلہ کر دیا یا کم سے کم جس طرح انگریزی حکومت نے ہندوستان کے حقوق کے متعلق ایک اصولی اعلان کر دیا ہے' کوئی قابلِ تسلّی اعلان کر دیا تب تو اس عارضی صلح کا زمانہ یا لمبا کر دیا جائے گا یا اسے مستقل صلح کی شکل میں بدل دیا جائے گا۔ لیکن اگر ایک ماہ کے عرصہ میں ریاست نے رعایا کو ابتدائی انسانی حقوق نہ دیئے یا ان کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کیا تو یہ صلح ختم سمجھی جائے گی اور دونوں فریق اپنی اپنی جگہ پر آزاد ہونگے۔ اس کا یہ فائدہ ہو گا کہ کام کا وقت گزر جانے سے پہلے ہی کچھ نہ کچھ فیصلہ ہو جائے گا۔ یا پھر اہالیانِ کشمیر کے لئے اور ان کے بیرونی دوستوں کے لئے کام کا وقت موجود رہے گا۔ ہم فوراً راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے نمائندوں کے ذریعہ سے اور دوسرے ذرائع سے کام لے کر انگلستان اور دوسرے مہذّب ممالک میں پروپیگنڈا شروع کر سکیں گے۔ نیز اس طرح وقت مقرر کرنے سے ہندوستان کے مسلمانوں کا جوش بھی قائم رہے گا اور وہ کام سے غافل نہ ہونگے۔ ورنہ بالکل ممکن ہے کہ اس صلح کا باہر ایسا برا اثر پڑے کہ دوبارہ لوگوں کو تیار کرنا مشکل ہو جائے۔

میں امید کرتا ہوں کہ نمائندگان خود بھی اس طرف فوراً توجہ کریں گے اور عام مسلمان بھی ان پر زور دیں گے کیونکہ جو کچھ بھی اس معاہدہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا آخر اس کا اثر نمائندگان پر نہیں بلکہ ان تیس لاکھ مسلمانوں پر ہو گا جن کی نسبت سر ایلبین بینر جی لکھتے ہیں کہ وہ بے زبان جانوروں کی طرح ہانکے جا رہے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۳۔ ستمبر ۱۹۳۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام اور اس کا کام

(سیالکوٹ کے جلسہ عام میں تقریر)

تشہد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

ہماری پاک اور مقدس کتاب کی ابتداء ایک ایسے جملہ سے ہوتی ہے کہ ایک دفعہ ہی اسے دُہرانے سے تمام کلفت اور تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ کس شان کا یہ فقرہ ہے اور کس قسم کے ہمت بندھانے والے خیالات دل میں پیدا کر دیتا ہے جب انسان منہ سے کہتا ہے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہیں۔ بندے غلطیاں کرتے ہیں، انسانوں سے کمزوریاں سرزد ہوتی ہیں جس ہستی میں تمام خوبیاں جمع ہیں وہ محض ذاتِ باری تعالیٰ ہی ہے۔ جب یہ چیز ہمارے دلوں میں داخل ہو جائے تو اپنے خلاف قصور کرنے والے کو جلد معاف کیا جا سکتا ہے۔ اصل میں غصہ اسی وقت آتا ہے جب امید کے خلاف کوئی بات سرزد ہو۔ اگر ایک شخص جنگل میں جا رہا ہو اور اسے یقین ہو کہ مجھے کھانے کے لئے کوئی چیز نہیں مل سکتی تو اگر اسے سوکھی ہوئی روٹی اور لسّی بھی مل جائے تو وہ اسے نہایت خوشی سے کھا لے گا لیکن ایک اعلیٰ درجہ کے ہوٹل میں جہاں سے اسے اچھے اچھے کھانے ملنے کی امید ہو ذرا سا نقص، نمک کی معمولی سی کمی، میٹھے کی زیادتی یا پکانے میں کوتاہی اس کے دل میں رنجش پیدا کر دے گی کیونکہ اسے وہاں سے اچھے کھانے ملنے کی امید تھی۔

جس کام کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی قائم ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ تیس لاکھ انسان ایک دو، تین نہیں، تیس لاکھ آج سے نہیں، صدیوں سے غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان کو غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرائے۔ اگر کسی شخص سے اس کا گدھا یا خچر چھیننے کی کوشش کی جائے تو وہ کتنا لڑتا ہے۔ جب وہ اپنے گدھے کو اپنے ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تو تیس لاکھ

انسانوں کو جو گدھے سے بھی زیادہ غلام ہیں آزاد کرانا کوئی آسان کام نہیں۔ انہیں اپنی غلامی میں رکھنے کے لئے ان کا مالک اپنی طاقت کے مطابق انتہائی زور لگائے گا اور مالی، جانی قربانی اور تدبیر کا کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرے گا کہ اس کے غلام اس کے قبضہ میں رہیں۔

امریکہ میں بھی ایک وقت میں غلامی کا زور تھا۔ جب وہاں اس کی ممانعت کا اعلان کیا گیا تو دو سال تک وہاں ایسی خوفناک خونریزی ہوئی کہ کوئی گھر باقی نہ رہا جس کا کوئی نہ کوئی فرد مارا نہ گیا ہو۔ حتّٰی کہ جب کامیابی ہو گئی تو لوگوں نے کہا اس خوشی میں مظاہرہ کرنا چاہئے لیکن پریذیڈنٹ جمہوریہ نے جواب دیا کہ ہمارے لئے خوشی کا کونسا موقع ہے جب کہ ہمارے ملک کے ہر گھر میں ماتم بپا ہو رہا ہے۔ پس کشمیر میں جو غلامی ہے اسے دور کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ ہم لوگوں میں سے کوئی خواہ سلسلہ احمدیہ سے تعلق رکھتا ہو یا حنفی المذہب ہو، یا اہلحدیث ہو ہر ایک کے دل میں یہی جذبہ ہو گا کہ کشمیری مسلمانوں کے مصائب میں ان کی امداد کی جائے اور جو لوگ اس کمیٹی میں شامل ہوئے ہیں وہ ایک بہت بڑے مقصد کو لے کر کھڑے ہوئے ہیں اور بڑے مقصد کے لئے قربانی بھی ہمیشہ بڑی ہی کرنی پڑتی ہے۔ اگر میں ایک چھڑی کو اُٹھانا چاہوں تو معمولی قوت درکار ہوگی لیکن ایک بڑے پتھر کو اُٹھانے کے لئے زیادہ قوت درکار ہوگی اور اگر ایک میز اُٹھانی چاہوں تو سینہ کے تمام مسلز (MUSCLES) اکڑ جائیں گے اور اس کے لئے پوری توجہ درکار ہوگی۔ اسی طرح جس مقصد کیلئے ہم کھڑے ہوئے ہیں وہ ایسا نہیں کہ معمولی سی قربانی سے اس میں کامیاب ہو جائیں۔

چار کروڑ سالانہ آمدنی رکھنے والی ریاست سے ہمارا مقابلہ ہے۔ وہ یقیناً پورا زور لگائے گی کہ ہم کامیاب نہ ہو سکیں اور دوسری تدبیروں کے علاوہ ہم میں تفرقہ پیدا کرنے کی بھی کوشش کرے گی۔ انگریزی کی مثل ہے Divide and Rule تفرقہ پیدا کرو اور حکومت کرو یعنی حکومت رعایا میں تفرقہ پیدا کر کے مضبوط ہو جاتی ہے اور اسے کوئی خوف نہیں رہتا۔ ہمارے ملک میں بھی ایک قصہ مشہور ہے کہ کسی زمیندار کے باغ میں تین شخص داخل ہو گئے اور پھل توڑ توڑ کر کھانے لگے۔ ان میں سے ایک عام آدمی تھا، ایک علم کا مدعی اور ایک سیاست کا دعویدار تھا۔ باغ کے مالک نے سوچا کہ اگر میں ان سے لڑتا ہوں تو یہ تینوں مل کر مجھے کُچل ڈالیں گے اس لئے حکمت سے کام لینا چاہئے۔ چنانچہ وہ پہلے سید اور عالم کے پاس گیا اور کہا۔ حضرت آپ تو ہمارے سردار ہیں ہماری چیز آپ کی اپنی ہے لیکن اس جاہل کا کیا حق تھا کہ

ایسا کرتا انہوں نے کہا درست ہے اس نے کہا تو پھر آپ میری مدد کریں کہ اسے سزا دوں۔ پھر دونوں کی مدد سے اس عام آدمی کو اس نے خوب مارا اور ایک درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ اس کے بعد اس نے سید صاحب سے کہا آپ کا تو حق تھا مگر اس عالم نے ایسا کیوں کیا۔ سید نے پھر اس کی ہاں میں ہاں ملائی تو اس نے کہا۔ آپ اسے سزا دینے میں میری مدد کریں۔ چنانچہ اس کی مدد سے مولوی کو بھی خوب اچھی طرح پیٹ کر درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر سید صاحب اکیلے ہی رہ گئے انہیں بھی اچھی طرح مارا اور درخت سے باندھ دیا۔ تو یہ تدبیر عام سیاست دان استعمال کرتے ہیں اور اسی اصل کے ماتحت تفرقہ اندازی ہم میں بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی اور پورا زور لگایا جائے گا کہ کسی طرح مسلمانوں میں لڑائی ہو۔ میں نے چاہا تھا کہ کشمیر کے سوال میں کوئی تفرقہ پیدا نہ ہو لیکن افسوس کہ میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جس وقت آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا پہلا اجلاس شملہ میں منعقد ہوا تو جو ممبر اس وقت موجود تھے اور جن میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب اور خواجہ حسن نظامی صاحب اور خان بہادر شیخ رحیم بخش صاحب بھی تھے اُس وقت تجویز کی گئی کہ اس کمیٹی کو آل انڈیا حیثیت دینی چاہئے اور صدر کو اختیار دیا جائے کہ وہ اور ممبروں کو کمیٹی میں شامل کریں۔ اس اختیار سے کام لے کر پہلا کام جو میں نے کیا یہ تھا کہ مظہر علی صاحب اظہر اور چوہدری افضل حق صاحب کو خطوط لکھوائے کہ مجھے امید ہے آپ اس میں شامل ہو کر ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور نہ صرف خطوط لکھوائے بلکہ ان کے ایک دوست مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی سے کہ جن کے بھائی ان لوگوں کے صدر ہیں اور جو خود کانگریسی خیالات کے ہیں وعدہ لیا کہ وہ ان لوگوں سے مل کر انہیں مجبور کریں کہ اس میں شامل ہو جائیں۔

میرا منشاء یہ تھا کہ اس کمیٹی میں کانگریس کے مؤیّد مسلمانوں کی بھی نمائندگی ہو اور سب جماعتیں مل کر کام کریں۔ احمدیہ جماعت کے متعلق میں نے یہ احتیاط کی کہ سوائے ایک صاحب کے جو لاہور کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور اس جماعت کی بھی نمائندگی ضروری تھی ایک احمدی بھی اس کمیٹی کا ممبر نہیں بنایا تا یہ الزام نہ ہو کہ اپنے آدمی بھر لئے گئے بلکہ ملک کے بہترین اور مشہور لوگوں کو دعوت دی لیکن افسوس کہ باوجود میری اس کوشش کے مظہر علی صاحب اظہر اور چوہدری افضل حق صاحب نے ہماری دعوت کا جواب تک نہیں دیا۔ ہاں ہمیں دوسرے ذرائع سے معلوم ہوا کہ ان کا جواب یہی تھا کہ ہم ان کے ساتھ مل کر کام

کرنا پسند نہیں کرتے۔ اس کے بعد "کشمیر ڈے" کی تحریک ہوئی اور لاہور سے مجھے اطلاع ملی کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر احمدیہ جماعت کا امام ہے اس لئے ہم اس کے ساتھ مل کر کام کرنے کو تیار نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ یہ سوال درست تھا یا نہیں مجھے جب یہ بات پہنچی تو میں نے فیصلہ کیا کہ ہمارا مقصد کشمیر کے لوگوں کی حالت کو درست کرنا ہے اور ان جھگڑوں میں پڑنا نہیں اس لئے میں نے تین خط لکھے ایک ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو دوسرا مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی کو اور تیسرا مولوی غلام رسول صاحب مہر کو کہ اگر احرار کی مجلس کا یہی اعتراض ہے کہ مَیں صدر رہوں تو آپ انہیں تیار کریں کہ وہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبر ہو جائیں اور مسلمانوں کی کثرت رائے کے ماتحت چلنے کا اقرار کریں اگر وہ اس امر کے لئے تیار ہوں تو میں فوراً مستعفی ہو جاؤں گا بلکہ بعض صاحبان کو تو میں نے یہ بھی لکھا کہ اس صورت میں وہ میرے اس خط کو ہی استعفیٰ سمجھ لیں۔ مجھے ان خطوط کے جو جواب آئے ہیں ان میں سے دو کا تو میں ذکر نہیں کرتا کہ شاید ان کے لکھنے والے سمجھیں ہمارے دوستوں سے ہمیں لڑوایا گیا ہے لیکن ایک کا جواب میں بیان کر دیتا ہوں۔ جو خط میں نے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کو لکھا تھا وہ انہوں نے سید محسن شاہ صاحب کو دیا تا ان لوگوں کو دکھائیں۔ جب انہوں نے یہ خط ان کے پیش کیا تو انہوں نے کہا اس کمیٹی کو کس نے نمائندہ بنایا ہے کہ اس کی اتباع کریں۔ ہم تو الگ کام کریں گے حالانکہ یہ اعتراض ان کا درست نہ تھا۔ اس کمیٹی کو آل مسلم پارٹیز کانفرنس نے اپنی شاخ قرار دیا ہے۔ اور آل مُسلم پارٹیز کانفرنس وہ ہے جس کے ممبر تمام کونسلوں کے منتخب شدہ، ممبر اسمبلی کے منتخب شُدہ ممبر اور کونسل آف سٹیٹ کے منتخب شدہ ممبر ہیں۔ اس کے علاوہ اس میں بیس ممبر مسلم لیگ کے، بیس جمعیۃ العلماء کے، بیس خلافت کمیٹی کے اور تیس ہندوستان کے عام شہرت رکھنے والے لیڈر ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ اگر یہ مجلس بھی نمائندہ نہیں تو اور کون ہوگی۔ اس میں ہر خیال کے لوگ ہیں۔ پھر سارے کے سارے انتخاب کے ماتحت ممبر بنتے ہیں۔ یون نہیں کوئی خود بخود ہی لیڈر بن جائے۔ ایک چمار کو بھی اگر کوئی جماعت منتخب کر دے تو وہ اس کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ اس میں سیالکوٹ کے بھی منتخب شدہ نمائندے ہیں۔ دیہاتی حلقہ کی طرف سے چوہدری ظفراللہ خاں صاحب اور شہری حلقہ کی طرف سے شیخ دین محمد صاحب۔ اور جب تمام مسلمانوں کے منتخب شُدہ نمائندے جو فیصلہ کریں وہ اکثریت کا فیصلہ نہیں کہلا سکتا تو کیا پندرہ

لوگوں کی اس کمیٹی کا جو ایک گھر میں بیٹھ کر بنائی گئی ہو اکثریت کا فیصلہ کہلائے گا۔ پس یہ اعتراض قطعی طور پر حقیقت سے دور ہے کہ وہ میری وجہ سے شامل نہیں ہوئے۔ یہ دیکھ کر کہ وہ کسی طرح بھی اس کمیٹی میں شامل نہیں ہوتے نیز بعض اور باتوں سے جو ان سے تعلق رکھنے والوں نے بیان کیں' یہ نتیجہ نکالنا پڑتا ہے کہ ان کی اصل غرض کچھ اور ہے۔ اور چونکہ عوام احمدیوں کے خلاف بھڑک اٹھتے ہیں اس لئے نشانہ ہم کو بنالیا ہے۔ لیکن جوش کی باتیں عارضی ہوتی ہیں۔ دنیا میں جو شخص کام کرنے کے لئے کھڑا ہو آج جو اسے پتھر مارتے ہیں کل کو ضرور وہی اس پر پھول برسائیں گے۔ جون آف آرک ایک فرانسیسی عورت تھی جس نے اپنے ملک کو آزاد کرایا تھا۔ اس کو اپنے زمانہ میں اس قدر تکلیف دی گئی کہ خود اس کے ابنائے وطن نے اسے پکڑ کر انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور انگریزوں نے اس کے متعلق یہ فیصلہ کیا کہ آگ میں زندہ ڈال کر اسے جلا دیا جائے۔ لیکن آج وہ ولیہ سمجھی جاتی ہے حالانکہ اس کا کام روحانی نہیں بلکہ جسمانی تھا۔ تو جو لوگ دوسروں کی خاطر پتھر کھاتے ہیں ان پر ضرور پھول برستے ہیں۔ یہ جو پتھر آج پھینکے گئے ہیں ان کے کھانے کی ہم میں اہلیت نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ نے اس لئے پھینکوائے ہیں کہ کل کو پھول بن کر ہمیں لگیں۔ ان سے سمجھ لینا چاہئے کہ کشمیر آزاد ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کی ایران سے جنگ ہو رہی تھی۔ کسریٰ نے ان کا ایک وفد بُلایا کہ آکر بتائے مسلمان کیا چاہتے ہیں۔ چنانچہ صحابہ کا ایک وفد گیا۔ کسریٰ نے اس سے باتیں کیں اور کہا تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ تم وحشی اور جاہل ہو اور نہیں جانتے کہ میں تمہیں پیس ڈالوں گا۔ مسلمانوں کے رئیسِ وفد نے جواب دیا بے شک ہم لوگ ایسے ہی تھے مگر خدا تعالیٰ نے ہم میں ایک نبی مبعوث کیا جس نے ہماری حالت کو بدل دیا۔ باتوں ہی باتوں میں کسریٰ کو طیش آگیا اور اس نے کہا یہ شخص گدھا ہے۔ مٹی کا ایک بورا لا کر اس پر رکھ دیا جائے۔ چنانچہ بورا لایا گیا۔ دوسرے صحابی منتظر تھے کہ وہ آگے سے ہٹ جائیں گے لیکن وہ نہایت اطمینان سے کھڑے رہے اور مٹی کا بورا لا کر ان کے کندھوں پر رکھ دیا گیا۔ اس پر انہوں نے چلّا کر کہا کہ کسریٰ نے ایران کی زمین اپنے ہاتھوں سے ہمارے سپرد کر دی اور وہ بورا اُٹھائے ہوئے دربار سے نکل گئے۔ مشرک چونکہ بُزدل ہوتا ہے۔ کسریٰ کانپ اٹھا اور گھبرا کر آدمی بھیجے کہ مٹی ان سے چھین لائیں۔ لیکن وہ صحابی اور ان کے ساتھی گھوڑوں پر سوار ہو کر بھاگ چکے تھے۔ [۴] اسی طرح میں کہتا ہوں یہ پتھر بھی جن لوگوں نے مارے ہیں انہوں نے اپنی

طرف سے نہیں بلکہ کشمیر کی طرف سے مارے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ریاست نے علاقہ پر رعایا کو قبضہ دے دیا ہے۔ سو اللہ کے فضل سے ہم امید کرتے ہیں وہ مظلوم جو سینکڑوں سال سے ظلم و ستم کا شکار ہو رہے ہیں ان کی آہیں اور سسکیاں آسمان پر جا پہنچیں اور خدا تعالیٰ نے ظالموں سے ظلم کی آخری اینٹیں پھینکوائیں تا اس ملک پر اپنا فضل نازل کرے۔

ہم نے چاہا کہ مہاراجہ اور حکومت کے ادب کو قائم رکھتے ہوئے امن کے ساتھ بغیر اس کے کہ مہاراجہ کی عزت میں فرق آئے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کشمیر کی تمام رعایا کو اس کے حقوق دلائیں مگر اس کے نادان وزراء نے ایسا نہ چاہا۔ ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ ہم باہر رہیں گے اور اس کے گھر پر جا کر پتھر نہیں پھینکیں گے۔ مگر ریاست نے ہمارے علاقہ میں ہم پر پتھر پھینکوائے اور ابتداء کی۔ اور یہ مسلّمہ ہے کہ اَلْبَادِئُ اَظْلَمُ یہ پتھر کوئی چیز نہیں۔ بعض دوستوں کو زخم آئے ہیں یہ بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ ایک صحابی کی روایت ہے۔ جنگِ احد کے دن میں نے ایک شخص کو دیکھا جو اکیلا تھا اور چاروں طرف سے اس پر حملے ہو رہے تھے۔ پتھر، نیزے اور تلواریں برس رہی تھیں پاس پہنچ کر جب میں نے دیکھا تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اگر دنیا میں سیادت حق اور روحانیت کے قیام کے لئے ہمارے آقا، سردار نے، اس مقدس وجود نے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چنا، جسے اپنے قُرب میں بلند ترین جگہ عطاء کی۔ اگر دنیا کو آزاد کرانے کے جُرم میں اس آزادی کے بانی، حریت کے قائم کرنے والے اور حُسن کی مُورت پر پتھر پھینکے گئے تو ہم لوگ جو اس کے خاک پا کے برابر بھی نہیں، کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ جب چاند نظر نہیں آیا تو چاند کا عکس کہاں نظر آ سکتا ہے۔ میں بتا رہا تھا کہ یہ فتنہ پردازی خواہ کسی کے ہاتھ سے ہوئی ہو اصل محرک اور ہے۔ لیکن ہمارا قلب وسیع ہے ہم ان ہاتھوں کو جنہوں نے پتھر برسائے، ان زبانوں کو جنہوں نے اس کے لئے تحریک کی اور اس کُنجی کو جو اس کا باعث ہوئی، معاف کرتے ہیں کیونکہ جس کام کا ہم نے بیڑا اٹھایا ہے اس کے مقابلہ میں یہ تکلیف جو ہمیں پہنچائی گئی بالکل معمولی ہے۔

جنگ عظیم میں بیلجیئم کو غلامی سے بچانے کیلئے جس کی آبادی کشمیر کی طرح تیس لاکھ کے قریب ہے، دو کروڑ آدمی مارا گیا۔ پس کشمیر کو آزاد کرانے کیلئے اگر ہم نے چند پتھر کھا لئے تو یہ کیا ہے۔ ہم نے شروع سے کوشش کی ہے کہ امن کے ساتھ کام کریں۔ اور آئندہ بھی یہی کوشش کرتے رہیں گے۔

اب میں اس سوال کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے اس وقت تک کیا کام کیا ہے۔ پہلا کام اس کا یہ ہے کہ پہلے حکومت برطانیہ پورے طور پر مسلمانوں کے خلاف تھی اور وائسرائے سے لے کر چھوٹے سے چھوٹے افسر تک کی یہی رائے تھی کہ یہ صرف چند ایک مسلمانوں کی شرارت ہے اور مَیں جس وقت شملہ پہنچا تو فضاء مسلمانوں کے سخت خلاف تھی۔ ہم نے ہر افسر سے مل کر اس مسئلہ کے متعلق اس سے بحثیں کیں اور آخر اکثر کی رائے میں تبدیلی پیدا ہو گئی حتّٰی کہ حکومت کی طرف سے ریاست پر زور ڈالا گیا اور ریاست نے دبتے ہوئے مسلمانوں سے صلح کی خواہش کی۔ خود میں اسی غرض سے وائسرائے سے ملا۔ گورنر پنجاب سے بھی بوجہ ملحقہ صوبہ کا گورنر ہونے کے گفتگو کی۔ اسی طرح ایک اور ممبرِ حکومت سے اس بارہ میں تبادلہ خیال کیا۔ بقیہ لوگوں سے مولوی عبدالرحیم صاحب درد ایم۔ اے ملتے رہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے واقعات ہیں لیکن سب کا بیان کرنا خلاف مصلحت ہے۔ اور چاہئے کسی کی تسلی ہو یا نہ ہو' تمام باتوں کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ امر ہر اک جان سکتا ہے کہ ہماری اس کوشش کے نتیجہ میں حکومت ہند میں ایسی حرکت پیدا ہوئی جو مسلمانوں کے حق میں مفید تھی۔ پھر "کشمیر ڈے" کا اعلان کیا گیا جس کی غرض یہ تھی کہ شملہ میں جب کانفرنس ہوئی تو بعض اصحاب کی رائے تھی وائسرائے کے پاس ایک وفد لے جایا جائے لیکن بعد غور یہ فیصلہ ہوا کہ اس وقت وفد لے جانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر وہ یہ دریافت کریں کہ آپ لوگوں کو نمائندگی کا حق کس نے دیا ہے تو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں اس لئے پہلے "کشمیر ڈے" منایا جانا چاہئے۔ ہر جگہ سے حکومت کو تار دیئے جائیں کہ کشمیری مسلمانوں سے ہمیں ہمدردی ہے اور ان کی امداد کے لئے کشمیر کمیٹی جو کچھ کر رہی ہے ہم اس سے متفق ہیں۔ جب ہر جگہ سے جلسے ہو کر حکومت کو اطلاعات دی جائیں گی تو پھر ہماری آواز آٹھ کروڑ مسلمانوں کی آواز سمجھی جائے گی۔ گو وقت بہت تھوڑا تھا مگر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی کوشش سے ہندوستان کے ہر گوشہ میں نہایت شاندار اور کامیاب جلسے ہوئے۔ خود سیالکوٹ کے لوگ گواہ ہیں کہ مقامی کشمیر کمیٹی کی کوشش سے یہاں ایسا کامیاب اور شاندار جلوس اور جلسہ ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔ یہ ایک ایسا کام ہے جسے ہر شخص نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا اس پر قریباً پچاس ہزار روپیہ خرچ ہوا۔ یہ کوئی فضول کام نہیں بلکہ نہایت دیرپا اور مفید تحریک تھی۔ جس کے پھل مدتوں تک نکلتے رہیں

گے اور اس سے گورنمنٹ کے دل میں یہ بات میخ کی طرح گڑ گئی ہے کہ اس تحریک میں سب مسلمان متفق و متحد ہیں۔ اگر اسے تفرقہ کی وجہ سے نقصان نہ پہنچایا جاتا تو یقیناً بہت فائدہ ہو سکتا تھا۔ پھر جس وقت تار آئی کہ سرینگر میں گولی چلی ہے ہم نے فوراً ایک وکیل وہاں بھیجا جو آج تک وہیں ہے۔ مظلومین کے لئے روپیہ بھجوایا گیا' وہاں کی کمیٹی کے کام کے لئے بھی کچھ امداد ارسال کی گئی۔ کشمیر کے علاقہ کی بعض کمیٹیوں کی حالت تو ایسی ہے کہ بعض اوقات تار دینے کے لئے بھی ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ اس لئے نہیں کہ وہ لوگ قربانی کا مادہ نہیں رکھتے بلکہ اس لئے کہ بائیکاٹ وغیرہ کی وجہ سے بعض جگہ کے لوگ جہاں مسلمان کم ہیں سخت اقتصادی نقصان اٹھا رہے ہیں۔ اور نانِ شبینہ کے محتاج ہیں۔ جس وقت یہ امداد کی گئی ہے اس وقت کشمیر فنڈ میں ایک پیسہ بھی نہ تھا لیکن ہم برابر انہیں روپیہ بھیجتے رہے اور پانچ صد روپیہ تو پہلے ہی دن بھیجا تھا۔ اس کے علاوہ تین کشمیری نوجوانوں کو بھیجا گیا کہ وہ جاکر دیہات میں بیداری پیدا کریں کیونکہ معلوم ہوا تھا حکومت کشمیر کوآپریٹو بنکوں کے کارکنوں کے ذریعہ ناواقف دیہاتیوں سے انگوٹھے لگوا رہی ہے۔ انہیں کہا تو یہ جاتا ہے کہ سب انگوٹھے لگا دو تمہارے ہاں بنک قائم کر دیا جائے لیکن لکھ یہ لیا جاتا ہے کہ ہم سرکار کے سچے وفادار ہیں۔ اور سرینگر وغیرہ کے شورش کرنے والوں سے متفق نہیں اور ان کی حرکات کو ناپسند کرتے ہیں حالانکہ سارا کشمیر سوائے چند غدّاروں یا ناواقفوں کے ریاست کے موجودہ انتظام میں تبدیلی چاہتا ہے۔ پس اس خوف سے کہ ان کے اَن پڑھ ہونے سے فائدہ نہ اٹھایا جائے انہیں اصل حقیقت بتانا ضروری تھا۔ چنانچہ مجھے شملہ میں ایک اعلیٰ افسر نے کہا کہ ہمارے پاس تو وہاں سے اطلاعات آرہی ہیں کہ لوگ انگوٹھے لگا کر بھجوا رہے ہیں کہ ہم کو ریاست میں پورا امن حاصل ہے۔ پس اس بلا کو روکنے کے لئے ہم نے تین آدمی مقرر کئے جو دیہات میں پھر پھر کر لوگوں کو ہوشیار کریں کہ ریاست کے افسروں کے اس قسم کے دھوکوں میں نہ آئیں۔ پھر جموں میں پولیس کے حملہ کے متعلق جب تار آیا تو اُسی وقت ہم نے اپنا نمائندہ وہاں بھجوا دیا۔ فوٹوگرافر کو بھیجا گیا تا وہ زخمیوں کے فوٹو لے۔ اور اب ہمارے پاس ڈوگرا حکومت کے مظالم کا زبردست ثبوت ہے۔ پہلے جب میں نے وائسرائے کو تار دیا کہ وہاں مسلمانوں پر حملہ کیا گیا ہے تو حکومتِ ہند نے ریاست کو اس کے متعلق تار دیا۔ اس کے بعد پولیٹیکل سیکرٹری نے مجھے بذریعہ تار اطلاع دی کہ حکومتِ کشمیر اس سے انکار کرتی ہے۔ لیکن ہمارے پاس اب فوٹو ہیں اور اس

طرح ہم نے حکومت کشمیر کا جھوٹ ثابت کرنے کے لئے کافی مصالحہ جمع کر لیا ہے۔ پھر نہ صرف یہ امداد دی بلکہ زخمیوں کے علاج کے لئے ڈاکٹر اور ادویہ وغیرہ بھجوائے۔ پھر جب پتہ لگا کہ لوگ بہت غریب ہیں تو پسماندگان کو امدادی رقوم بھجوائیں۔ بعض گھروں کی تو یہ حالت تھی کہ ادھر ان کے آدمی قید ہو گئے اور ادھر ان کے ہاں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا۔ ہم نے اس کے لئے روپیہ بہم پہنچایا۔ اُس وقت مجلس احرار قائم ہو چکی تھی مگر کیا انہوں نے بھوکوں کا پیٹ بھرا۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ ہاں آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ایسا کیا۔ پھر مقدمات شروع ہوتے ہی انہوں نے قانونی امداد طلب کی اور ہم نے فوراً وہاں وکیل بھجوا دیا۔ مولوی مظہر علی صاحب اظہر تحقیقات کے لئے سرینگر تو پہنچ گئے مگر جموں میں مقدمات کی پیروی کے لئے نہ پہنچ سکے۔ پھر ہم نے ولایت میں پروپیگنڈا کیا ہے اور وہاں کے بعض لارڈز کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ وزراء اور پارلیمنٹ کے دوسرے ممبروں پر زور دیں کہ اس معاملہ میں مداخلت کی جائے اور ان سب باتوں کا اتنا اثر ہوا ہے کہ اندازاً چھ سَو روپیہ ماہوار تنخواہ پر لنڈن میں ایک ایجنٹ مقرر کیا گیا ہے جو ہمارے پروپیگنڈا کا مقابلہ کرے اور ریاست کے حق میں پروپیگنڈا کے لئے بعض اخبارات کو مائل کرے۔ اگر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی یہ مساعی معمولی ہیں تو کیا ضرورت تھی کہ اس قدر خرچ کیا جاتا۔ پھر ہم نے عرب' امریکہ' سماٹرا' جاوا' مصر' شام وغیرہ تمام مشرقی و مغربی ممالک میں انتظام کیا ہے کہ وہاں کے اخبارات میں حکومت کشمیر کے مظالم کی داستانیں شائع کی جائیں۔ غلامی کو دور کرنے والی لیگوں کو لکھا گیا ہے کہ انگریزی حکومت کے اندر اس وقت بھی تیس لاکھ انسان بدترین غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

غرضیکہ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ہم نے اس تحریک کو نہ پہنچایا ہو کیونکہ ہر جگہ ہماری جماعت خدا کے فضل سے موجود ہے۔ ہاں ہم نے جو کچھ نہیں کیا وہ یہ ہے کہ سب کچھ کرنے کے باوجود شور نہیں مچایا کہ ہم یہ کر رہے ہیں اور وہ کر رہے ہیں۔ ایک مخلص لیڈر نے مجھے لکھا کہ آپ اور مَیں کشمیر میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ حکومت لازماً ہمیں گرفتار کرے گی اور اس سے تمام ملک میں شور مچ جائے گا۔ میں نے انہیں لکھا یہ صحیح ہے کہ میری اور آپ کی گرفتاری پر شور پڑ جائے گا کیونکہ ہمارے لئے اپنی جان اور مال قربان کرنے والے لاکھوں آدمی موجود ہیں مگر ریاست اتنی بے وقوف نہیں کہ ہمیں گرفتار کرے۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ ہرگز ایسا نہیں کرے گی۔ پس اس فعل میں ہماری کوئی قربانی نہیں ہوگی صرف ایک

نمائش ہو جائے گی جس سے فائدہ اُٹھانا ہماری شان کے خلاف ہے چنانچہ انہوں نے بھی مجھ سے اتفاق کیا۔

احرار کا ایک ہی کام بیان کیا جاتا ہے یعنی جتھوں کا بھیجنا۔ لیکن یہ تحریک بھی آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ہی شروع کی ہے اور سب سے پہلے جتھوں کے متعلق ہمارے اعلانوں میں ہی ذکر آیا ہے لیکن بعد میں جب میں نے اس پر اچھی طرح غور کیا تو میں اسی نتیجہ پر پہنچا کہ یہ تجویز ریاستی مسلمانوں کے لئے نقصان رساں ہے۔ خود کشمیر کے بعض سرکردہ لوگوں کے جن کے نام ظاہر کرنا مناسب نہ ہوگا' خطوط ہمارے پاس موجود ہیں جن میں وہ لکھتے ہیں کہ یہ تحریک ہمارے لئے مُضِر ہے ہمیں تو صرف یہ ضرورت ہے کہ یہاں کے بیکس لوگوں کے لئے روپیہ بھیجا جائے جو اس مصیبت کے ایام میں فاقوں کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قید ہونے کے لئے تو کشمیر کے بہت آدمی تیار ہیں۔ آخر اپنے گھر کا جو دکھ انہیں ہو سکتا ہے باہر والوں کو تو نہیں ہو سکتا۔ جو مشکل ان کے راستہ میں ہے یہ ہے کہ جب اس قسم کی تحریک شروع ہو تو ہزاروں غریب پِس جاتے ہیں ان کی کچھ نہ کچھ امداد حوصلہ افزائی کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ پس جس طرح یورپ کے لوگ آرمینیا وغیرہ کے لوگوں کی روپیہ سے امداد کرتے تھے اور انہیں کوئی اعتراض نہ ہو سکتا تھا اسی طرح برطانوی ہند کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ ریاست کے مظلومین کی مالی امداد کریں۔

جتھوں کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ انہیں اول تو انگریزی حکومت ہی روکے گی۔ چنانچہ یہاں کے لوگوں کو معلوم ہے کہ احرار کے جتھوں کے ساتھ انگریزی افسر سیالکوٹ سے جموں گئے تھے تا اگر حکومت جموں اجازت نہ دے تو وہ ان لوگوں کو واپس لے آئیں۔ انٹرنیشنل لاء کے مطابق ہر حکومت اس بات کی ذمہ دار ہے کہ اگر اس کی رعایا میں سے کوئی لوگ دوسری سرحد پر جاکر شورش پیدا کرنا چاہیں تو وہ انہیں روکے۔ اس لئے پنجاب سے بمبئی' کلکتہ' مدراس بلکہ برما میں بھی جتھا جا سکتا ہے لیکن انگریزی رعایا کا کوئی جتھا کشمیر میں نہیں جا سکتا۔ پس جتھے بھیجنے کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ حکومت انگریزی انہیں روکے گی اور طبائع میں جوش ہونے کی وجہ سے لڑائی کا رُخ انگریزوں کی طرف ہو جائے گا۔ وہاں ڈوگرہ حکومت ریاست کے مسلمانوں کو کُچلتی رہے گی اور یہاں انگریزوں سے مسلمان پِٹ رہے ہونگے۔ پس جتھے بھیجنا ریاست کے مسلمانوں سے دشمنی کے مترادف ہے' خیر خواہی ہرگز نہیں۔ جو اشخاص یہ جانتے

ہوئے کہ ہمیں پکڑا نہیں جائے گا وہاں جاتے ہیں وہ محض نمائش کرتے ہیں اور جسے اس کا شوق ہو بے شک کرے ہم تو ٹھوس کام کرنا چاہتے ہیں۔ شروع میں لوگ بے شک ہنگامہ خیزی سے متأثر ہو جائیں مگر آخر ایک نہ ایک دن دنیا یہ محسوس کر ہی لیتی ہے کہ کام کون کر رہا ہے؟ اور دراصل ٹھوس کام کر ہی وہ سکتا ہے جس کے اندر صبرو استقلال کے ساتھ حوادث کا مقابلہ کرنے کی سپرٹ ہو۔ ابھی دیکھ لو ہمیں تو یہ لوگ بُزدل اور ٹوڈی ؎۵ کہتے ہیں اور خود بڑے حُریت پسند، آزادی کے شیدا اور مجاہد ہونے کے دعوے کرتے ہیں۔ لیکن ہم تو ایک گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک پتھروں کی شدید بارش کے باوجود یہاں ڈٹے رہے ہیں لیکن یہ صرف ایک دھمکی سن کر ہی بھاگ گئے ہیں۔ حق کو اختیار کرنے سے ہی صبرو استقلال اور دلیری و جرأت پیدا ہوتی ہے۔ جس وقت انسان اپنی نیت بدل لے اسی وقت اس کی روحانی حالت میں بھی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر یہ لوگ بھی آج فیصلہ کرلیں کہ نمائش، ہنگامہ آرائی اور ذاتی اغراض و مقاصد کو چھوڑ کر حق کی حمایت کریں گے خواہ نتیجہ کچھ ہو تو ان کے اندر بھی دلیری اور بہادری پیدا ہو سکتی ہے۔

اب میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ فرض کرو میں نے جو کچھ اس وقت تک بیان کیا وہ کسی کی نظر میں سب فضول ہے تو بھی کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ جو چیز اس کی نظر میں لغو ہے وہ دوسروں کو بھی لغو سمجھنے پر مجبور کرے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ **هَلْ شَقَقْتَ قَلْبَهٗ** ؎۶ یعنی کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا ہے۔ فرض کرلو آل انڈیا کشمیر کمیٹی چند ایک ٹوڈیوں کا مجموعہ ہے۔ گو اس میں مولانا حسرت موہانی، مولانا شفیع داؤدی جیسے مُسلم رہنما مشیر حسین صاحب قدوائی جیسے کانگریسی لیڈر بھی شامل ہیں اور ہندوستان کے اندر سب لوگ اس حقیقت سے آگاہ ہیں کہ مولانا حسرت موہانی بُزدلوں میں نہیں بلکہ قیدو بند کے شوق میں کانگریس کے لیڈروں سے بھی دس قدم آگے ہی رہنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ وہ کانگریس کے دشمن ہی اس وجہ سے ہیں کہ وہ مکمل آزادی کی خواہاں نہیں۔ اگر تو ٹوڈی کی یہی علامت ہے کہ جو شخص چاہے کسی کو ٹوڈی کہہ لے، تب تو الگ بات ہے۔ لیکن اگر اصول کو بھی کوئی عزت حاصل ہے اور اگر ٹوڈی لفظ کے بھی کوئی معنی ہیں۔ (اگرچہ مجھے آج تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس لفظ کے کیا معنی ہیں) اور پھر عقل بھی دنیا میں کوئی چیز ہے تو اس کمیٹی میں ایسے ایسے ممبر ہیں جو تحریک حریت کے زبردست رہنما تسلیم کئے گئے ہیں اور جو مدتوں جیل خانوں

میں رہ چکے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی' مولوی غلام رسول صاحب مہر اور دیگر کئی ممبر اس کے ایسے ہیں جو جیل خانوں میں ہو آئے ہیں۔ لیکن احرار کہہ رہے ہیں کہ ابھی تک ان کی ٹوڈیت نہیں گئی۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے جاپان کے ایک سیاست دان نے لکھا تھا کہ یورپ کے لوگ ہمیں غیر مہذب کہتے تھے۔ ہم نے خیال کیا شاید تہذیب تعلیم حاصل کرنے سے آتی ہے اس لئے ہم نے مدرسے جاری کئے مگر پھر بھی غیر مہذب ہی کہلاتے رہے۔ پھر خیال کیا شاید انڈسٹری کی ترقی سے تہذیب حاصل ہو سکے گی اس لئے اسے فروغ دینے کی پوری کوشش کی مگر پھر بھی ہمیں مہذب نہ سمجھا گیا۔ پھر ہم نے سوچا شاید یورپین ممالک میں تعلیم حاصل کرنے کا نام تہذیب ہے اور ہم نے کثرت سے نوجوان دوسرے ممالک میں اس غرض کیلئے بھیجے مگر پھر بھی اہل یورپ ہمیں غیر مہذب ہی سمجھتے رہے۔ پھر ہم نے فوجوں کی درستی کی' کئی جہاز بنائے' مگر سب چیزیں اکارت گئیں اور ہم بدستور غیر مہذب سمجھے جاتے رہے حتّٰی کہ منچوریا ۲۸ کے میدان میں ہم نے ایک لاکھ سفید چمڑے والے روسیوں کو تہہِ تیغ کر دیا اور پھر اہلِ مغرب ہمیں مہذب سمجھنے لگے مگر دقّت یہ ہے کہ وہاں تو پھر بھی مہذب کی تعریف معلوم ہو گئی تھی مگر یہاں تو ٹوڈی کی کوئی بھی تعریف اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکی۔ بعض اخبارات ایسے لوگوں کو بھی ٹوڈی لکھتے ہیں جو ان سے زیادہ عرصہ تک جیل خانوں میں رہ چکے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ منہ سے کہہ دینا اور بات ہے لیکن دلائل اور حقائق سے ثابت کرنا اور بات ہے۔

کشمیر کمیٹی میں مولوی میرک شاہ صاحب جیسے دیوبندی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی جیسے اہل حدیث اور پیروں میں سے خواجہ حسن نظامی صاحب' مولانا ابوالحمید ظفر صاحب بنگالی جیسے' سیاست دانوں میں سے مولانا حسرت موہانی' مولانا شفیع داؤدی' ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب کانگریسیوں میں سے ملک برکت علی اور مشیر حسین صاحب قدوائی' تعلیم جدید کے ماہرین میں سے ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جیسے اور فلسفیوں اور شاعروں میں ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب جیسے کشمیر کے مسلمانوں کے دیرینہ خادموں میں سے سید محسن شاہ صاحب جیسے لوگ شامل ہیں۔ آخر سوچنا چاہئے یہ کیا ہوا چلی کہ مذہبی لیڈر علومِ دینیہ کے ماہر' آزادی و حُرّیت کے رہنما' فلسفہ و شعر میں کمال رکھنے والے سب کے سب نے مل کر یکدم فیصلہ کر لیا کہ آؤ ایسا دھوکا کریں کہ سب دنیا احمدی ہو جائے۔ میرے پاس وہ

کونسا جادو تھا کہ ان سب کو میں نے اس سازش میں شامل کر لیا۔ مولوی میرک شاہ صاحب اور خواجہ حسن نظامی صاحب بھی میرے ساتھ اس میں شامل ہو گئے۔ پھر ابو بکر صاحب کو بنگال میں مذہبی لحاظ سے جو پوزیشن حاصل ہے' وہ پنجاب میں ایک شخص کو بھی نہیں۔ بیس تیس لاکھ کے درمیان ان کے مرید ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے بیٹے کو اس سازش میں شریک کر دیا اور اگر یہ صحیح ہے کہ میں نے مسلمانوں کے ان تمام لیڈروں پر جادو کر دیا ہے تو کیا میں ایسا جادو سیالکوٹ کے عوام پر ہی نہیں کر سکتا وہ میرے افسوں^۸ سے بچ جانے کی امید کس طرح کر سکتے ہیں۔ میں تو اس صورت میں سیالکوٹ کی گلی گلی میں احمدیت پھیلا دوں گا۔ جو قوم یہ تسلیم کرتی ہے کہ اس کے چوٹی کے لیڈروں پر میرا جادو چل گیا ہے وہ کس طرح یہ گمان کر سکتی ہے کہ اس کے عوام محفوظ رہ سکتے ہیں۔ مگر یہ کہنا میری نہیں خود ان لوگوں کی اپنی ہتک ہے جو ایسا کہتے ہیں۔

یہ بات بالکل غلط ہے اگر ان لوگوں کو اس تحریک میں احمدیت کا ذرا بھی اثر نظر آتا تو ان کو کیا مجبوری تھی کہ میرے ساتھ اس طرح شامل ہو جاتے۔ اگر مخالفت کا موقع ہوتا تو یقیناً یہی لوگ مخالفت کرتے جو اس وقت میرے ساتھ ہیں۔ سو یہ محض وہم ہے۔ بلکہ وہم بھی نہیں ہنگامی جوش کی وجہ سے جنون کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جس کے باعث خلاف حقیقت باتیں ان لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ موجود الوقت سب لوگوں نے مجھ پر زور دیا کہ میں اس کمیٹی کی صدارت منظور کر لوں اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہوں نے کہا یہ کمیٹی نئی قائم ہوئی ہے اور اس کی اساس کو قائم کرنے میں ہی ہمارے کئی ماہ صرف ہو جائیں گے لیکن آپ کی جماعت منظم ہے اور آپ ایک ہفتہ کے اندر اندر ہی کام شروع کر سکتے ہیں۔ میں نے اس سے انکار کیا لیکن بعض دوستوں کی طرف سے اصرار ہوا بلکہ بعض نے تو کہا کہ آپ ڈکٹیٹر بننا منظور کریں۔ لیکن میں نے اس سے انکار کیا اور کہا اگر بننا ہی ہوا تو میں پریذیڈنٹ ہی رہوں گا ڈکٹیٹر نہیں بننا چاہتا۔ اس پر مجھے یہ کہہ کر مجبور کیا گیا کہ قوم کی خدمت سے آپ انکار نہ کریں اور کوئی بے وقوف ہی کہہ سکتا ہے کہ ان تمام لیڈروں نے یہ سازش کی۔ اور یہ جانتے ہوئے کہ میں غیر احمدیوں کو اس طرح احمدی بنا سکوں گا اور میرے ساتھ شامل ہو گئے۔ دراصل یہ لوگ خیال کرتے ہیں ساری عقل ہمارے ہی اندر ہے باقی سب لوگ پاگل ہیں۔ مجھے یہ لوگ اسلام کا دشمن سمجھتے ہیں لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ اگر میرے ذریعہ سے اسلام کی تائید ہو جائے تو ان کا کیا حرج ہے؟ اور یہ خوشی کا مقام ہے یا رنج کا؟ رسول کریم

ﷺ فرماتے ہیں کہ کبھی خدا تعالیٰ اسلام کی ایک فاسق شخص کے ذریعہ سے مدد کرتا ہے۔[۹]
پس یہ باوجود مذہبی مخالفت کے اگر یہی کچھ سمجھ لیتے کہ خدا تعالیٰ ایک دشمن سے کام لے رہا ہے تو ان کا کوئی حرج نہ تھا۔ آخر یہ لوگ گاندھی جیسے کافر کی اتباع بھی تو کر ہی رہے ہیں حالانکہ اس کے عقائد اسلام کے سخت خلاف ہیں۔ اس کی لائف پڑھ کر دیکھو کس طرح شروع سے آخر تک اسلام کی ہتک کی گئی ہے۔ ہندو دھرم کے وہ مسائل جو اسلام کے مقابل ہیں ان میں خاص طور پر اس نے ہندو دھرم کی فضیلت ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے اندر تو انہیں کوئی عیب نظر نہیں آتا لیکن ہمارے اندر جن کا عقیدہ ہے۔

بعد از خدا بعشقِ محمد مخمّرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

عیوب کے سِوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

عقائد کا اختلاف سہی اور پچاس نہیں پچاس ہزار امور میں اختلاف سہی۔ ہر ایک کا حق ہے کہ دوسرے کے عقائد کو غلط سمجھے۔ لیکن اگر میں یہ سمجھتا ہوں کہ حنفی غلطی پر ہیں تو یہ میرا حق نہیں کہ کہہ دوں یہ خدا تعالیٰ کے بھی منکر ہیں۔ یہ بدترین قسم کی بددیانتی ہے۔ انگریزی میں ایک مثل مشہور ہے Give the devil his due یعنی شیطان کو بھی اس کا حق ملنا چاہئے۔ جب ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے خادم ہیں تو خواہ ہمیں غلطی پر سمجھا جائے لیکن اتنا تو ماننا چاہئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اور ہماری طرف غلط باتیں تو منسوب نہیں کرنی چاہئیں۔

مولوی میرک شاہ صاحب جانتے ہیں کہ کشمیر میں احمدیوں کی تعداد سَو میں سے ایک بھی نہیں لیکن یہاں تک مشہور کیا گیا ہے کہ مَیں وہاں کی بادشاہت حاصل کرنی چاہتا ہوں بلکہ تاج بھی تیار کیا جا چکا ہے۔ لیکن اتنا نہیں سوچتے کہ جو رعایا راجہ کو نکالے گی وہ ہمیں کس طرح بادشاہ بنا لے گی۔ یہ تو ممکن ہے کہ مولانا انور شاہ صاحب یا میر واعظ شاہ صاحب یا مولوی میرک شاہ صاحب کو بنائے لیکن ہم میں سے کسی کے بننے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ یہ سب جوش پیدا کرنے والی اور خلاف عقل باتیں ہیں۔ کشمیر ایجی ٹیشن ایک سیاسی کام ہے مسلمان یا غیر مسلمان کا سوال نہیں۔ جب انسان ایک گدھے کو مارتا ہے اور ہمیں درد محسوس ہوتا ہے تو کیا وجہ ہے اپنے جیسے انسان کو بدترین مصیبت میں دیکھ کر کچھ احساس نہ ہو۔ میں نے

وہاں خود دیکھا ہے کہ مسلمان زمیندار کو ایک بنیا پیٹتا جاتا ہے اور وہ آگے سے ہاتھ جوڑتا ہے۔ میں چھوٹا تھا کہ ہم سری نگر جاتے ہوئے ایک گاؤں میں سے گزرے۔ اس وقت موٹریں نہ تھیں تانگوں پر جاتے تھے۔ گاؤں والوں سے ہم نے مرغ مانگا مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اور کہا اس گاؤں میں تو وبا پڑی تھی اور سب مرغ مر گئے۔ میرے چھوٹے بھائی بھی میرے ساتھ تھے جن کی عمر اُس وقت ۱۳ سال کی تھی۔ وہ ایک گھر میں گھُس گئے اور واپس آکر کہا اس میں چالیس سے زیادہ مرغ ہیں۔ میں نے سمجھا بچہ ہے، غلطی لگی ہوگی لیکن پاس ہی صحن تھا، میں نے جو ادھر نظر کی تو واقعی صحن مرغوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے جب گھر والے سے پوچھا تو اس نے کہا یہ تو ہم نے نسل کُشی کے لئے رکھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ایک اور ساتھی نے آکر کہا۔ قریباً سب گھروں میں کثرت سے مرغ موجود ہیں۔ آخر گاؤں والوں نے بتایا کہ بات یہ ہے کہ سرکاری آدمی آتے ہیں اور بغیر پیسہ دیئے ہمارے گھر اُجاڑ کر چلے جاتے ہیں اس لئے ہر سفید پوش کو سرکاری آدمی سمجھ کر انکار کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ مَیں پہلگام گیا۔ ریاست کا اس وقت قانون تھا کہ بوجھ اٹھانے کیلئے اگر آدمی کی ضرورت ہو تو تحصیلدار کو چٹھی لکھی جائے۔ چنانچہ میں نے بھی چٹھی لکھی۔ مزدور آ گئے اور بوجھ اٹھا کر چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک آہیں بھر رہا اور کراہ رہا ہے میں چونکہ جانتا تھا۔ کشمیری مزدور بوجھ بہت اُٹھاتے ہیں اس لئے اس کے کراہنے پر مجھے حیرت ہوئی اور کہا تم لوگ تو بوجھ اٹھانے میں بہت مشّاق ہو پھر اس طرح کیوں کراہ رہے ہو۔ اس نے کہا مشّاق وہی ہوتے ہیں جن کا یہ پیشہ ہو۔ میں تو برات کے ساتھ جا رہا تھا کہ پکڑ کر یہاں بھیج دیا گیا۔ وہ ایک معزّز زمیندار تھا جس نے کبھی یہ کام نہ کیا تھا۔ میں نے اسے کہا میں ٹرنک خود تو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا پہلے گاؤں میں ہی چل کر خواہ مجھے کتنی رقم خرچ کرنی پڑے، میں وہاں سے مزدور لے کر تمہیں چھوڑ دوں گا، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

اس سے بھی زیادہ عجیب واقعہ مجھے ایک افسر نے جو پونچھ میں وزارت کے عہدہ پر فائز رہا ہے بتایا انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مجھے مزدوروں کی ضرورت تھی میں نے حاکم مجاز کو اس کے متعلق خط لکھا اس نے کچھ مزدور بھیجے جن کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ ان میں سے ایک بھی مزدور نہ تھا بلکہ سب کے سب براتی تھے جن میں دولہا بھی شامل تھا۔ ذرا غور کرو۔ یہ کس قدر دردناک واقعہ ہے۔ ان لوگوں کے لئے کھانے پکے ہوئے ہوں گے اور لڑکی والے

ان کی راہ دیکھ رہے ہوں گے، دلہن دولہا کا انتظار کر رہی ہوگی۔ اس واقعہ سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ذرا اسے اپنے اوپر قیاس کر کے دیکھو۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ کشمیری مسلمانوں پر ایسی ایسی آفتیں اور مصائب نازل ہو رہے ہوں اور یہاں یہ جھگڑے پیدا کئے جائیں حالانکہ چاہئے تھا کہ متحدہ کوشش سے ان کی تکلیف کو دور کیا جاتا۔ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ میں شدید اختلاف تھا۔ جس سے جرأت پا کر روم کے بادشاہ نے اسلامی سلطنت پر حملہ کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت معاویہؓ نے اسے لکھا۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سب سے پہلا جرنیل جو علیؓ کی طرف سے تمہارے مقابل پر آئے گا وہ معاویہ ہوگا۔ تو جہاں درد ہوتا ہے وہاں انسان شخصیتوں کا خیال کئے بغیر قربانی کیلئے تیار رہتا ہے۔

ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک خاوند کی دو عورتیں تھیں وہ باہر گیا ہوا تھا پیچھے دونوں کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے مگر ایک کا لڑکا مر گیا۔ اس نے خیال کیا اب میری سوکن کی وقعت خاوند کی نظر میں بڑھ جائے گی اس لئے اس نے دوسری کے بچہ کو اپنا کہنا شروع کر دیا اور یہ جھگڑا اس قدر طول پکڑ گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ گیا۔ وہ حیران تھے کہ اس کا کیا فیصلہ کریں۔ حضرت سلیمان ان دنوں میں نوجوان تھے انہوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ میں کرتا ہوں اور کہا کہ ایک تلوار لاؤ تا کہ اس بچہ کو آدھا آدھا کر کے دونوں میں بانٹ دیا جائے۔ جس کا بچہ نہیں تھا اس نے تو کہا بے شک ایسا کر دیں لیکن جس کا تھا وہ کہنے لگی آپ ایسا نہ کریں یہ بچہ اس دوسری عورت کا ہے اس لئے اسے ہی دے دیا جائے۔ غرض جب حقیقی خیر خواہی دل میں ہو انسان ان باتوں کو نہیں دیکھا کرتا بلکہ کام کو دیکھتا ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان تفرقوں کو بُھلا دیا جاتا۔ اگر کبھی مذہبی مخالفت کا موقع آیا اور کشمیریوں کے لئے ہماری وجہ سے مذہبی خطرہ پیدا ہو گیا تو یاد رکھو وہی لوگ اس کی مخالفت کے لئے اٹھیں گے جو آج میرے ساتھ ہیں کیونکہ یہی اس کے اہل ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی زندگیاں علمی تحقیقاتوں میں صرف کی ہیں اور یہ اپنے اپنے سلسلوں کے لیڈر ہیں۔ میں احرار والوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کوئی یہاں بیٹھا ہو تو جا کر اپنے دوستوں کو سنا دے کہ میں ان پتھروں کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کرتا اور اس وجہ سے ان پر کوئی غصہ نہیں۔ انہیں چاہئے کشمیر کے مظلوم بھائیوں کی خاطر اب بھی ان باتوں کو چھوڑ دیں۔ وہ آئیں میں صدارت چھوڑنے کیلئے تیار ہوں لیکن وہ عہد کریں کہ مسلمانوں کی اکثریت کے فیصلہ کی اتباع کریں گے۔ ان کے اخلاق آج ہم نے دیکھ لئے ہیں وہ آئیں اور

ہمارے اخلاق بھی دیکھیں۔ میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ صدارت چھوڑ دینے کے بعد بھی میں اور میری جماعت ان کے ساتھیوں سے بھی زیادہ ان کا ہاتھ بٹائیں گے۔ صدارت میرے لئے عزت کی چیز نہیں۔ عزت خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔ سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُھُمْ [له] اگر کام نہ کیا جائے تو صرف صدر بننے سے کیا عزت ہو سکتی ہے۔ وہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کوئی مجنون کہے میں بادشاہ ہوں۔ بغیر خدمت کے اعزاز حاصل نہیں ہو سکتا۔ میرے ذمہ تو پہلے ہی بہت کام ہے۔ اتنی عظیم الشان جماعت کا میں امام ہوں اور اس قدر کام کرنا پڑتا ہے کہ بارہ ایک بجے سے پہلے شاید ہی کبھی سونا نصیب ہوتا ہو۔ میں نے تو یہ بوجھ صرف اس لئے اٹھایا ہے کہ کشمیری مسلمانوں کی آئندہ نسلیں دعائیں دیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا بھلا کرے جن کی کوشش سے آج ہم آرام کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان کے لئے بھی موقع ہے کہ کشمیریوں سے دعائیں لیں۔ ان کی دعائیں عرشِ الٰہی کو ہلا دیں گی۔ وہ کہیں گے الٰہی! جن لوگوں نے ہمیں آزاد کرایا ہے تُو بھی ان کو آزاد کر دے۔

دیکھو رسول کریم ﷺ نے دنیا کو آزادی دلائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کروڑوں انسان آپ کے نام پر اپنا سب کچھ نثار کر دینے پر آمادہ ہیں۔ وہی مغل جنہوں نے اسلام کو مٹانے کے لئے بغداد کو تباہ کیا آخر آکر آپؐ کے قدموں پر گر گئے۔ اور آپؐ کی محنت ایسی بابرکت ثابت ہوئی کہ آج ساڑھے ۱۳ سو سال گذرنے پر بھی آپ کا نام بلند ہو رہا ہے۔ یہ خدمت کا نتیجہ ہے۔ دنیا کی چند روزہ واہ واہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ آخر ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے اور وہاں کوئی چالاکی اور ہوشیاری کام نہ آسکے گی۔ اگر کسی شخص نے دیانتداری سے کام کیا ہے تو خواہ وہ مجرم بھی ہو' خدا تعالیٰ ضرور اس پر رحم کر دے گا لیکن جس نے دیانتداری سے کام نہیں کیا' اس کا کام خواہ اچھا ہی ہو' خدا تعالیٰ یہی کہے گا کہ تیری نیت نیک نہ تھی۔

آخر میں سب حاضرین سے اور ان سب سے جن تک میرا یہ پیغام پہنچے کہتا ہوں کہ اُٹھو اپنے بھائیوں کی امداد کرو۔ اپنے کام بھی کرتے رہو مگر کچھ نہ کچھ یاد ان مظلوموں کی بھی دل میں رکھو۔ جہاں اپنے خانگی معاملات اور ذاتی تکالیف کے لئے تمہارے دلوں میں ٹیسیں اُٹھتی ہیں' وہاں ایک ٹیس ان مظلوموں کے لئے بھی پیدا کرو۔ اور ان آنسوؤں کی جھڑیوں میں سے جو اپنے اپنے متعلقین کیلئے برساتے ہو اور نہیں تو ایک آنسو اِن ستم رسیدہ بھائیوں کے لئے بھی

ٹپکاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ تمہاری آنکھوں سے ٹپکا ہوا ایک ایک آنسو جن کی محرک سچی ہمدردی ہوگی 'ایک ایسا دریا بن جائے گا جو ان غریبوں کی تمام مصائب کو خس و خاشاک کی مانند بہا کر لے جائے گا اور اس ملک کو آزاد کرادے گا۔

(الفضل ۲۴۔ ستمبر ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ھُوَ النَّاصِرُ

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار اسلام

معزز جریدہ ''انقلاب'' میں ۲۳۔ تاریخ کو ایک مقالہ افتتاحیہ اوپر کے عنوان کے نیچے شائع ہوا ہے اس میں ''انقلاب'' کی خدمات اسلام' کشمیر کے سوال کی اہمیت' آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار اسلام کو مل کر کام کرنے کی نصیحت اور دونوں کے بعض معاونین کی ناگوار چھیڑ چھاڑ کا ذکر اور اس سے بچنے کی نصیحت ہے۔

''انقلاب'' کی اسلامی خدمات

''انقلاب'' کی اسلامی خدمات کا تو میں سمجھتا ہوں کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ جب مجھے ''انقلاب'' کی پالیسی سے اختلاف بلکہ اختلاف شدید بھی ہوا ہے تب بھی میرا دل ان امر کو محسوس کرتا رہا ہے کہ انقلاب کا عملہ اپنی رائے میں دیانتداری سے کام کر رہا ہے اور کوئی ناجائز مقصد اس کے پیش نہیں ہے۔ اور اس کی شہادت میرے احباب کا وسیع حلقہ دے سکتا ہے جو ہر فرقہ و جماعت سے تعلق رکھتا ہے اور ہر حصہ ملک میں پھیلا ہوا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ''انقلاب'' کو اسی نیک نیتی سے آئندہ بھی قومی خدمت کی توفیق دے کہ اخبارات کا اصل مقصد ہی یہ ہوتا ہے۔ ہاں بدقسمتی سے ہمارا ملک ان چند مستثنیات میں سے ہے کہ جہاں اخبارات کی اکثریت ابھی تک اس معیار پر پوری نہیں اترتی اور قومی خدمت اخبارات کی امتیازی خوبی سمجھی جاتی ہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار کا مل کر کام کرنا

مسئلہ کشمیر کی اہمیت اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور احرار کو مل کر کام کرنے کی نصیحت سے بھی مجھے کلی طور پر اتفاق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلاوجہ اختلاف ایک لعنت

ہے جس سے بچنا ہر قوم کے لئے ضروری ہے۔ اور بہت سی اقوام کی تباہی کا موجب اندرونی اختلاف ہی ہوا کرتا ہے لیکن آخری امر یعنی دونوں طرف سے ناگوار چھیڑ چھاڑ کا جو ذکر "انقلاب" میں کیا گیا ہے میں اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

ناگوار چھیڑ چھاڑ کا ذکر

"انقلاب" کا یہ مقالہ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ (۱) "الفضل" وغیرہ میں مجلس احرار کے خلاف بعض قابل اعتراض باتیں شائع ہو رہی ہیں۔ (۲) احمدی جماعت کے کسی سربرآوردہ شخص نے بعض سرکردہ اشخاص کے نام ایک گشتی مراسلت بھیجی ہے کہ مجلس احرار والے کانگرسی مسلمان ہیں کشمیر کے معاملہ میں ان کی کوئی امداد نہ کی جائے۔ (۳) احرار کے خلاف میرے مداح اور حمایتی حملے کرتے ہیں۔

کسی سرکردہ احمدی نے کوئی گشتی مراسلہ نہیں بھیجا

سب سے پہلے میں نمبر۲ کو لیتا ہوں۔ اور بتانا چاہتا ہوں کہ یہ امر بالکل خلاف واقعہ ہے کہ کسی سرکردہ احمدی نے ایسا گشتی مراسلہ بھیجا ہے۔ ہمارے سلسلہ کے نظام سے جو شخص ادنیٰ واقفیت بھی رکھتا ہو جانتا ہے کہ ہمارے ہاں سرکردگی گشتی مراسلات بھیجنے کے لئے کافی نہیں۔ صرف اور صرف وہی شخص گشتی مراسلات بھیج سکتا ہے جو سلسلہ کی طرف سے کسی کام پر مقرر ہو اور وہ بھی صرف اپنے محکمہ کے متعلق۔ وہ محکمے جو مسئلہ کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں' امور خارجیہ اور امور عامہ کے ہیں۔ ان محکموں کا کام سیاسی مسائل سے ہے۔ باقی سب محکمے تبلیغ اور جماعت کی تربیت وغیرہ کاموں سے متعلق ہیں۔ ان محکموں کو بھی کشمیر کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ کشمیر کا کام ہم آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے کرتے ہیں نہ کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے لیکن پھر بھی احتیاط کے طور پر میں نے ان دونوں محکموں سے دریافت کیا ہے اور وہ قطعی طور پر کسی ایسی گشتی چٹھی کے بھیجنے سے انکار کرتے ہیں جس کا ذکر "انقلاب" میں ہے۔ اب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا دفتر رہ جاتا ہے۔ میں نے بہ حیثیت صدر اس دفتر سے بھی دریافت کیا ہے اور وہ بھی کسی ایسی گشتی چٹھی کے بھیجنے سے انکار کرتا ہے۔ ہاں بعض لوگوں کے دریافت کرنے پر کہ احرار کے کارکن بیان کرتے ہیں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی ٹوٹ گئی ہے اور کام ہمارے سپرد کر دیا گیا ہے یہ لکھا گیا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ نہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی ٹوٹ گئی ہے اور نہ اس نے اپنا کام احرار کے سپرد کیا ہے۔

اسی خیالی سرکلر کا ذکر کرتے ہوئے معزّز "انقلاب" نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کشمیر کے

معاملہ میں بہت سے غیر احمدی احمدیوں کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں تو غیر کانگریسی کانگرسیوں سے مل کر کیوں کام نہیں کر سکتے۔ مجھے اس دلیل پر بھی اعتراض ہے۔ مسئلہ کشمیر سیاسی مسئلہ ہے نہ مذہبی۔ پس جس طرح سالہا سال سے احمدی غیر احمدی لیڈروں کی قیادت میں کام کرتے رہے ہیں اگر ایک امر میں اتفاقاً احمدی صدر ہو جائے تو غیر احمدی بھی ان کی قیادت میں کام کر سکتے ہیں۔ لیکن کانگرسی اور غیر کانگریسی سیاسی تقسیمیں ہیں۔ پس اگر سیاسی اختلاف موجود ہو تو غیر کانگریسی کانگریسی کی ماتحتی میں کام نہیں کر سکے گا۔ گو وہی کانگریسی ایک دوسرے فرقہ کے سیاسی طور پر متحد الخیال آدمی کی ماتحتی میں کام کر سکے گا۔

کسی حمایتی نے احرار پر حملہ نہیں کیا

تیسرے امر کا جواب یہ ہے کہ یہ امر واقعی طور پر درست نہیں کہ میرے حمائتی احرار کے خلاف حملے کرتے ہیں۔ ایسا بے شک ہوا ہے کہ احرار کے مخالف پروپیگنڈا کا جواب دیا گیا ہو لیکن حملہ اب تک میرے علم میں ایک بھی نہیں ہوا۔ انقلاب کے عملہ کو جس شخص نے یہ اطلاع دی ہے' بالکل غلط ہے۔ لیکن پھر بھی میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی تصدیق ہو جائے تو میں اپنے **حمائتیوں** کو تنبیہہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

"الفضل" میں احرار کا ذکر

اب رہا پہلا سوال۔ سو الفضل کے سوا سلسلہ احمدیہ کے کسی اخبار میں احرار کا ذکر نہیں آتا۔ اس لئے صرف "الفضل" ہی کا سوال باقی رہ جاتا ہے کیونکہ میں ذمہ وار اسی کا ہو سکتا ہوں۔ اگر سلسلہ کے باہر کا کوئی اخبار ہو تو اس کی ذمہ واری مجھ پر نہیں ہو سکتی۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے ایسا کوئی اسلامی اخبار ہے بھی نہیں جس نے احرار پر ان کے حملہ کے بغیر کوئی حملہ کیا ہو۔

وہ تحریرات جو اخبارات میں احرار کے متعلق شائع ہوئی ہیں ان کی حقیقت سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل امور کا علم نہایت ضروری ہے۔

(۱) آل انڈیا کشمیر کمیٹی سب سے پہلے کشمیر کے مسئلہ کے حل کے لئے منظم صورت میں ظاہر ہوئی ہے وہ آل انڈیا مسلم کانفرنس کی تسلیم کردہ کمیٹی ہے۔ اور تمام ہندوستان کے سربرآوردہ مسلمان اس میں شامل ہیں جن میں ہر قسم اور ہر خیال کے لوگ شامل ہیں۔

(۲) احرار نے اس سوال کو ہاتھ میں لیتے ہی لاہور میں تقریروں میں بیان کیا کہ لوگوں کو آل انڈیا کشمیر کمیٹی پر اعتبار نہیں اور انہوں نے یہ کام ہمارے سپرد کر دیا ہے اور سربرآوردہ

لوگ اس کمیٹی سے الگ ہو گئے ہیں۔

(۳) وزیر آباد' سیالکوٹ اور دوسرے مقامات پر بیان کیا گیا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب کہتے ہیں کہ میں مرزا محمود احمد صاحب کی صدارت کا مخالف تھا۔ اور ڈاکٹر سر اقبال صاحب کی طرف یہ امر منسوب کیا گیا کہ وہ اس کام سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

(۴) سیالکوٹ اور دیگر شہروں میں بیان کیا گیا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر ایسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے جس نے کبھی کسی اسلامی کام میں حصہ نہیں لیا اور صرف اس کام کو خراب کرنے کے لئے اس کام میں شامل ہوا ہے۔ جو لوگ اور اس کے ساتھ ہیں وہ ٹوڈی ہیں اور قوم کو فروخت کر دیں گے۔

(۵) سیالکوٹ اور دوسرے شہروں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ کشمیر کمیٹی کی صدارت کو امام جماعت احمدیہ نے اپنی تبلیغ کا ذریعہ بنایا ہے اور لوگوں کو لکھتے ہیں کہ سب ہندوستان نے مجھے امام مان لیا ہے' اب تم بھی میری بیعت کر لو۔

(۶) سیالکوٹ میں صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے متعلق ہزاروں کے مجمع میں کہا گیا کہ اس کا واحد علاج یہ ہے کہ جہاں ملے جوتی نکال کر اس کے سر پر مارو۔ تمہاری جوتی اور اس کا سر۔ تمہاری جوتی اور اس کا سر۔ تمہاری جوتی اور اس کا سر۔

(۷) سیالکوٹ میں احمدیہ جماعت کے متعلق کہا گیا کہ ان لوگوں نے کشمیر کی حفاظت کیا کرنی ہے جو اپنی ماؤں کی حفاظت بھی نہیں کر سکے۔ ان کی تو ماں بھی دوسروں کے قبضہ میں ہے۔

(۸) کشمیر کی تائید میں سیالکوٹ میں جو جلسہ کیا گیا اس کے متعلق ساتھ کے ساتھ اعلان کیا گیا کہ وہاں احرار کا جلسہ ہو گا۔ جلسہ کے موقع پر پندرہ بیس ہزار آدمی حملہ آور ہو کر شور کرتا رہا اور ایک حصہ ایک گھنٹہ سے زائد تک سنگ باری کرتا رہا۔ تا آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا جلسہ منتشر ہو جائے اور احرار کا جلسہ ہو سکے۔ سنگ باری کا یہ حال تھا کہ باوجود چاروں طرف لوگوں کے ہجوم کے حلقہ میں آکر پتھر گرتے تھے اور تین پتھر مجھے آکر لگے۔ پچیس آدمی سخت زخمی ہوئے اور سینکڑوں کو معمولی چوٹیں آئیں۔

صدر کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے اسے نظر انداز کر کے وہ محض ذاتی سوال ہے' دوسرے امور کے متعلق میں پوچھتا ہوں کہ وہ سوال اگر بغیر جواب کے رہیں تو کیا

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کوئی بھی کام کر سکتی ہے۔ اگر پبلک کو یہ کہا جائے کہ یہ لوگ بد دیانت ہیں، قوم کو فروخت کرنے والے ہیں، کمیٹی کے سربر آوردہ ممبر مستعفی ہو چکے ہیں، کمیٹی اصل میں ٹوٹ چکی ہے، اس کے اصل روح رواں ممبر سب کام احرار کے سپرد کر چکے ہیں، تو اس کے بعد کمیٹی کے لئے دائرہ عمل کونسا رہ جاتا ہے۔ پبلک کے ہی ذریعہ سے اس نے کام کرنا ہے۔ جب پبلک کو مندرجہ بالا امور کا یقین دلا دیا جائے تو سیکرٹری یا صدر کی طرف سے جو اعلان ہوگا، لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ فریب ہے، کمیٹی تو ٹوٹ چکی ہے، اب چندہ کیسا اور کام کیسا۔ آخر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے نمائندے پبلک کو جا کر کیا کہیں؟ کیا یہ کہ صاحبان ہم ایک ٹوڈیوں کی جماعت ہیں جو ہر وقت قوم کو فروخت کرنے کے لئے تیار رہتی ہے۔ ہمارا صدر کبھی کسی اسلامی کام میں شریک نہیں ہوا۔ ہمارے اکثر ممبر مستعفی ہو چکے ہیں۔ کیونکہ وہ کمیٹی کے پروگرام پر خوش نہیں۔ ہم لوگ چندہ کشمیر کے لوگوں یا کشمیر کی آزادی کیلئے نہیں خرچ کریں گے بلکہ احمدیت کی تبلیغ پر، اب آپ لوگ بھی چندہ دیں۔ اور ہر جگہ کمیٹیاں بنا کر اور ہمارے پروگرام پر عمل کر کے ہماری تقویت کا موجب بنیں۔

لیکن باوجود اس کے کہ یہ سب امور بالکل غلط تھے اور باوجود اس کے کہ ان کی اشاعت نے کمیٹی کے کام میں سخت روک پیدا کر دی تھی محض اتحاد کو قائم رکھنے کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے ایک ماہ تک بالکل خاموشی رکھی اور کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن جب باہر سے کثرت سے شکایات آنے لگیں اور بہت سی جگہوں پر کشمیر کمیٹیاں یا ٹوٹ گئیں یا معطل ہو گئیں تو ان امور کا جواب دینا پڑا اور اس جواب کو جو ایک ماہ کے متواتر حملوں کے بعد اور کام کے بند ہونے کے خطرہ کے بعد دیا گیا، اگر حملہ یا قابل اعتراض کہا جائے تو میں معزز انقلاب سے اختلاف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آئندہ کا سوال اب رہا آئندہ کا سوال۔ اس کے متعلق میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی تمام حملوں کے باوجود جو گزشتہ ایام میں اس پر کئے گئے ہیں، اختلاف کو پسند نہیں کرتی اور ان تمام کاموں میں احرار کے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہے جو مشترک ہوں، بشرطیکہ یہ تعاون دو طرفہ ہو۔ ہاں جن امور میں دونوں کمیٹیوں کی پالیسی متضاد ہو وہ مجبور ہے کہ اپنے پسند کردہ طریق عمل کو اختیار کرے۔ اور اس صورت میں وہ اس امر پر بھی مجبور ہے کہ اپنی کمیٹیوں کو ہدایت کرے کہ اس حصہ میں وہ احرار کے ساتھ تعاون نہ کریں

گو وہ ایسے امور میں بھی احرار کو مخاطب کر کے ان کی مخالفت نہ کرے گی' صرف اپنے اصول پر زور دیتی رہے گی۔ کیا میں امید رکھوں کہ عملہ "انقلاب" یا اور کوئی صاحب اس قسم کے سمجھوتہ کی کوشش کریں گے؟

احرار کے خوش کرنے کی انتہائی کوشش

میں آخر میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ احرار کو خوش کرنے کے لئے میں انتہائی کوشش کر چکا ہوں۔ اور اس بارہ میں خصوصیت سے ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب' مکرمی مولوی غلام رسول صاحب مہر اور مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی سے خط و کتابت کرتا رہا ہوں۔ اسے صرف اس لئے شائع نہیں کرتا کہ چونکہ وہ پرائیویٹ تھی۔ شاید ان صاحبان کو اس کی اشاعت پر اعتراض ہو۔ اس بارہ میں جو ان احباب سے میں نے خط و کتابت کی ہے اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مظلوم کشمیریوں کی حمایت میں مَیں کس حد تک اتفاق قائم رکھنے کی جدوجہد کر چکا ہوں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

۲۴ ستمبر ۱۹۳۱ء

(الفضل ۲۹ ستمبر ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ   نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

قضیہ کشمیر کے متعلق چند تلخ و شیریں باتیں

قضیہ کشمیر اس قدر جلد جلد صورت میں بدل رہا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق ایک مجموعی نظر کی اشد ضرورت ہے ورنہ بالکل ممکن ہے کہ یہ کام بالکل خراب ہو جائے اور امیدوں کے بالکل اُلٹ نتیجہ نکلے۔

ہندوستان کے مسلمان عام طور پر سیاسیات سے ناواقف ہیں اور اس وجہ سے وہ زیادہ تر نقل کرتے ہیں لیکن ریاستوں کے مسلمان تو بیچارے اور بھی ناواقف ہیں ان کے لئے دوسروں سے بہت زیادہ خطرات ہیں۔ اور جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا فرض ہے کہ انہیں حقیقت سے آگاہ کرے تا کہ وہ تکالیف سے محفوظ ہوں اور کامیابی کا منہ دیکھیں۔

سب سے بڑا خطرہ غلط امیدیں۔ خوشامد اور چاپلوسی کا مرض

اس زمانہ میں خوشامد اور چاپلوسی کا مرض اور اسی طرح فخر و خود پسندی کا مرض اس قدر عام ہو گیا ہے کہ جو لوگ اس سے بچنا چاہتے ہیں وہ دشمن یا بُزدل قرار دیئے جاتے ہیں۔ اور اس وجہ سے بہت سے سچے مخلص مایوس ہو کر اپنے گھر بیٹھ رہتے ہیں اور مظلوم اپنی مظلومیت میں بڑھتا جاتا ہے۔ یہی مرض مسئلہ کشمیر کو بھی لاحق ہو رہا ہے اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ مسلمانانِ کشمیر اور ہندوستان کو اس مرض کے خطرات سے آگاہ کر دوں۔

یہ بالکل آسان ہے کہ میں یہ دعویٰ کروں کہ چند ایام میں مَیں کشمیر کے لوگوں کو ان مظالم سے بچا لوں گا جو ریاست کی طرف سے ہو رہے ہیں لیکن یہ امر بالکل اور ہے کہ میں ایسا کر بھی دوں۔ اسی طرح یہ امر بالکل اور ہے کہ میں یہ دعویٰ کروں کہ میری جان و مال اہلِ کشمیر

کے لئے قربان ہے اور یہ بالکل اور امر ہے کہ میں اپنے مال کا سواں حصہ بھی اس غرض کیلئے قربان کر دوں۔ لیکن آج کل کچھ ایسا رواج ہو گیا ہے کہ وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے لیکن ساتھ یہ کہتا ہے کہ جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا میں امداد کروں گا' دشمن اور بزدل قرار دیا جاتا ہے اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اپنا مال اور اپنی جان تمہارے لئے قربان کر دوں گا اور سب دنیا سے مقابلہ کروں گا خواہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرے' دوست اور حقیقی خیر خواہ سمجھا جاتا ہے۔

مخلصانہ مشورہ

میں اہالیانِ کشمیر اور ان لوگوں کو جو کشمیر کے لوگوں سے دلچسپی رکھتے ہیں مخلصانہ طور پر مشورہ دوں گا کہ اگر وہ کشمیر کے مسئلہ کو کامیاب طور پر ختم کرنا چاہتے ہیں تو انہیں خوشامد' چاپلوسی اور فخر و تکبر سے متأثر نہیں ہونا چاہئے' بلکہ حقیقت کو ننگا کر کے دیکھنا چاہئے اور اپنے دوستوں سے بھی یہی امید رکھنی چاہئے کہ وہ اسی طرح معاملات کو ان کے سامنے پیش کریں تاکہ اصل حالات سے انہیں آگاہی رہے اور سیدھے راستہ سے وہ پھر نہ جائیں۔

میں نے جو مشورہ اوپر دیا ہے اس کے مطابق سب سے پہلے میں کشمیر کے دوستوں کو اپنی رائے سے اطلاع دیتا ہوں اور جہاں تک میرا خیال ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے اکثر ممبر بھی اس رائے میں مجھ سے متفق ہیں۔

مسلمانانِ کشمیر میں بیداری

یاد رکھنا چاہئے کہ کشمیر کے لوگ اپنے لئے آزادی کے لئے کھڑے ہوئے ہیں۔ ایک لمبا عرصہ تک غلامی کی زندگی بسر کرنے کے بعد اب ان میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ اگر انہوں نے اور ان کے آباء نے غلامی میں زندگی بسر کی ہے تو ان کی اولاد کم سے کم اس عذاب سے نجات پا جائے۔ چونکہ زیادہ تر ظلم کا شکار مسلمان ہوئے ہیں اس وجہ سے یہ بیداری بھی زیادہ تر انہی میں پیدا ہو رہی ہے۔ دوسری اقوام کے لوگ گو اس آزادی سے اتنا ہی فائدہ اٹھائیں گے جس قدر کہ مسلمان لیکن بوجہ اس کے کہ وہ ظلم کی چکی میں مسلمانوں جتنے نہیں پیسے گئے ان میں بیداری کا احساس ابھی مکمل نہیں ہوا بلکہ ابھی وہ مسلمانوں کی آزادی کی کوشش کو اپنی دشمنی سمجھ رہے ہیں اور اس وجہ سے بجائے ہاتھ بٹانے کے مسلمانوں کا ہاتھ روک رہے ہیں۔

حُکّامِ ریاست آسانی سے قبضہ نہیں چھوڑیں گے

اس کا انکار نہیں ہو سکتا کہ حُکّام ریاست اپنے قبضہ اور تصرف کو آسانی سے نہیں چھوڑ سکتے اور جب کہ غیر مسلم' آزادی کی تحریک کو آزادی کی تحریک نہیں بلکہ ایک مذہبی تحریک سمجھ رہے ہیں' اس وجہ سے رعایا کا ایک حصہ بھی ضرور حُکّام کی مدد کرے گا اور مقابلہ کی مشکلات گویا دُگنی ہو جائیں گی۔ پس ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خیال کرنا کہ دو چار ہفتہ میں کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائے گا یا چند جتھوں کے لے جانے سے ریاست رعایا کو آزادی دے دے گی ایک غلط خیال ہے اور اس خیال کی موجودگی میں کبھی بھی کامیابی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس خیال کا نتیجہ مایوسی ہو گا اور مایوسی انسان کے ارادہ کو پست اور اس کی کوشش کو کمزور کر دیتی ہے۔

ہر باشندۂ کشمیر کو کس ارادہ سے کھڑا ہونا چاہئے

میرے نزدیک اپنی اور اپنے ملک کی سب سے بڑی خدمت یہ ہو گی کہ ہر باشندۂ کشمیر جو آزادی کی خواہش رکھتا ہے یہ ارادہ کر لے کہ خواہ میری ساری عمر آزادی کی کوشش میں خرچ ہو جائے' میں اس کام میں اسے خرچ کر دوں گا اور آگے اپنی اولاد کو بھی یہی سبق دوں گا کہ اسی کوشش میں لگی رہے۔ اور اسی طرح قربانی کے متعلق ہر اک شخص کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ آزادی جیسی عزیز شَۓ کے لئے جو کچھ بھی مجھے قربان کرنا پڑے میں قربان کر دوں گا۔ اگر اس قسم کا ارادہ رکھا جائے گا تو لازماً درمیانی مشکلات معمولی معلوم ہوں گی اور ہمت بڑھتی رہے گی۔ لیکن اگر یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بس دو چار ہفتوں میں ہمارا کام ختم ہو جائے گا اور دو چار ہڑتالوں یا دو چار جتھوں سے یہ مہم سر ہو جائے گی تو نتیجہ یہ ہو گا کہ جب کام اس سے لمبا ہوا لوگوں میں بد دلی پیدا ہونے لگے گی اور لوگ کہنے لگیں گے کہ ہمارے لیڈروں نے ہم سے دھوکا کیا اور بالکل ممکن ہے کہ مُہم سرِ بام پہنچ کر ناکام ہو جائے اور گوہرِ مقصود ہاتھ میں آ کر پھسل جائے۔

چند ماہ کی جدوجہد سے کیا نتیجہ نکلے گا

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگر مسلمانانِ کشمیر کہ سرِدست آزادی کی مہم میں وہی قربانی کر رہے ہیں صحیح راستہ پر گامزن رہے تو انشاء اللہ نتیجہ مندرجہ ذیل صورت میں نکلے گا۔

اول کچھ عرصہ کی جدوجہد کے بعد جو میرے نزدیک تین چار ماہ کی جدوجہد سے زائد نہ

ہوگی‘ کچھ حقوق رعایا کو مل جائیں گے۔ لیکن بعض اہم حقوق جن کے بغیر رعایا حقیقی طور پر ترقی کی طرف قدم نہیں اٹھا سکتی‘ اس پہلی منزل پر نہیں مل سکیں گے اور اس کے لئے ایک لمبی اور نہ تھکنے والی جدوجہد کرنی پڑے گی۔ اس کی تفصیل کیا ہوگی؟ میں اس سوال کو یہاں نہیں چھیڑ سکتا کیونکہ اس کو بیان کرنے سے کام کے خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اسے میں انشاء اللہ دوسرے وقت ایسے لوگوں پر ظاہر کروں گا جن کو اس کے معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی۔

کشمیر کو آزادی کس طرح مل سکتی ہے

ہاں میں اس وقت یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ کشمیر کو آزادی صرف اہالیانِ کشمیر کی کوشش سے مل سکتی ہے۔ باہر کے لوگ صرف دو طرح ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ (۱) روپیہ سے (۲) حکومت برطانیہ اور دوسری مہذب اقوام میں اہالیانِ کشمیر کی تائید میں جذبات پیدا کر کے۔ پس ایک طرف تو اہل کشمیر کو یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ باہر کے لوگ آکر ان کی کوئی جسمانی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کی مدد اول بے اثر ہوگی دوسرے اس کا آزادی کی کوشش پر اُلٹا اثر پڑے گا اور جدوجہد کی باگ اہلِ کشمیر کے ہاتھ سے نکل کر ایسے ہاتھوں میں چلی جائے گی جو بالکل ممکن ہے کہ کسی وقت انہیں فروخت کر ڈالیں اور خود الگ ہو جائیں۔ پس خود اہلِ کشمیر کا فائدہ اس میں ہے کہ باہر سے مشورہ لیں‘ مالی امداد لیں لیکن کسی صورت میں بھی جنگ میں شریک ہونے کے لئے انہیں نہ بلائیں تاکہ معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل کر دوسروں کے ہاتھ میں نہ چلا جائے۔ عارضی جوش ان کے کام نہ آئے گا بلکہ مستقل قربانی ان کے کام آئے گی اور مستقل قربانی ملک کے باشندے ہی کر سکتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ جنگِ عظیم میں باوجود اس کے کہ امریکہ جنگ میں شامل ہونے کو تیار تھا‘ خود انگریز اور فرانسیسی اسے جنگ سے روکتے تھے اور آخری ایام میں جب حالت بہت ہی خطرناک ہوگئی تب مجبور ہو کر امریکہ کو شامل ہونے دیا گیا۔ لیکن بعد میں پھر پچھتاوا پیدا ہوا اور آج تک اتحادی حکومتیں سمجھتی ہیں کہ امریکہ کے شامل ہونے سے انہیں بہت نقصان ہوا کیونکہ امریکہ نے انہیں اس قدر فائدہ نہیں اٹھانے دیا جس قدر وہ اٹھانا چاہتی تھیں۔

مسلمانانِ ہند کو قربانی کی نصیحت

میں اس موقع پر مسلمانانِ ہند کو بھی جو کشمیر کے مسئلہ سے ہمدردی رکھتے ہیں‘ کچھ نصیحت کرنی چاہتا ہوں۔

مالی امداد کی ضرورت

میں لکھ چکا ہوں کہ کشمیر کی آزادی کے لئے عملی جدوجہد صرف اہلِ کشمیر کو کرنی پڑے گی۔ لیکن کشمیر ایک غریب ملک ہے اور وہ اس وقت تک آزادی کی جدوجہد کو جاری نہیں رکھ سکتا جب تک اسے کافی مالی امداد باہر سے نہ ملے۔ اور جب تک زبردست پروپیگنڈا اس کی تائید میں کشمیر سے باہر نہ کیا جائے۔ اور اس کام کے لئے معقول رقم چاہئے جس کا مہیا کرنا ان لوگوں کا فرض ہے جو کشمیر سے باہر رہتے ہوئے اس کے مظلوم باشندوں کی ہمدردی کا احساس رکھتے ہیں۔ منہ سے قربانی کا دعویٰ کرنا یا جلسہ کر دینا یا ریزولیوشن پاس کر دینا گو ایک حد تک مفید ہو لیکن حقیقی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا اس لئے انہیں چاہئے کہ مالی قربانی کی طرف قدم اُٹھائیں کہ اس وقت یہی سب سے بڑا کام ہے۔

دوسرا کام آل انڈیا کشمیر کمیٹی خود کر سکتی ہے لیکن اس قدر روپیہ جو اس کام کے لئے ضروری ہوگا، آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے لوگ خود جمع نہیں کر سکتے۔ پس ہر گاؤں اور قصبہ میں اس کے لئے چندہ جمع کر کے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو بھجوانا چاہئے جو آگے اس رقم کو حسبِ ضرورت جموں اور کشمیر میں تقسیم کرے گی اور اسی طرح ہندوستان اور بیرونِ ہند بھی پروپیگنڈا کو جاری رکھے گی۔

کم از کم ایک لاکھ روپیہ

میرا جہاں تک خیال ہے اگر کام کو صحیح طور پر چلایا جائے تو ایک لاکھ روپیہ سالانہ تک خرچ کرنے کیلئے ہمیں تیار رہنا چاہئے کیونکہ اگر ریاست سے سمجھوتہ نہ ہو سکا اور تازہ اطلاعات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سمجھوتہ کرنے کے لئے ریاست تیار نہیں تو اس صورت میں از سرنو پکڑ دھکڑ شروع ہو جائے گی اور ہزاروں غریب اور نادار خاندانوں کو فاقوں سے بچانے کے لئے ایک معقول رقم ماہوار ہم کو خرچ کرنی پڑے گی۔

سرِدست ۱۲ ہزار کا بجٹ

سرِدست آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سامنے قریباً بارہ ہزار روپیہ کا بجٹ پیش ہے۔ لیکن کام کے لحاظ سے یہ بجٹ بالکل حقیر اور بالکل ناکافی ہے۔ سال بھر کے لئے اس سے آٹھ دس گُنا زیادہ بجٹ ہونا چاہئے۔ لیکن آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے اس وجہ سے ابھی زیادہ جرأت نہیں کی کہ اسے اس وقت تک کُل آمد پندرہ سولہ سَو روپیہ ہوئی ہے۔

جلد امدادی رقوم بھجوائی جائیں

پس جو لوگ اس مسئلہ سے ہمدردی رکھتے ہیں، انہیں جلد سے جلد اپنے علاقوں میں چندہ کر کے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے حساب میں مسلم بنک آف انڈیا لاہور کے پتہ پر بھجوانا چاہئے۔ جو لوگ بنک کو بھیجنے میں دقّت محسوس کریں، وہ براہ راست سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی قادیان کے نام بھجوا دیں۔ مگر انسب پہلا ہی پتہ ہے۔ اگر سیکرٹری کے نام بھیجیں تو رسید ضرور منگوا لیں۔

ہندوستان اور دوسرے ممالک میں پروپیگنڈا

ضرورت پروپیگنڈا

بعض لوگ ہندوستان اور دوسرے ممالک میں پروپیگنڈا کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں۔ لیکن یہ خیال ان کا غلط ہے۔ ہندوستان کی حکومت بہرحال کشمیر پر نگران ہے اور اس کے اعلیٰ حکام کی رائے کو اگر اپنی تائید میں حاصل کر لیا جائے تو یقیناً اس سے بہت کچھ فائدہ ہو سکتا ہے اور ہوا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی حکومت حکومتِ برطانیہ کے ماتحت ہے اگر انگلستان میں زبردست پروپیگنڈا کیا جائے تو یقیناً اس کا اثر حکومت ہند پر پڑے گا اور وہ زیادہ ہوشیاری سے حکومت کشمیر کی نگرانی کرے گی اور اس طرح بہت تھوڑی قربانی سے وہ کام ہو سکے گا جو دوسری صورت میں بہت بڑی قربانی کو چاہتا ہے۔

پروپیگنڈا کی اہمیت کا ثبوت

اس امر کا مزید ثبوت کہ یہ ایک اہم کام ہے یہ ہے کہ خود ریاست اس کی عظمت کو قبول کرتی ہے۔ چنانچہ باہر سے لوگوں کو بُلا کر ان پر اثر ڈالنا، اخبارات کے نمائندوں کو خریدنے کی کوشش کرنا، حکومتِ ہند کے پاس بااثر لوگوں کو بھجوانا، ولایت میں پروپیگنڈا کا مقابلہ کرنے کے لئے ایجنٹ مقرر کرنا، یہ سب امور اس کو ظاہر کرتے ہیں کہ ریاست اس تجویز کے مؤثر ہونے کو قبول کرتی ہے اور اسے بے اثر بنانے کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کو تیار ہے۔ چنانچہ مجھے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ایک ہندوستانی لیڈر کے ذریعہ سے ریاست نے انگلستان میں ایک شخص کو چھ سَو روپیہ ماہوار کے قریب معاوضہ دینے کا وعدہ کر کے ہمارے پروپیگنڈا کا مقابلہ کرنے کی تحریک کی ہے اور انگلستان کے دو زبردست اخبارات کو بھی اپنے ساتھ ملانے کی تجویز کی ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک اخبار کا تو زور توڑ دیا ہے اور دوسرا اخبار انشاء اللہ ان کے ہاتھ فروخت نہیں ہو سکے گا۔

مسلمانوں کا زور توڑنے کی تدابیر

مسئلہ کشمیر کی وجہ سے مسلمانوں کا زور توڑنے کے لئے ریاست کے ایماء پر یا اپنے طور پر کچھ اور تدابیر بھی اختیار کی جا رہی ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہیں۔

مخالفانہ تدابیر

(۱) کشمیری مال کا بائیکاٹ کر کے۔ تمام پنجاب میں اندر ہی اندر یہ تحریک کی جا رہی ہے کہ کشمیری مال چونکہ بدیشی تا گایا بدیشی کپڑا سے تیار ہوتا ہے اس لئے اس کا بائیکاٹ کرنا چاہئے۔ یہ جواب ہے بعض مسلمانوں کی اس تحریک کا کہ ریاستی کارخانہ کے ریشم کو نہ خریدا جائے۔ (۲) ریاست کے تعمیری پروگرام کو بند کر کے۔ تا کہ مسلمان ٹھیکیدار معطّل ہو جائیں اور مالی نقصان اُٹھائیں۔ (۳) مسلمان کاریگروں کا بائیکاٹ کر کے۔

مخالفانہ تدابیر کا جواب دینے کی ضرورت

یہ سب کام اس طرح ہو رہے ہیں کہ ان میں ریاست کا ہاتھ نظر نہ آئے لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں ریاست اس میں شامل ہے۔ اور اس کا جواب دینے کی مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ (۱) کشمیری مال جو مسلمانوں کا تیار کردہ خرید کر (۲) بیکار مزدوروں اور کاریگروں کو کام دے کر (۳) خصوصیت کے ساتھ ان کارخانوں کا مال بند کر کے جو ان ہندو افسروں کی ملکیت ہیں جو اس کام میں نمایاں ہیں۔ مثال کے طور پر میں دیکھتا ہوں کہ کول خاندان کی بنائی ہوئی دیا سلائیاں پنجاب میں کثرت سے بِکتی ہیں۔ اگر مسلمان ان کو خریدنا بند کر دیں تو اس سے ان کارخانہ داروں کو معلوم ہو جائے گا کہ بائیکاٹ کی تلوار دو دھاری ہوتی ہے اور صرف ایک ہی طرف نہیں کاٹتی۔

میں امید کرتا ہوں کہ مختلف شہروں کے پُرجوش مسلمان اور مسلمان دوکاندار اِن امور کو اپنے ہاتھ میں لیں گے کیونکہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی اس قسم کے کام اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتی کیونکہ اس کی توجہ تعمیری اور اصلی کام سے ہٹ کر دوسری طرف لگ جاتی ہے۔

انکوائری کمیٹی

ایک اہم نقص موجودہ کام میں یہ ہو رہا ہے کہ اہالیانِ کشمیر کی طرف سے کوئی انتظام مسلمانوں کی تکالیف کی تحقیق کے متعلق نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ

یہ ہو رہا ہے کہ افواہیں بہت کثرت سے پھیلتی رہتی ہیں۔ یہ افواہیں بعض دفعہ مفید ہوتی ہیں اور بعض دفعہ مُضر بھی ہوتی ہیں۔ پس فائدہ کو دیکھ کر ان کے ضرر سے ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئے۔

تحقیقاتی کمیٹی کا کام

اور چاہئے کہ مجلس نمائندگان کشمیر ایک تحقیقاتی کمیٹی مستقل طور پر مقرر کر دے جس کا یہ کام ہو کہ جب کوئی شکایت مسلمانوں پر ظلم کی ان کے سننے میں آئے۔ خواہ ریاست کی طرف سے ہو خواہ دوسرے لوگوں کی طرف سے' وہ اس کی باقاعدہ تحقیقات کرے اور عدالتوں کی طرح جرح کرکے اور گواہیاں لے کر مِسل مکمل کرے اور پھر اس سے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو اور پریس کو مطلع کرے۔ اس طرح ایک تو افواہوں کا سدِّباب ہو جائے گا۔ دوسرے نمائندگان کشمیر کی وقعت مہذب دنیا میں بہت بڑھ جائے گی کہ وہ کوئی بات غیر ذمہ دارانہ طور پر نہیں کرنا چاہتے اور ان کی بات اس قدر پکی سمجھی جائے گی کہ اس کی تردید کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے گی۔ سب سے بڑا فائدہ یہ ہو گا کہ ریکارڈ مکمل ہوتا چلا جائے گا۔ اب یہ نقص ہوتا ہے کہ ایک صریح ظلم کے خلاف شور مچایا جاتا ہے لیکن بوجہ شہادت محفوظ نہ ہونے کے کچھ دن کے بعد اس واقعہ کے یا تو شاہد ہی نہیں ملتے اور اگر شاہد ملیں تو انہیں شہادت یاد نہیں رہتی۔

بیرونی مدد سے گھبرانا نہیں چاہئے

ریاست کے بعض باشندے اس بات کے کہنے سے گھبراتے ہیں کہ باہر کے لوگ ان کی امداد کرتے ہیں۔

مدد اور تحریک میں فرق

اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ مدد اور تحریک میں فرق ہے۔ اگر باہر والوں کے اُکسانے سے کشمیر میں شورش ہو تو بیشک یہ عیب ہے۔ لیکن اگر اندر کی شورش اور ظلم دیکھ کر باہر والے روپیہ اور مشورہ سے مدد کرنے کے لئے آجائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اس قسم کی مدد سے یا اس کا اقرار کرنے سے اہالیانِ ریاست کے کام کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

ریاست باہر والوں سے مدد لے رہی ہے

خود ریاست بھی تو باہر کے لوگوں سے مدد لے رہی ہے۔ کئی آدمی اس نے باہر سے

اس لئے منگوائے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو پھسلا کر ان سے دب کر صلح کروا دیں۔ پس یہ قدرتی امر ہے کہ شور سن کر ہر اک کے ہمدرد اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں گے۔ اس کے اقرار میں نہ کوئی نقصان ہے اور نہ ایسی امداد میں کوئی ہرج' ہرج تب تھا کہ بے چینی کے اسباب نہ ہوتے لیکن باہر والوں کی انگیخت کی وجہ سے ریاست کے باشندے فساد کرتے۔ لیکن جب لوگوں کی تکلیف کے بہت سے اسباب موجود ہیں تو پھر باہر والوں پر ناجائز دخل اندازی کا اعتراض کس طرح آ سکتا ہے۔ ریاست اپنی اصلاح کرے' باہر والے خود خاموش ہو جائیں گے۔

اہالیانِ ریاست کو نصیحت

آخر میں مَیں پھر اہالیانِ ریاست کو نصیحت کرتا ہوں کہ اتحاد اور جذبہ ایثار سے اور اپنے لیڈروں کی اطاعت اور ان کے احترام کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کریں۔

ہر ایک جائز مدد دینے کا وعدہ

میں اپنی طرف سے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے اقرار کرتا ہوں کہ ہر اک جائز مدد ہم انشاء اللہ ان کی کریں گے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل سے جب تک اور جس حد تک ہم سے ہو سکے گا ریاست اور ان کے درمیان وقار والی صلح کرانے کے لئے کوشش کریں گے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہیں کہ وہ اپنے فضل سے آپ لوگوں کو بھی اور مہاراجہ صاحب کو بھی ایسے راستہ پر چلنے کی توفیق دے گا جس سے ریاست اور اہل ریاست دونوں کی عزت بڑھے گی اور کشمیر اپنے طبعی ذرائع کے مطابق اپنے ہمسایہ ممالک کے دوش بدوش عزت و اکرام کے مقام پر کھڑا ہو گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۲۷ ستمبر ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مظالمِ کشمیر کے متعلق جدوجہد

امام صاحب بیت الفضل لندن کو بذریعہ تار احکام

قادیان ۳۰۔ ستمبر: کشمیر کے حالات سخت نازک ہو رہے ہیں۔ مارشل لاء جاری کر دیا گیا ہے۔ تشدّد اور مظالم کی انتہاء ہو گئی ہے۔ اپنے مکانات کی دوسری منزل پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو سپاہیوں کو سلام نہ کرنے کے جرم میں مارا پیٹا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو جھنڈے کی سلامی پر مجبور کیا جاتا ہے جو خلاف اسلام ہے۔ بعض لوگوں کو "مہاراجہ کی جے" نہ پکارنے پر مارا گیا۔ ایک مسلمان نے خدا کی قسم کھائی کہ اس نے سلام کر دیا ہے لیکن فوجیوں نے پھر بھی اسے زدوکوب کیا اور مسلمانوں کے خدا کو غلیظ گالیاں دیں۔ دو مسلمانوں نے رسول کریم ﷺ کی قسم کھا کر کہا انہوں نے سلام کیا ہے لیکن سپاہیوں نے سرورِ کائنات ﷺ اور آپ کی مقدسہ والدہ کی شان میں بدزبانی کی اور گالیاں دیں۔ نہتے اور پُرامن لوگوں پر گولیاں چلائی گئی ہیں۔ ایک بے گناہ سلاخیں لگی ہوئی کھڑکی سے دیکھ رہا تھا کہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا اور بہانہ یہ بنایا گیا کہ یہ شخص پتھر مارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بیسیوں مسلمان ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہو چکے ہیں۔ پریس اور حکومت کو اس طرف متوجہ کریں۔ گول میز کانفرنس کے مندوبین سے اپیل کریں کہ وہ اس بارہ میں کچھ کوشش کریں جو شخص ایسے مظالم اور رسول کریم ﷺ کی شان میں بے ہودہ سرائیوں سے بھی متأثر نہیں ہوتا' مسلمانوں کے لئے اس کا وجود اور عدمِ وجود برابر ہے۔

پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ قادیان

(الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

مظالمِ کشمیر کے متعلق وائسرائے ہند کو تار

قادیان ۳۰۔ ستمبر: ہز ایکسیلنسی وائسرائے ہند شملہ۔ کشمیر کے حالات

بہت نازک ہو گئے ہیں حکومت کی مداخلت ضروری ہے۔ مسلمان ان مظالم کی وجہ سے بے حد مشتعل ہیں۔ اس سلسلہ میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی یور ایکسیلنسی کی خدمت میں ایک چھوٹا سا وفد بھیجنا چاہتی ہے۔ مہربانی فرما کر اس کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ مفصّل خط بھیجا جا رہا ہے۔

پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ قادیان

(الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

امریکہ کے مبلّغ کو بذریعہ تار احکام

قادیان ۳۰ ستمبر: کشمیر میں مظالم اور تشدّد روز افزوں ہے۔ اس کے متعلق امریکہ میں پُرزور پروپیگنڈا کیا جائے۔ اخبارات کے ایڈیٹروں' مدیروں اور غلامی کا انسداد کرنے والی انجمنوں کے کارپردازوں سے ملاقاتیں کریں اور دورہ کر کے اس موضوع پر لیکچر دیں۔ چونکہ کشمیری بنی اسرائیل ہیں۔ اس لئے یہودی انجمنوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی بھی کوشش کریں اور اپنی سرگرمیوں سے بذریعہ تار اطلاع دیتے رہیں۔

(الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِيْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - هُوَالنَّاصِرُ

مظلومینِ کشمیر کے متعلق مسلمانانِ ہندوستان اپنا فرض ادا کریں

ریاست کے تشدد پر اظہارِ مذمت

کشمیر کی تازہ خبروں نے تمام مہذب دنیا کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔ باوجود عارضی سمجھوتہ کے ریاست نے مسلمانوں کے کئی مقتدر لیڈروں کو گرفتار کر لیا ہے اور جو لوگ اس فعل پر اظہارِ ناراضگی کرنے کے لئے جمع ہوئے گولی کا نشانہ بنا کر بہت سے آدمی قتل اور زخمی کر دیئے گئے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ ہندوستان کے ہر گوشہ سے ریاست کے اس فعل پر اظہارِ مذمت ہو تا کہ ریاست کو معلوم ہو جائے کہ ریاست کے باہر کے مسلمان اپنے بھائیوں کے درد میں شریک ہیں۔ پس میں ہر اک انجمن سے درخواست کرتا ہوں کہ اس فعل پر مذمت کا ووٹ پاس کر کے ریاست کو اطلاع دے۔

مسلمان لیڈروں کی رہائی کا مطالبہ

اسی طرح چاہیئے کہ جناب وائسرائے سے اپیل کی جائے کہ وہ دخل دے کر مسلم لیڈروں کو قید سے چھڑائیں تا کہ مسلمانانِ کشمیر اپنے مطالبات پیش کر سکیں۔ جب تک مسلم لیڈر نہ چھوڑے جائیں گے، مسلمان اپنے مطالبات پیش نہ کریں گے۔ اور اگر کوئی شخص بغیر اس کے سمجھوتہ کرے گا تو قومی غدار سمجھا جائے گا۔

کشمیر کے مظلومین کی امداد کی ضرورت

اسی طرح ضرورت ہے کہ کشمیر کے مظلوموں کی امداد کے لئے ہر جگہ پر چندہ جمع

کیا جائے' منہ کی ہمدردی کچھ چیز نہیں۔ جان تو بڑی چیز ہے پہلے کچھ قربانی کر کے دکھانی چاہئے تا کہ اہلِ کشمیر کو یقین آسکے کہ ہمارے ہندوستانی بھائی ہم سے سچی ہمدردی رکھتے ہیں۔ افسوس ہے کہ باوجود بار بار توجہ دلانے کے کُل اڑھائی ہزار روپیہ کے قریب چندہ ہوا ہے۔ جس کا اکثر حصہ ختم ہو چکا ہے۔ حالانکہ جس طرح جلدی جلدی کشمیر میں حادثات ہو رہے ہیں' وہاں کے لوگوں کے لئے ہزاروں روپیہ ماہوار کی امداد کی ضرورت ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان بیواؤں' یتیموں اور زخمیوں کی امداد کے لئے روپیہ نہ بھیج سکیں گے تو مسلمانوں کے دشمنوں کو یقین ہو جائے گا کہ مسلمانوں کو ایک ایک کر کے مار لینا آسان کام ہے۔ پس میری ہر اُس شخص سے جس تک میرا یہ اعلان پہنچے' درخواست ہے کہ اپنے علاقہ میں اس غرض کے لئے چندہ کر کے مسلم بنک آف انڈیا لاہور کے نام پر ارسال کر دے۔ اور کوپن پر لکھ دے کہ یہ روپیہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے حساب میں جمع کیا جائے۔ اِس وقت کی ذرا سی سستی کشمیر کے لوگوں کے لئے سخت تباہی کا موجب ہو گی۔ پس اگر بھکاریوں کی طرح دروازوں پر بھیک مانگ کر بھی چندہ جمع کرنا پڑے تو چندہ کریں اور جلد ارسال کریں۔ اِس وقت تک شہروں میں سے صرف شملہ' مری' سیالکوٹ' رانی کھیت اور قادیان نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ باقی شہر یا بالکل خاموش ہیں یا بہت کم توجہ انہوں نے کی ہے حالانکہ یہ وقت سُستی کا نہیں ہے۔

یاد رہے کہ اگر کوئی رقم اس تحریک کے ختم ہونے پر بچ رہی تو وہ کشمیر مسلم کالج یا کشمیری مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم یا کسی اور ایسے کام پر جو ان کے فائدہ کا ہو' انہیں سے مشورہ لے کر خرچ کی جائے گی۔

رضا کاروں کی ضرورت

چونکہ اس کام کے لئے رضا کاروں کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے فیصلے کے مطابق اعلان کرتا ہوں کہ جو لوگ اپنے آپ کو ہر قسم کی تکلیف میں ڈال کر کام کرنے کے لئے تیار ہوں اور پیدل سفر اور بھوک پیاس کی تکلیف کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اس نیک کام میں حصہ لینا چاہتے ہوں' انہیں چاہئے کہ جلد اپنے نام آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے دفتر میں رجسٹر کرا دیں۔ ہر شخص کو کم سے کم ایک ماہ کے لئے وقف کرنا ہو گا۔ اور جس وقت آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے اطلاع جائے' فوراً حاضر ہونا ہو گا۔ جو کام ان سے لیا جائے گا آئینی ہو گا۔ لیکن ضروری نہیں کہ ریاست کا نقطہ نگاہ ہم سے متفق ہو اس لئے جو لوگ اپنے آپ کو پیش کریں' وہ اس امر

کیلئے بھی تیار ہوں کہ اگر انہیں قید و بند کی سختیاں جھیلنی پڑیں تو وہ گھبرائیں گے نہیں۔ مختلف جگہوں کی لوکل کشمیر کمیٹیاں امید ہے کہ جلد اس طرف توجہ کریں گی۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل یکم اکتوبر ۱۹۳۱ء)

برادرانِ کشمیر کے نام پیغامات

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَالنَّاصِرُ

برادرانِ کشمیر کے نام پہلا پیغام

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ

ریاستِ کشمیر میں جو حالات پیدا ہو رہے ہیں' ان کو پڑھ کر ہر مسلمان کا دل دُکھ رہا ہے اور ہر اک شخص کا دل ہمدردی سے آپ کی طرف کھنچا جا رہا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم لوگوں کی طاقت میں جو کچھ بھی ہے اس سے دریغ نہیں کریں گے اور اگر آپ کو تکالیف سے بچانے کے لئے سو سال بھی کوشش کرنی پڑے تو انشاء اللہ وفاداری اور نیک نیتی سے اس کو جاری رکھیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم امید کرتے ہیں کہ صورت حالات جلد بہتر ہو جائے گی کیونکہ ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں اور خدا تعالیٰ زبردست دوست ہمیں عنایت کر رہا ہے۔

برادران! اس موقع پر آپ کو ایک نصیحت کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ظلم کی شدت کے وقت انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے لیکن کامیابی کا گُر صبر ہے۔ صبر انسان کی طاقت کو بڑھا دیتا ہے اُس کی قابلیت کو ترقی دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو پہلے دن ہی فتح بخش سکتا تھا لیکن اس نے تیرہ سال آپ کو اہلِ مکہ کے ظلموں تلے اسی وجہ سے رکھا کہ وہ چاہتا تھا کہ مسلمانوں میں حکومت کرنے کی قابلیت پیدا ہو جائے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ مدتوں سے مظلوم ہیں لیکن حق یہ ہے کہ پہلے آپ کے دل میں آزادی کا خیال ہی پیدا نہ تھا اس لئے اس

وقت آپ کی خاموشی صبر نہ تھی بلکہ کمزوری تھی۔ صبر اسی حالت کا نام ہے کہ انسان کا دل مقابلہ کو چاہے لیکن پھر وہ اپنے آپ کو کسی اصول کے ماتحت روک لے' یہ حالت انسان کی اعلیٰ درجہ کی تربیت کرتی ہے اور اس میں بڑی قابلیتیں پیدا کر دیتی ہے اور اس کا موقع آپ کو ابھی ملا ہے۔

پس میں نصیحت کرتا ہوں کہ خواہ کس قدر ظلم ہو آپ لوگ اس کا جواب تشدد سے نہ دیں بلکہ صبر اور قربانی سے دیں اور اس وقت کو تنظیم اور ایثار اور قربانی سے خرچ کریں۔ تب اللہ تعالیٰ کا فضل آسمان سے بھی نازل ہو گا یعنی اس کی براہِ راست مدد بھی آپ کو حاصل ہو گی اور زمین سے بھی ظاہر ہو گا یعنی اس کے بندوں کے دل بھی آپ کی مدد اور ہمدردی کے جذبات سے لبریز ہو جائیں گے۔

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ آپ لوگ قطعی طور پر صلح سے انکار کر دیں جب تک کہ آپ کے گرفتار شدہ لیڈر رہا نہ ہو جائیں۔ یہ مصلحت کے بھی خلاف ہو گا اور غداری بھی ہو گی کہ آپ کے لئے قربانی کرنے والے جیل خانہ میں ہوں اور آپ ان سے بالا بالا صلح کریں۔ جس وقت تک ایک نمائندہ بھی قید میں ہو اُس وقت تک صلح کی گفتگو نہیں ہونی چاہئے۔ جب سب آزاد ہو جائیں پھر سب مل کر اور مشورہ سے اور اتحاد سے اپنی قوم کی ضرورتوں کو مہاراجہ صاحب کے سامنے پیش کریں۔ تو میں امید کرتا ہوں کہ مہاراجہ صاحب جن پر میں اب تک بھی حُسنِ ظن رکھتا ہوں' آپ لوگوں کی تکلیفوں کو دور کریں گے۔ اور آپ لوگوں کو موقع مل جائے گا کہ اپنے پیارے ملک کی ترقی کے لئے دل کی خواہش کے مطابق کام کر سکیں۔

آخر میں مَیں پھر سب مسلمانوں کی ہمدردی کا یقین دلاتے ہوئے اس بات کا وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم لوگ اپنی طاقت کے مطابق آپ لوگوں کے لئے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہیں اور انشاء اللہ تیار رہیں گے' اس کے لئے کام کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۱'۲ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

ریاست کی جلد بازی اور بے تدبیری نے حالات بہت خراب کر دیئے

اخبارات کے ایک نمائندہ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے کشمیر کے تازہ قیامت خیز حالات کے متعلق اظہار رائے کی درخواست کی۔ تو حضور نے بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی فرمایا۔

ہمیں ان فسادات کا ریاست سے کم افسوس نہیں لیکن ہمیں رنج اس بات کا ہے کہ ریاست کی جلد بازی سے دائمی امن کے قیام میں رخنہ پڑ گیا ہے۔ اگر وہ کچھ دن صبر سے کام لیتی تو یقیناً اس کے لئے مفید ہوتا۔

ریاست کے ناقابلِ تسلیم بیانات

آپ نے فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ ریاست ایسے بیانات شائع کر رہی ہے جنہیں کوئی عقلمند تسلیم نہیں کر سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ مسلم لیڈر خفیہ طور پر حکومت کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ تمام ہندوستانی ریاستیں حکومت برطانیہ کی حفاظت میں ہیں اور ان کے خلاف بغاوت برطانیہ کے خلاف بغاوت کے مترادف ہے۔ پس یا تو ریاست کے اس اعلان کا یہ مطلب ہے کہ حکومت برطانیہ شورش برپا کرا رہی ہے۔ یا اس کے یہ معنے ہیں کہ کشمیر کے مسلمان اس قدر بہادر اور جنگجو ہو گئے ہیں کہ جس کام کو سرانجام دینے کی کانگرس بھی جرأت نہ کر سکی، وہ اس کا ارادہ کر رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ اور ریاست دونوں کو برباد کر دیں کیونکہ ریاست کی حکومت یا تو برطانیہ کی مرضی سے یا خود برطانیہ کو تباہ کر کے تباہ کی جا سکتی ہے کیا کوئی عقل مند اس قسم کی باتیں تسلیم کر سکتا ہے؟

مطالبات پیش کرنے میں کیوں دیر ہوئی

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ مسلمانوں کی طرف سے مطالبات پیش کرنے میں جو دیر ہوئی ریاست کی کمیونک (COMMUNIQUE) میں اسے بھی اشارۃً سازش کا ثبوت قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ مطالبات کی تیاری کے بارے میں مجھے ذاتی علم ہے' میں اس کی بھی تردید کرنی چاہتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ مطالبات اور شے ہے اور ان کا صحیح قانونی زبان میں لکھنا اور شے ہے۔ ۲۶۔ اگست کو صلح ہوئی ہے اور اسی وقت سے نمائندگانِ قوم پبلک کی شکایات جمع کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ان کے سامنے دو زبردست کام تھے۔ ایک یہ کہ ضروری مطالبات باقی نہ رہ جائیں اور دوسرے یہ کہ غیر ضروری مطالبات فہرست میں شامل نہ ہو جائیں۔ عوام کو اس امر پر مائل کرنا کہ وہ اپنے کم ضروری مطالبات کو فی الحال نظرانداز کر دیں' کوئی معمولی بات نہیں۔ اگر سب کے سب مطالبات پیش کر دیئے جاتے تو کئی سو ہو جاتے اور انہیں ردّ کرنے سے ریاست کے لئے سخت مشکل پیدا ہو جاتی۔ نمائندوں نے ریاست کی خدمت کی اور اس پر احسان کیا کہ ایسے مطالبات کو جو زیادہ اہم نہ تھے نظرانداز کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے آئین اساسی کے ماہرین سے قانونی زبان میں اپنے مطالبات کو لکھوایا۔ یہ دونوں کام قریباً تین ہفتے میں ختم ہوئے۔ جو عرصہ بجائے زیادہ ہونے کے اس قدر کم ہے کہ ہر عقلمند اسے استعجاب کی نگاہ سے دیکھے گا لیکن ریاست نمائندوں کی اس خدمت پر شکر گزار ہونے کی بجائے اسے قابلِ اعتراض اور سازش کا ثبوت قرار دیتی ہے۔ چونکہ مطالبات کے آخری ڈرافٹ کا کام اور قانون دان لوگوں سے مشورہ میرے ہی ذریعہ سے ہوا ہے' اس لئے میں پبلک کے سامنے واقعات کو پیش کر کے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ توقف ناجائز تھا اور کیا اس بارہ میں نمائندوں کی کوشش قابل تحسین تھی یا قابل مذمت۔

ریاست کے بے تدبیر مشیر

ہم لوگوں کو جو ریاست سے باہر ہیں اس قسم کے اعلانات کو دیکھ کر یقین ہو جاتا ہے کہ ریاست کا کام اس وقت ایسے ہاتھوں میں ہے جو مہاراجہ بہادر کو کم فہمی کی وجہ سے بدنام کر رہے ہیں۔ کاش وہ ہزہائی نس مہاراجہ کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے اور بتاتے کہ ان کی مسلم رعایا دوسری رعایا سے کم وفادار نہیں اور مستقل امن کی صورت پیدا کرتے۔ آج کل ساری دنیا کی نگاہ اس قضیہ پر لگی ہوئی ہے اور حکّام کی غلطی مہاراجہ صاحب کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔

اب کس طرح صُلح ہو سکتی ہے اس سوال کے جواب میں کہ کیا اب بھی صُلح کی کوئی صورت ہے؟ آپ نے فرمایا' بِلاوجہ خون ریزی اور لیڈروں کی گرفتاری نے حالات بہت خراب کر دیئے ہیں اور پبلک میں اس حد تک جوش پیدا کر دیا ہے کہ اندیشہ ہے بعض لوگ اپنے آپ کو تباہ کر لینے پر تیار ہو جائیں اور کہہ دیں کہ مر جائیں گے مگر صُلح نہیں کریں گے۔ لیکن اگر فی الفور قید شدہ لیڈروں کو آزاد کر دیا جائے تو میں امید کرتا ہوں کہ کشمیر کے نمائندے ہر ممکن کوشش صُلح کی فضاء پیدا کرنے اور مطالبات کو فوراً پیش کرنے کے لئے کریں گے۔

(الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

برادرانِ ریاستِ کشمیر کے نام دوسرا پیغام

برادرانِ کشمیر! آپ لوگوں سے جو سلوک اس وقت ہو رہا ہے اسے سن کر ہر مسلمان کا کلیجہ منہ کو آ رہا ہے اور تمام ہندوستان میں غم و غصہ کی ایک لہر پھیل رہی ہے...... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی پورا زور لگا رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ جلد اِس کی کوششیں نتیجہ خیز ہوں گی اور اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مشکلات دور فرما کر بہتری کی صورت پیدا کر دے گا۔

برادران! اِس وقت بعض خود پرست لوگ مہاراجہ صاحب کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کی زبان بن رہے ہیں اور ان تک جھوٹی رپورٹیں کر کے انہیں آپ لوگوں کے خلاف بھڑکا رہے ہیں۔ کہیں ایک باتصویر جھنڈے کو مشرکانہ طریق پر سلام کروایا جا رہا ہے اور کہیں ٹکٹکیوں پر کس کر بید لگائے جا رہے ہیں اور کہیں بانی اسلام ﷺ اور اسلام کو گالیاں دلوائی جا رہی ہیں لیکن یہ سب کچھ عارضی مصیبتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ عرصہ میں دور ہو جائیں گی۔ ایک طالب علم، علم کے حصول کے لئے پندرہ سال رات دن محنت کرتا ہے۔ ایک نان پز ایک روٹی پکانے کے لئے تین دفعہ آگ میں جھکتا ہے۔ پھر آپ لوگ جو صدیوں کی تیار کردہ غلامی کی زنجیریں کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں ان تکالیف کو جو آپ کو پیش آ رہی ہیں کب خاطر میں لا سکتے ہیں۔ یہ تکلیفیں تو کچھ نہیں ان سے ہزاروں گنے تکالیف بھی اس کام میں پیش آئیں تو ان کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ ایک بات ضروری ہے کہ آپ لوگ اپنی طبائع میں جوش پیدا نہ ہونے دیں اور اگر پبلک میں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں تو اس وقت اپنے گھروں میں ظلموں کی داستانیں بیان کریں اور رات کو سونے سے پہلے اپنی بیویوں، بہنوں

اور بچوں کو نصیحت کریں کہ غلامی کی زندگی سخت ذلت کی زندگی ہے انہیں اپنے باپ دادوں کی مصیبتوں کو یاد رکھنا چاہیئے اور ان غلامی کی زنجیروں کو کاٹنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یاد رکھیں کہ مظلومیت آخر کامیاب ہوتی ہے اور بچپن میں کان میں ڈالی ہوئی باتیں پتھر کی لکیر کی طرح ثابت ہوتی ہیں۔ پس جن تقریروں سے آپ کو باہر روک دیا گیا ہے وہ تقریریں آپ میں سے ہر شخص رات کے وقت اپنے اپنے گھر میں گھر کی عورتوں اور بچوں کے سامنے کرے کہ اس سے سارے ملک کی تربیت بھی ہوتی چلی جائے گی اور باہر کی تقریروں کا جو مقصد تھا اس طرح اور بھی زیادہ عمدگی سے پورا ہوتا رہے گا۔ بلکہ میں تو کہوں گا کہ جو شخص اکیلا ہے اسے چاہیئے کہ رات کو سونے سے پہلے خواہ اونچی آواز سے خواہ دل میں ایک دفعہ ان ظلموں کا ذکر کر لیا کرے جو امن کے قیام کے نام سے گذشتہ دنوں میں کشمیر میں روا رکھے گئے ہیں۔

دوسری نصیحت میَں یہ کرتا ہوں کہ آپ لوگ رات کو سونے سے پہلے سب گھر والوں کو جمع کر کے اپنے اُن لیڈروں کی آزادی کے لئے جو اپنے کسی جُرم کے بدلے میں نہیں' بلکہ صرف آپ لوگوں کو انصاف دلانے کے لئے جیل خانوں میں پڑے ہوئے ہیں' رو رو کر دعائیں کریں۔ تا کہ آپ کی دعائیں عرشِ عظیم کو ہلائیں اور وہ شاہنشاہ جو سب بادشاہوں پر حکمران ہے آپ کی مصیبت کو دور کرنے کے لئے اپنے فرشتوں کو بھیجے۔ اصل میں تو زبردست بادشاہ بھی اللہ تعالیٰ کی مدد کے ہروقت محتاج ہوتے ہیں لیکن مظلوم اور کمزور کا اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے۔ پس روز رات کو اپنے اپنے گھروں میں اسے پکاریں اور بچوں کو ساتھ شامل کریں تا ان کے دل میں بھی درد پیدا ہو۔ اور تا شاید ان معصوموں کی دعاؤں سے ہی اللہ تعالیٰ آپ کے مظلوم لیڈروں اور دوسرے قومی خادموں کو قید و بند کی تکالیف سے بچائے۔

اسی طرح وہ لیڈر جو ابھی تک آزاد ہیں ان کے لئے بھی دعائیں کیا کریں کہ خدا تعالیٰ ان پر بھی اپنا فضل کرے اور انہیں ان کی قومی خدمتوں کا بہت بڑا اجر دے۔ آپ لوگ اگر سمجھیں تو اللہ تعالیٰ کا آپ پر بڑا فضل ہے کہ دونوں میرواعظان کو اس نے قومی درد عطا فرمایا اور وہ سب جھگڑے بُھلا کر دوش بدوش ہر اک قسم کی تکلیف برداشت کر کے آپ لوگوں کے لئے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ اتحاد اور ان کی یہ قربانی ضائع نہیں جائے گی اور اللہ تعالیٰ جہاں انہیں نیک بدلہ دے گا وہاں اس قربانی کے بدلہ میں آپ لوگوں کو بھی کامیاب کرے گا۔

ہم لوگوں سے جس قدر ہو سکتا ہے کام کر رہے ہیں۔ میں نے بحیثیت صدر

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اب پہلے سے بہت زیادہ کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ چاروں طرف آدمی مسلمانوں کو حالات سے آگاہ کرنے کے لئے بھجوا دیئے ہیں اور چندہ پر بھی آگے سے بہت زیادہ زور دینا شروع کر دیا ہے اور مجھے امید ہے کہ ہندوستان کے مسلمان ہر قسم کی مالی اور جانی امداد آپ کو بہم پہنچاتے رہیں گے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے تجویز کی ہے کہ پہلے اچھی طرح حکومت ہند پر اتمام حجت کر دے اور اس کے لئے حضور وائسرائے کو توجہ دلائی جا رہی ہے۔ چنانچہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے تار سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس وقت حکومت ہند اور ریاست میں تازہ مظالم کے متعلق خط و کتابت ہو رہی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اگر حکومت ہند فوراً دخل دینے کے لئے تیار نہ ہو تو ہم لوگ خود ایسی تدابیر اختیار کریں جن سے حکومت ہند اور ریاست آپ لوگوں کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے مجبور ہو۔

ہر ایک کام میں تب ہی کامیابی ہوتی ہے جب پورے نظام سے کیا جائے اس لئے تمام پہلوؤں کو سوچ کر قدم اٹھانا ضروری ہوتا ہے۔ پس میں آپ کو بھی یہ نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے ریاست کو خواہ مخواہ دخل دینے کا موقع ملے اور وہ بیرونی دنیا کو کہے کہ ہم تو مجبور ہو کر سختی کرتے ہیں ورنہ ابتداء مسلمانوں کی طرف سے ہے۔ اب بھی وہ یہی کہتی ہے' چنانچہ ایک معزّز صاحب نے مجھ خط لکھا ہے کہ میں گاندھی جی کے ساتھ جہاز میں تھا میں نے انہیں کشمیر کے واقعات کی طرف توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ میری یہ تحقیق ہے کہ سب شرارت مسلمانوں کی ہے اور ریاست مظلوم ہے۔ وہ صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سختی سے گاندھی جی کو توجہ دلائی کہ اس قدر بڑے لیڈر ہو کر آپ اس قدر تعصّب سے کام لیتے ہیں اور بغیر تحقیق کے مسلمانوں کو ظالم قرار دیتے ہیں۔ تو اس پر انہوں نے کہا کہ میں بھی تم کو قسم دیتا ہوں کہ کشمیریوں کا مظلوم ہونا ثابت کرو ورنہ تم کو میں سخت بددیانت سمجھوں گا۔ آپ لوگ دیکھ لیں کہ گاندھی جی جیسے انسان کو جنہیں ہر دلعزیز بننے کا نہایت شوق ہے بعض حُکّام ریاست نے دھوکا دے کر اس قدر متعصب بنا دیا ہے تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہو گا۔ پس آپ کو چاہئے کہ اپنے مظلوم ہونے کی حالت کو بالکل نہ بدلیں۔ بید بیشک تکلیف دہ ہیں' قید بے شک ایک مصیبت ہے لیکن ان تکلیفوں سے بہت زیادہ رسول کریم ﷺ نے اور آپؐ کے صحابہؓ نے برداشت کی تھیں۔ ظلم کے پاؤں نہیں ہوتے ظلم بھی دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ کانٹوں کے ساتھ ہی پھول ہوتے ہیں گلاب کے درخت میں پہلے کانٹے لگتے ہیں پھر

پھول آتا ہے۔ پس ان کانٹوں کو صبر سے برداشت کرو تا گلاب کا پھول آپ کو دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔ اس خط کے مضمون کو جہاں تک ہو سکے اپنے دوستوں تک پہنچاؤ۔ حتّٰی کہ کشمیر کا ہر مرد اور ہر عورت اور ہر بچہ اس کے مضمون سے آگاہ ہو جائے۔ میں انشاء اللہ جلد ہی تیسرا خط آپ لوگوں کو لکھوں گا۔ خدا کرے اس خط میں میں آپ لوگوں کو کوئی بشارت دے سکوں اور اس وقت تک آپ کے لیڈر آزاد ہو چکے ہوں۔

مرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

۴۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ا صفحہ ۳ تا ۵ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

برادرانِ ریاستِ کشمیر کے نام تیسرا پیغام

برادرانِ کشمیر! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

میرا دوسرا مطبوعہ خط آپ کو مل گیا ہو گا۔ مجھے خوشی ہے کہ چار تاریخ کی صبح کو جو میں نے لکھا تھا کہ جب میرا تیسرا خط آپ کو پہنچے گا تو انشاء اللہ آپ کے لیڈر آزاد ہو چکے ہوں گے وہ بات صحیح ثابت ہوئی۔ اور اب میں ایسے ہی وقت میں خط لکھ رہا ہوں جبکہ ہمارے بھائی آپ کے لیڈر آزاد ہو چکے۔ برادران! یہ وقت آپ پر نہایت نازک ہے احتیاط کی سخت ضرورت ہے اور ذرہ سی لغزش خطرناک نتائج پیدا کر سکتی ہے۔ پس ان دنوں خاص طور پر اتحاد عمل اور خلوص نیت کی ضرورت ہے۔ چنانچہ میں نے باوجود اس کے کہ احرار کی طرف سے ہمارے خلاف متواتر حملے ہوئے صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی حیثیت سے اس کی تمام شاخوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ جس قسم کی امداد اپنے پروگرام کو قائم رکھتے ہوئے کر سکیں کر دیں جیسے مثلاً طبی امداد۔ پس کشمیر میں جہاں اصل جنگ ہو رہی ہے اتحاد کی زیادہ ضرورت ہے۔ دشمن ہمیشہ تفرقہ پیدا کر کے فائدہ اٹھایا کرتا ہے۔ اور یقیناً مسلمانوں کے بدخواہ احمدی، غیر احمدی، سنی، شیعہ، وہابی، حنفی، دیوبندی اور بریلوی اور اس قسم کے اور سوال پیدا کر کے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنا چاہیں گے لیکن یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ سیاسی معاملات میں آپس کا اتفاق نہایت ضروری ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ہے۔ پس آپ کو دشمنوں کے اس قسم کے فریبوں میں نہیں آنا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل کر کے اپنی آزادی کے لئے پوری کوشش کریں۔ میں آپ سے بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی بھی اور بحیثیت امام جماعت احمدیہ ہونے کے بھی پورا وعدہ کرتا ہوں کہ ہم لوگ انشاء اللہ آپ کی ہر طرح مدد

کریں گے اور کرتے چلے جائیں گے یہاں تک کہ آپ کی تکالیف دور ہو جائیں اور آپ کو آزادی کا سانس لینا نصیب ہو اور خدا تعالیٰ آپ کو دشمنوں کے شر سے بچائے۔

میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کی کامیابی کے سامان پیدا ہو چکے ہیں لیکن میں آپ کو اس امر کے لئے ہوشیار بھی کرنا چاہتا ہوں کہ آپ کی ترقی خود آپ کی قربانی پر منحصر ہے۔ جب تک آپ لوگ خود ایک لمبی قربانی کیلئے تیار نہ ہوں گے باوجود ریاست سے حقوق مل جانے کے آپ ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکیں گے۔ لیکن اگر آپ اپنی اصلاح کرنے کے لئے تیار ہوں تو آل انڈیا کشمیر کمیٹی ہر طرح آپ کی امداد انشاء اللہ کرتی چلی جائے گی۔ اس وقت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے انگلستان کی وزارت پر اور ہندوستان کی حکومت پر اس نے اس قدر اثر ڈالا ہے کہ ریاست کو فکر پڑ گئی ہے اور وہ توجہ کرنے پر مجبور ہو گئی ہے اور آئندہ انشاء اللہ ہم کو اس سے بھی زیادہ امید ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ ریاست کے گوشہ گوشہ میں کمیٹیاں بنالیں گے تاکہ آئندہ تعاون میں دقّت نہ ہو اور اپنے لیڈروں کی اطاعت کا مادہ پیدا کریں گے تاکہ کامیابی میں روک نہ ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۵، ۶ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسلمانانِ کشمیر کے مطالبات کے متعلق

مہاراجہ بہادر کے اعلان پر تبصرہ

قادیان ۲۰۔ اکتوبر۔ مہاراجہ صاحب کشمیر نے مسلم نمائندگان کو جو جواب دیا ہے اسے میں نے بہت دلچسپی سے پڑھا ہے۔ اس میں کئی ایک ایسی باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاراجہ صاحب کے دل میں اپنی رعایا کو مطمئن کرنے کی پوری خواہش ہے لیکن بدقسمتی سے اس میں کوئی تعمیری پروگرام نہیں بیان کیا گیا اور بہت کچھ تفصیلات پر منحصر ہے جو ابھی پردۂ راز میں ہیں۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر مہاراجہ صاحب فوری اعلان کر دیتے کہ ان کی رعایا کو بغیر کسی مزید تاخیر کے انسانیت کے وہ تمام ابتدائی حقوق عطا کر دیئے جائیں گے جو میموریل کی ابتداء میں درج ہیں اور جن سے وہ اس وقت تک محروم چلی آتی ہے۔ ایسے اعلان کے لئے کسی لمبے چوڑے غور و خوض کی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہ حقوق نہ صرف برٹش انڈیا میں بلکہ تمام متمدّن ممالک میں خواہ وہ تہذیب کے کسی درجہ پر کیوں نہ ہوں رعایا کو حاصل ہیں۔

مہاراجہ صاحب کے لئے بہترین طریق یہ تھا کہ ان تمام قوانین کو منسوخ کر دیتے جو غیر متعلق اشخاص کے نزدیک بھی ان کی رعایا کی ذہنی و اقتصادی ترقی کے لئے مضر ہیں۔ ایسے امور کے تصفیہ کیلئے جو زیادہ غور و فکر کے محتاج ہیں، کشمیر میں ایک گول میز کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کر دیتے اور ساتھ ہی مسلم نمائندوں کی ایک کمیٹی مقرر کر دیتے جو وزراء کے سامنے اپنی شکایات پیش کرتی۔ جن کا دور کرنا رعایا کا اعتماد حاصل کرنے میں بہت مُمِد ہوگا۔

مہاراجہ صاحب کی طرف سے دلال کمیشن کی رپورٹ کی تائید نے اس اعلان کے مفید اثر کو بہت حد تک کمزور کر دیا ہے کیونکہ اس رپورٹ کی نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ

انگریزوں کے اخبارات نے بھی مذمّت کی ہے اور یہ بعض صحیح، بعض نیم صحیح اور بعض بالکل بے بنیاد بیانات کے ایک مرقع سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔ اور اگر اب بھی ایسے ہی کمیشن مقرر کئے گئے تو ان کا نتیجہ ابھی سے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ ان سے نہ مسلمانوں کو اطمینان ہو گا اور نہ ہی غیر متعلق بیرونی دنیا کو۔

مہاراجہ صاحب کے دل میں اپنی رعایا کو مطمئن کرنے کی حقیقی خواہش موجود ہے اور ان کے جواب میں بعض نقائص اس عُجلت کا نتیجہ ہیں جس میں یہ جواب تیار کیا گیا۔ گہرے غور کے بعد ہزہائی نس ان کو تاہیوں کو دور کر دیں گے تاکہ ان کی رعایا امن و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکے۔

یہ میری ذاتی رائے ہے اور باقاعدہ اعلان اُس وقت کیا جائے گا جب کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ایک فوری اجلاس میں تمام معاملہ پر غور کر لیا جائے گا۔

(الفضل ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تحریک آزادیٔ کشمیر کے تعلق میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بعض اہم مکتوبات

مکتوب نمبرا: الفیض لاہور۔ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء

مکرمی درد و غزنوی صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ لوگوں کے کام سے نہایت خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ میں نے کل تار دیا تھا کہ بدھ تک کام بند کر دیں۔ جواب بھی مل گیا ہے۔ اس عرصہ میں احرار نے اعلان کیا ہے کہ جیون لال کی تار آئی ہے کہ میں آپ لوگوں سے ملنے کے لئے آ رہا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حُکّام دو طرفہ چال چل رہے ہیں۔ میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ معاملہ کو صاف کریں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کیا بات ہے۔ ابھی ان کا پیغام آیا ہے کہ یہ بات بھی غلط ہے کہ جیون لال وہاں سے چلے ہیں' وہ اب تک وہیں ہیں۔

کل کی تار کا موجب وزیر اعظم کی تار تھی کہ تقریریں رُکوائیں۔ رات کو یہ سمجھوتہ ہوا تھا کہ میں جاؤں اور میری موجودگی میں نمائندوں سے ریاست فیصلہ کرے اور ابتدائی حقوق کا اعلان کرے اور کمیشن میں مناسب تبدیلی کرے۔ لیکن جب میں صبح اس غرض سے آدمی بھیجنے والا تھا تو وہ دوست جن کی معرفت کام ہو رہا تھا آئے اور خواہش ظاہر کی کہ مہاراجہ صاحب سردی سے تکلیف میں ہیں' وقت لمبا کر دیا جائے وہ جموں تشریف لے آئیں تو آسانی ہوگی۔ میں نے کہا کہ بغیر اس کے کہ حقوق کا اعلان ہو اور میعاد بڑھانے کو تیار نہیں۔ جموں ہمارے لئے مضر ہے کہ وہاں ہندوؤں کا زور ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ کونسے امور ہیں جن کا اعلان ضروری ہے۔ مَیں نے وہ امور لکھوا دیئے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر وہ نہ مانیں۔ مَیں نے جواب دیا کہ پھر ریاست سے مقابلہ ہوگا۔ اور کہا۔ ہاں وہ تبدیلیاں پیش کریں تو بے شک میں

غور کرنے کو تیار ہوں۔ انہوں نے کہا کہ اگر مہاراجہ خود بُلا کر نمائندوں سے کہیں کہ کچھ دن کی اور مہلت دے دو۔ میں نے کہا کہ اس میں ان کی فتح ہے۔ میں سفارش کروں گا کہ کچھ دن اور بڑھا دو باقی اپنی مصلحت وہ خود سمجھ سکتے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اگر یوں ہو کہ کچھ مہلت مل جائے اور اس عرصہ میں وقت مقرر ہو کہ راجہ ہری کشن کول صاحب باہر آکر آپ سے ملیں۔ میں نے کہا کہ مجھے ان سے ملنے کا شوق نہیں۔ اصل سوال تو اہلِ کشمیر کے خوش ہونے کا ہے اگر وہ ساتھ ہوں اور خوش ہو جائیں تو مجھے کچھ اعتراض نہیں۔ اس پر وہ تینوں تجویزیں لے کر گئے ہیں۔ لیکن جیون لال صاحب کی تار نے اور آپ کی تار نے شبہ ڈال دیا ہے اس لئے آپ لوگ بھی ہوشیار رہیں۔

گلنسی صاحب کے متعلق الگ ہدایات میں ذکر کروں گا۔ نہایت مخفی بات ہے۔ احرار باہر یہ مشہور کر رہے ہیں کہ قادیانی پروپیگنڈا کی وجہ سے ہمیں آنا پڑا۔ لیڈروں نے روپیہ کھالیا ہے اور مصنوعی تاریں دلوا رہے ہیں کہ نمائندوں پر ہمیں اعتبار نہیں آپ لوگ اس سے بھی ہوشیار رہیں۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(اوپر جن تجاویز کا ذکر آیا ہے۔ ان کا مسودہ حضور کے قلم سے درج ذیل کیا جاتا ہے۔)

عارضی معاہدہ کی شرائط

۱۔ میرپور، کوٹلی، راجوری، کشمیر و پونچھ وغیرہ کے فسادات کے متعلق ایک کمیشن جس میں ایک جج مسلمان ایک ہندو اور ایک انگریز ہو مقرر کر دیا جائے۔ ایسے جج ہوں جن پر فریقین کو اعتماد ہو۔

۲۔ ان علاقوں میں فوراً کم سے کم پچاس فی صدی افسر یعنی وزیر وزارت، سپرنٹنڈنٹ پولیس، انسپکٹران پولیس، مجسٹریٹ درجہ اول و دوم مسلمان مقرر کر دیئے جائیں اور موجودہ تمام افسر وہاں سے بدل دیئے جائیں۔ گورنر کشمیر کو بھی وہاں سے فوراً بدل دیا جائے۔

۳۔ قانون، پریس اور ایسوسی ایشنز انگریزی اصول پر فوراً جاری کر دیئے جائیں۔ قانون،

آزادی تقریر ابھی جاری ہو جائے۔ لیکن اگر اس کا اجراء دو تین ماہ کیلئے بعض قیود کے ماتحت ہو تو معقول قیود پر اعتراض نہ ہو گا۔

۴۔ معاملہ وکاہ چرائی و ٹیکس درختاں وغیرہ کے متعلق ایک کمیشن مقرر کر کے مزید کمی کی جائے اور جہاں مناسب چراگاہیں نہیں وہاں کاہ چرائی کا ٹیکس بالکل اڑا دیا جائے۔ جہاں چراگاہیں ہیں وہاں اس میں معقول تخفیف کی جائے۔

۵۔ معاملہ کے لگانے میں جو زیادتیاں اور بے قاعدگیاں ہوئی ہیں اور مسلمانوں پر زائد بوجھ ڈالا گیا ہے اس کی اصلاح کی جائے۔

۶۔ جن جن علاقوں کے لیڈر سِول نافرمانی بند کرنے کا اعلان کریں اور جہاں لوگ معاملہ دینے لگ جائیں یا دے چکے ہوں' وہاں سے آرڈیننس ہٹا دیا جائے۔ بعض افراد کے جُرم قوم کی طرف منسوب نہ ہوں کثرت دیکھی جائے کہ کدھر ہے۔

۷۔ چونکہ مسلمانوں کو واقع میں روپیہ نہیں ملتا۔ جن لوگوں کے پاس روپیہ نہیں معقول شرائط پر معاملہ کی ادائیگی کے لئے انہیں قرض دلوایا جائے۔ ورنہ جب ان کے پاس ہو ہی نہ تو انہیں مجرم قرار نہ دیا جائے۔

۸۔ فیصلہ کر دیا جائے کہ دس سال کے عرصہ میں کم سے کم پچاس فیصدی افسر اور ماتحت عملہ قریباً مسلمانوں میں سے مقرر کیا جائے گا اور اس کیلئے ایسے قواعد تجویز ہو جائیں گے کہ اس فیصلہ پر عمل ہونا یقینی ہو جائے۔

۹۔ جو سیاسی قیدی اس سمجھوتہ پر دستخط کر دیں ان کو رہا کر دیا جائے اور جن ملزموں کے متعلق مسلمانوں کو شبہ ہو کہ ان کا اصل جُرم سیاسی ہے صرف ظاہر میں کوئی اور الزام لگایا گیا ہے ان کے کیس پر غور کرنے کے لئے ایک ایسا جج جس پر مسلمانوں کو اعتماد ہو مقرر کیا جائے۔

۱۰۔ جو مستقل مطالبات ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو مسلمان نمائندوں کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں' ان کے متعلق چھ ماہ کے اندر ریاست اپنا آخری فیصلہ شائع کر دے۔

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۵۱ تا ۵۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تحریک آزادیٔ کشمیر کے تعلق میں مکتوب نمبر ۲

مکرمی درد صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک خط ابھی غزنوی صاحب کو لکھا ہے اس کے ضروری مطالب سے وہ آپ کو آگاہ کر دیں گے۔ جموں کے واقعات سخت قابلِ افسوس ہیں۔ بالا بالا کام سے سب کوشش کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اگر اس طرح ایک جگہ کام شروع نہ کیا جاتا تو اس طرح بے دردی سے حملہ کرنے کی ریاست کے عمال کو جرأت نہ ہوتی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو نظام کی پابندی کی توفیق دے۔

سیاہ نشان کے پروگرام کے متعلق اطلاع نہیں ملی۔ اس طرح کشمیر کے لوگوں کی حقیقی تعداد کا جو اس تحریک سے دلچسپی لیتی ہے خوب پتہ لگ جاتا۔ اور دلوں میں ہر وقت آزادی کی لہر دوڑتی رہتی۔ نہ معلوم ابھی تک عمل شروع ہوا یا نہیں۔ یہ پروگرام بہترین تعمیری پروگرام ہے اور ایک رنگ میں مردم شماری۔ کیونکہ ہر سیاہ نشان لگانے والا بغیر ایک لفظ بولنے کے اپنے مقصد کی تبلیغ بھی کرتا اور دوسرے ایک نظر سے معلوم ہو سکتا کہ کس حد تک لوگ ہمدردی رکھتے ہیں۔ گویا دل بھی مضبوط ہوتے' پروپیگنڈا ہوتا' اپنوں کو اپنے اثر کا علم ہوتا اور ریاست پر رُعب پڑتا۔ اگر عمل نہیں ہوا تو اب توجہ دلائیں۔ ظاہری نشانات باطنی حالتوں پر خاص روشنی ڈالتے ہیں۔

کل آپ کی تار قانونی امداد کے متعلق ملی ہے۔ پہلے لکھ چکا ہوں کہ قانونی امداد تیار ہے۔ لیکن سوال تو یہ ہے۔ (۱) مقدمات کب شروع ہوں گے۔ (۲) کوشش ہو کہ ایک مجسٹریٹ متواتر سنے۔ ( ) کمیشن کا اس وقت تک بائیکاٹ ہو جب تک پہلے کمیشن کی رپورٹ رد نہ ہو اور نئے کمیشن کو مسلمانوں کی مرضی کے مطابق نہ بنایا جائے۔ ورنہ دوسرا کمیشن بھی مُضِر ہوگا۔ اور جب تک مسلمانوں کی مظلومیت ثابت نہ ہو کانسٹی ٹیوشنل کمیشن پُر زور سفارش نہیں کر سکتا۔

اسلامی کمیشن کا بھی اس وقت تک بائیکاٹ ہونا چاہئے جب تک کہ اس کی ہیئت ترکیبی درست نہ ہو۔ پس بغیر ان امور کے تصفیہ کے آپ وکیل کیوں طلب کر رہے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آیا۔ بہرحال دوستوں کو یقین دلائیں کہ انشاء اللہ وکلاء پہنچ جائیں گے (آپ وزیر اعظم سے مل کر یہ کوشش کریں کہ ایڈووکیٹ اور بیرسٹر کے بغیر بھی دوسرے وکلاء کو اجازت مل جائے۔ اس میں سہولت رہے گی۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ششم ضمیمہ نمبر۲ صفحہ ۵۳)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

جموں میں مسلمانوں کے کُشت و خون کے متعلق مہاراجہ صاحب کشمیر کو تار

جموں سے یہ دل گُداز خبریں موصول ہوئی ہیں کہ فوج نے درجنوں مسلمانوں کو قتل کر دیا اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔ مہاراجہ صاحب کو اپنی ذاتی توجہ فی الفور اس طرف منعطف کرنی چاہئے۔ یہ دلال کمیشن کی رپورٹ کا نتیجہ ہے جس میں افسران کی بد عنوانیوں کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ اور اس بارے میں ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے جن کا مقصدِ وحید قانون کا احترام کرانا ہے۔ اس قسم کے واقعات قیام امن و امان کو زائل کر رہے ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ مہاراجہ صاحب بہادر کی محبت جو رعایا کے دل میں ہے اٹھ رہی ہے۔ میں مہاراجہ صاحب سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ اپنی شایانِ شان فیاضی سے کام لے کر ریاست کی رعایا اور جتھوں کے ممبروں کو جو سیاسی جرائم میں گرفتار اور سزایاب ہوئے رہا کر دیں۔ نیز دلال رپورٹ کو منسوخ کر دیں اور تمام فسادات کی تحقیقات کے لئے ایک آزاد کمیشن مقرر کیا جائے۔ کمیشن کا صدر باہر کے ہائی کورٹ کا غیر جانبدار جج ہو جس کو حکومت ہند مقرر کرے اور اس میں مسلمانوں کی کافی نمائندگی ہو۔ نیز بہت جلد ان کی شکایات کے ازالہ اور ابتدائی حقوق کے متعلق اعلان کیا جائے۔

اگر ریاست جتھوں اور سیاسی قیدیوں کو رہا کر دے' دلال کمیشن کی رپورٹ کو منسوخ کر دے اور ایک نئے آزاد کمیشن کا تقرر کرے تو مسلمان مطمئن ہو سکتے ہیں۔ اور ایک نامزد افسر نمائندگانِ کشمیر سے ابتدائی حقوق' امتیازی قانون اور دوسری شکایات کے متعلق گفتگو کر کے اپنی رپورٹ ۳۰۔ نومبر سے پیشتر پیش کرے اور مہاراجہ صاحب نومبر کے آخری ہفتہ تک اپنے فیصلے سے مطلع کر دیں۔

میں آپ کی مسلم رعایا اور باہر کے سمجھدار مسلمانوں سے متوقع ہوں کہ وہ فضائے امن و امان کو بہتر بنانے اور مستقل تصفیہ میں امداد دیں گے۔ اگرچہ میرے اور

کشمیر کمیٹی کے خلاف پروپیگنڈا ہو رہا ہے تاہم کمیٹی اور میں خود پُر امن ذرائع کو پسند کرتا ہوں۔ میں مہاراجہ صاحب سے متوقع ہوں کہ آپ فوری اقدام عمل کریں گے تاکہ دنیا کو یقین ہو جائے کہ آپ کو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود کا خیال ہے اور ریاست صُلح اور آئینی ذرائع کی خواہشمند ہے۔

پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی

(الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

برطانوی افواج کے جموں میں داخلہ کے متعلق وائسرائے ہند کو تار

جموں میں انتہائی بربریت واقعہ ہونے کے بعد برطانوی افواج ریاست میں داخل ہو گئی ہیں لیکن تا حال آزادانہ تحقیقات کے متعلق کوئی اعلان نہیں کیا گیا۔ جب تک کہ پہلی دلال رپورٹ کو کالعدم قرار دے کر نئے آزاد کمیشن کا تقرر نہیں کیا جاتا' مسلمان یہ یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ برطانوی افواج کا ریاست میں داخلہ یا تو مسلمانوں کے خلاف اقدام ہے اور یا پھر حکومت برطانیہ کے مفاد کی غرض سے ہے۔ لہٰذا میں ہز ایکسیلینسی سے اپیل کرتا ہوں کہ مزید خطرات کے انسداد کے لئے مداخلت کریں۔

پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی

(الفضل ۱۲۔ نومبر ۱۹۳۱ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مہاراجہ بہادر کشمیر کے بیان پر اظہارِ اطمینان

مہاراجہ بہادر کو مبارکباد

قادیان ۱۳۔ نومبر۔ میں نے آج ہز ہائی نس مہاراجہ کشمیر کا اعلان بہت دلچسپی کے ساتھ مطالعہ کیا۔ اگرچہ مجھے پہلے ہی علم تھا کہ ایسا اعلان ہونے والا ہے لیکن پھر بھی میں اس کے مطالعہ سے بہت اثر پذیر ہوا ہوں۔ میں ہِز ہائی نس کو ان کے صحیح فیصلہ اور ان کے وزیر اعظم کو دانشمندانہ مشورہ پر مبارکباد دیتا ہوں۔ انہوں نے ایک نہایت اہم مسئلہ کے تصفیہ کا دروازہ کھول دیا ہے۔

حکومت ہند اور گورنر پنجاب کا شکریہ

میری رائے میں حکومت ہند اور ہزا یکسیلنسی گورنر پنجاب ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے بدامنیوں کے اسباب کی تحقیقات کے لئے مسٹر مڈلٹن کو مقرر کیا ہے کیونکہ ان سے بہتر آدمی منتخب نہیں ہو سکتا تھا۔

ایک شدید نقص

لیکن اس امر کا تذکرہ ضروری ہے کہ اس کمیشن کو دلال کمیشن کے تحقیق کردہ واقعات کے صرف بعد کے حالات کی تحقیقات کا اختیار دیا گیا ہے۔ یہ ایک شدید نقص ہے اس کی فوری تلافی ہونی چاہئے کیونکہ دلال کمیشن کا مسلمانوں نے مقاطعہ کر رکھا تھا اور دو غیر سرکاری مسلمان ارکان نے اس میں شرکت نہیں کی تھی اس لئے اس بات کا احتمال ہے کہ کہیں دلال کمیشن کی رپورٹ جس میں مسلمانوں کے ساتھ کوئی انصاف نہیں کیا گیا تھا' جدید کمیشن کی کارروائی پر اثر انداز نہ ہو جائے۔

گلینسی کمیشن میں ایک نقص

گلینسی کمیشن کی ہیئت ترکیبی میں بھی ایک نقص ہے۔ اس میں ایک ایسا مسلم رکن شامل نہیں جو آئینی مسائل کا ماہر ہو۔ ایسے رکن کی شمولیت مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ اطمینان کا موجب ہوگی۔

مبارک عزم

اعلان میں سب سے نمایاں بات ریاست کے قوانین میں تبدیلی کر کے برطانوی ہند کے قوانین کے مطابق بنانے کا ارادہ اور تحریر و تقریر کی آزادی دینے کا مبارک عزم ہے۔ یہ ایک بہت بڑی پیش قدمی ہے اور مجھے اس پر بہت خوشی حاصل

ہوئی ہے کیونکہ سب سے پہلے میں نے اس بات کو پیش کیا تھا۔

نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنایا جائے

خاتمہ پر مجھے یہ کہنا ہے کہ ہم اس فیصلہ پر کتنے بھی خوش ہوں لیکن ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم نے مقصد حاصل کر لیا ہے۔ صحیح راستہ کی طرف قدم اٹھایا گیا ہے۔ لیکن چونکہ تفصیلات کا ابھی تصفیہ ہونا ہے اس لئے ہم ابھی نہیں کہہ سکتے کہ کوئی حقیقی ترقی ہوگی یا نہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہزہائی نس مہاراجہ صاحب اپنے نیک ارادوں کو عملی جامہ پہنائیں گے اور کشمیر کے اچھے دن آجائیں گے اور یہ ملک دوسری ریاستوں کے لئے مثال ثابت ہوگا۔

پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی

(الفضل ۱۷۔ نومبر ۱۹۳۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسلمانانِ کشمیر کی فوری ضروریات
اگر آپ آج امداد نہیں کرتے تو کل پچھتائیں گے

مسلمانانِ کشمیر کی قربانیاں اور مسلمانانِ ہند کی ہمدردی

مسلمانانِ کشمیر کی بے نظیر قربانیوں اور اس کے ساتھ مسلمانان پنجاب و دیگر صوبہ جات ہند کی ویسی ہی بے نظیر ہمدردی ایک ایسا دل خوشکن نظارہ ہے کہ ہر مسلمان کے دل کو خوشی کے جذبات سے لبریز کر رہا ہے اور وہ لوگ جو صورتِ حالات سے آگاہ اور واقف ہیں جانتے ہیں کہ قربانی کے ان شاندار مظاہروں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانان کشمیر کی غلامی کی زنجیریں کٹنے والی ہیں اور مسلمانانِ ہند کی عظمت ان کے مخالفین کے دلوں میں قائم ہو رہی ہے۔ لیکن اس خوشی کے وقت میں ہمیں ایک بات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہئے جو یہ ہے کہ جنگ ابھی جاری ہے اور ایک تھوڑی سی غفلت اور سُستی فتح کو شکست میں بدل سکتی ہے۔

مسئلہ کشمیر کی موجودہ حالت اور اس کا اقتضاء

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا صدر ہونے کے لحاظ سے میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو کھول کر اس وقت کی حالت بتا دوں۔ اس وقت ریاست کی طرف سے دو کمیشن مقرر ہیں۔ ایک ڈلٹن کمیشن فسادات کی وجہ اور ذمہ داری دریافت کرنے کے لئے اور ایک گلینسی کمیشن مسلمانوں کی تمام شکایات اور حق تلفیوں کی تحقیقات کے لئے۔ ان دو کمیشنوں کے علاوہ ایک کثیر تعداد مقدمات کی جموں و کشمیر اور میرپور میں مسلمانوں کے خلاف دائر ہے۔ ان تینوں کاموں کے لئے اور مسلمان مظلومین کی امداد کے لئے جن میں مقتولین کی بیوائیں اور یتامیٰ اور مأخوذین کے غریب رشتہ دار شامل ہیں اور ہندوستان اور انگلستان میں پراپیگنڈے کے لئے ایک کثیر رقم کی ضرورت ہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا شاندار اور وسیع کام

اس وقت ہندوستان کے ایک مشہور عالم اہالیانِ کشمیر کی امداد کے لئے سری نگر میں کشمیر کمیٹی کی طرف سے تشریف رکھتے ہیں۔ دو وکیل اور ایک گریجویٹ دفتری کام کے لئے اور ایک کلرک سری نگر میں اور ایک وکیل جموں میں کام کر رہے ہیں۔ ایک اور وکیل دو تین دن تک جموں پہنچ جائیں گے اور ایک وکیل کا میرپور کے لئے انتظام ہو رہا ہے۔ اور ایک یا دو وکیل زائد گلینسی کمیشن کے کاموں کی نگرانی کے لئے جلد بھیجنے اور ضروری ہیں۔ اس وقت تک جو وکلاء جا رہے ہیں وہ مفت کام کر رہے ہیں لیکن ان کے اخراجاتِ خور و نوش' مکان اور کرایوں کا انتظام' گواہیاں جمع کرنے اور ہر قسم کی معلومات کمیشن کے لئے مہیا کرنے کا خرچ نہایت کثرت سے اس وقت پڑ رہا ہے اور کچھ ماہ تک یہ خرچ بجائے کم ہونے کے بڑھتا جائے گا۔ جموں میں سینکڑوں مسلمان گھر فاقے کر رہے ہیں' ان کے لئے ریلیف کی الگ ضرورت ہے اور پروپیگنڈا مزید بر آں ہے۔ ان دنوں میں گورنمنٹ اور پریس کی تاروں کا خرچ ہی تین چار سَو روپیہ ماہوار تک پہنچ جاتا ہے۔ انگلستان کی تاریں جو وہاں کے نمائندوں کو صورت حالات سے آگاہ کرنے کیلئے دی جاتی ہیں' بہت سا خرچ چاہتی ہیں۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی آمد و اخراجات

یہ کُل اخراجات تین چار ہزار روپیہ ماہوار تک پہنچ جاتے ہیں اور ان سب اخراجات کی ادائیگی آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ذمہ ہے جو اس وقت تک سب اخراجات ادا کرتی رہی ہے۔ اس وقت تک مسلم بنک آف انڈیا کے ذریعہ سے کُل آمد اس کمیٹی کی ۴۶۰۰ کے قریب ہے۔ اور براہِ راست آمد ایک ہزار کے قریب ہے۔ اس میں بھی ایک ہزار کے قریب رقم میری طرف سے اور انجمن احمدیہ کی طرف سے ہے۔ میں ان سفروں پر جو اِس کام پر مجھے کرنے پڑے ہیں ذاتی طور پر اور اپنی جماعت کے دفتر کی طرف سے چار ہزار سے زائد رقم خرچ کر چکا ہوں۔ جو رقم نقدی کی صورت میں اس وقت تک کشمیر اور جموں بھیجی جا چکی ہے' وہ پانچ ہزار سے اوپر ہے اور جو کرایوں وغیرہ کی صورت میں یا مطبوعات کی صورت میں وہاں گئی ہے' اسے ملا کر سات ہزار کے قریب رقم کشمیر اور جموں پہنچ چکی ہے۔ تاروں' اشتہاروں' ٹریکٹوں' سفر خرچ اور انگلستان کے پروپیگنڈا کا خرچ ملا کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا خرچ بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور اِس وقت اس کا فنڈ ۴۳۰۰ روپے کا مقروض ہے لیکن اس وقت جب کہ کام کا یکدم زور آپڑا

ہے' مزید قرض لینے کی بالکل گنجائش نہیں۔

بہی خواہان کشمیر سے اپیل

پس ان حالات کو پبلک کے سامنے لا کر میں تمام بہی خواہانِ کشمیر سے اپیل کرتا ہوں کہ اس وقت کی نزاکت کو سمجھ کر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی امداد کی طرف متوجہ ہوں چونکہ کشمیر میں خرچ کئی جگہ پر ہو رہا ہے۔ یعنی سری نگر میں' جموں میں اور عنقریب میرپور میں بھی شروع ہوگا اور پھر ہندوستان' انگلستان میں بھی' اس لئے سب روپیہ مرکزی فنڈ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں آنا چاہئے اور اس کے حساب میں مسلم بنک آف انڈیا لمیٹڈ لاہور میں جمع ہونا چاہئے۔ اگر دس پندرہ دن کے اندر دس پندرہ ہزار روپیہ جمع نہ ہو سکا تو کمیٹی کو افسوس کے ساتھ امداد کا کام بند کرنا پڑے گا۔ وکلاء اور دوسرے کارکن حسرت اور افسوس سے واپس آ جائیں گے اور دونوں کمیشنیں یقیناً مسلمانوں کے لئے بجائے مفید کے مُضِر ثابت ہونگی۔ اب بھی روپیہ کے نہ ہونے کی وجہ سے سخت نقصان ہو رہا ہے لیکن اگر فوراً روپے کی آمد شروع نہ ہوئی تو کام بالکل بند ہو جائے گا اور اس کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر پر ہوگی۔

میں ہر بہی خواہ سے کہتا ہوں کہ یہ حساب نہ لگائیں کہ باقی شہروں کی رقم سے مل کر آپ کی رقم کافی ہو جائے گی کیونکہ ممکن ہے میری تحریک نے صرف آپ کے دل میں اور آپ کے شہر کے لوگوں میں ہی اثر کیا ہو۔ پس ہر شخص اس ہمت سے کام کرے کہ گویا سب کام اسی کے ذمہ ہے۔ آئندہ انشاء اللہ سب آمد کی اطلاع بذریعہ اخبارات بھی شائع ہوتی رہے گی تاکہ سب کو آمد کا اندازہ لگانے کا موقع ملتا رہے۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات

گو مجھے افسوس ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات کو باقاعدہ اخبارات میں شائع نہیں کیا جاتا رہا لیکن ان بہت سے ریزولیوشنوں کو پڑھ کر جو متواتر سری نگر اور جموں کے پبلک اجلاسوں میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے شکریہ کے طور پر پاس ہوتے رہے ہیں' آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا کام نہایت مفید اور ضروری ہے اور اوپر کی تشریح سے اس کی ضرورت خود آپ پر بھی واضح ہو گئی ہوگی۔

مسلم نمائندگانِ کشمیر کی طرف سے اپیل

میں یہ لکھ کر اس تحریر کو ختم کرتا ہوں کہ ریاست کشمیر کے نمائندوں کی مجلس کے

فنانشل سیکرٹری کی طرف سے بھی ایک اپیل آئی ہے جس میں کشمیر کے مسلمانوں کی امداد کے لئے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی مالی امداد کی اپیل کی گئی ہے۔ یہ اپیل الگ شائع کی جائے گی۔ سرِدست مَیں اس اعلان کی اشاعت سے اپنے فرض سے سبکدوش ہوتا ہوں۔ اب مسلمانوں کا کام ہے کہ اس کام کو ادھورا چھوڑ کر سب قربانیوں کو ضائع کر دیں یا پورا کر کے اپنے بھائیوں کو آزاد اور اپنی عزت کو قائم کریں۔

خاکسار

میرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

یکم دسمبر ۱۹۳۱ء

(الفضل مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۳۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

تحریک آزادیٔ کشمیر کے تعلق میں مکتوب نمبر ۳

مکرمی و معظمی راجہ سرہری کشن صاحب کول۔ آپ کا خط مجھے ملا۔ اگر ہزہائی نس مہاراجہ صاحب جموں و کشمیر خیال فرماتے ہیں کہ میری ملاقات سے کوئی بہتر صورت پیدا ہو سکتی ہے اور امن کے قیام میں مدد مل سکتی ہے تو مجھے ان کی ملاقات کے لئے کسی مناسب مقام پر آنے پر کوئی اعتراض نہیں میں بڑی خوشی سے اس کام کو کروں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاست کا فائدہ مہاراجہ صاحب کے منشاء پر منحصر ہے کیونکہ فائدہ تبھی ہو سکتا ہے اگر مہاراجہ صاحب مجھ سے اس امر پر گفتگو کرنے کو تیار ہوں کہ مسلمانوں کے مطالبات میں سے کون سے ایسے امور ہیں جن کے متعلق خود مہاراجہ صاحب اعلان کر سکتے ہیں اور کون سے ایسے امور ہیں جن کا اصولی تصفیہ اس وقت ہو سکتا ہے لیکن ان کی تفصیلات کو گلینسی کمیشن کی رپورٹ تک ملتوی رکھنا ضروری ہے اور کون سے ایسے امور ہیں کہ جن کے لئے کُلّی طور پر گلینسی کمیشن کی رپورٹ کا انتظار کرنا چاہئے۔ اگر مہاراجہ صاحب اس قسم کی گفتگو کرنے پر تیار ہوں اور اس امر کو پسند فرمالیں کہ وہ کسی مناسب مقام پر جیسے چھاؤنی سیالکوٹ میں تشریف لے آئیں تو میں چند ممبران کشمیر کمیٹی کو ہمراہ لے کر وہاں آ جاؤں گا تاکہ جو گفتگو ہو میں فوراً اس کے متعلق ممبروں سے گفتگو کر لوں اور فیصلہ بغیر ناواجب دیر کے ہو سکے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر ایسا انتظام ہو گیا تو یقیناً ریاست اور مسلمانوں دونوں کے لئے مفید ہو گا۔ کیونکہ میرا یا میرے ساتھیوں کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ فساد پھیلے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی صورت پیدا ہو جائے۔ اس صورت میں ہم پوری طرح امن کے قیام کیلئے کوشش کریں گے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ششم ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۵۴ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تحریک آزادیٔ کشمیر کے تعلق میں مکتوب نمبر ۴

مکرمی راجہ سرہری کشن کول صاحب! آپ کا خط مورخہ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۳۱ء ملا۔ جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ چونکہ مقدم چیز یہ ہے کہ ہزہائی نس مہاراجہ صاحب سے میری ملاقات کوئی مفید نتیجہ پیدا کرے اس لئے سرِدست میں ملاقات کی جگہ کے سوال کو نظر انداز کرتا ہوں اور اصل سوال کو لیتا ہوں جو مسلمانوں کے حقوق کے تصفیہ کے متعلق ہے۔ اگر ان امور کے متعلق ہزہائی نس مہاراجہ صاحب ہمدردانہ طور پر غور فرمانا چاہیں تو میں انشاء اللہ پوری کوشش کروں گا کہ مناسب سمجھوتہ ہو کر ریاست میں امن قائم ہو جائے۔

مسلمانانِ کشمیر کے مطالبات کے جواب میں جو اعلان ہزہائی نس مہاراجہ بہادر نے ۱۲۔ نومبر ۱۹۳۱ء کو فرمایا وہ بحیثیت مجموعی بہت قابل قدر تھا اور اسی لئے مسلمانان کشمیر اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے اس کے متعلق قدردانی اور شکریہ کا اظہار کیا۔ مگر جیسا کہ آپ کو معلوم ہے جو مطالبات ریاست کے سامنے نمائندگان نے پیش کئے تھے ان میں ۹۔ امور ایسے تھے جن کے متعلق ان کا مطالبہ تھا کہ ان کا مناسب فیصلہ فوراً کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کے متعلق فوری فیصلہ کرنے میں کوئی روک نہیں۔ اور وہ ہرگز کسی قسم کے کمیشن کے قیام کے محتاج نہیں ہیں۔ مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ اب تک ان مطالبات کے متعلق کوئی کارروائی اس رنگ میں نہیں ہوئی کہ مسلمانوں کی تسلی کا موجب ہو۔

سب سے پہلا مطالبہ یہ تھا کہ جن حکام نے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو صدمہ پہنچایا ہے انہیں مناسب سزا دی جائے۔ دلال کمیشن حالانکہ مسلمان اس پر خوش نہیں تسلیم کرتا ہے کہ ایک انسپکٹر پولیس نے خطبہ سے امام کو روک کر فساد کی آگ بھڑکائی لیکن اس وقت تک اسے کوئی سزا نہیں دی گئی اور نہ اُس شخص کو جس نے قرآن کریم کی ہتک کی تھی کوئی سزا دی گئی ہے۔ اس کا ریٹائر ہونا طبعی وقت پر ہوا ہے اور وہ کوئی سزا نہیں۔

دوسرا مطالبہ جو مقدس مقامات کے متعلق تھا وہ ایک حد تک پورا ہو رہا ہے لیکن اول تو ابھی بہت سے مقدس مقامات واگذار ہونا باقی ہیں۔ علاوہ ازیں جو مسجد واگذار کی گئی ہے۔ یعنی پتھر مسجد وہ ایسی خراب حالت میں ہے کہ مسلمانوں پر اس کی مرمت کا بوجھ ڈالنا ایک سزا ہو گا۔ اس کے متعلق ضروری ہے کہ مسجد کے گرد کا علاقہ بھی اگر اب تک واگذار نہیں ہوا' واگذار کیا جائے۔ نیز ریاست کو چاہئے کہ مسجد کی مرمت کے لئے بھی ایک معقول رقم دے تاکہ مسجد کے احترام اور تقدس کے مطابق اس کی واجبی مرمت کرائی جاسکے۔

تیسرا مطالبہ بھی مکمل طور پر پورا نہیں کیا گیا کیونکہ بعض ایسے ملازم ہیں کہ جن کو گواہیاں دینے یا مسلمانوں کی ہمدردی کے جُرم میں دور یا خراب مقامات پر تبدیل کر دیا گیا ہے اور ابھی تک انہیں اپنے مقامات پر واپس نہیں لایا گیا۔

چوتھا مطالبہ تازہ فسادات میں مقتولوں کے وارثوں اور زخمیوں کو معاوضہ اور گذارہ دینے کا تھا۔ جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے اس کو بھی اب تک عملاً پورا نہیں کیا گیا اور اکثر غرباء اب تک فاقوں مر رہے ہیں حالانکہ یہ کام جس قدر جلد ہوتا خود ریاست کے حق میں مفید ہوتا اور رعایا کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کا موجب۔

مطالبہ نمبر۵ کے متعلق بھی مناسب کارروائی نہیں ہوئی اور اب تک بعض سیاسی قیدی جیسے میاں عبدالقدیر قید ہیں۔ اگر ہزہائی نس ایسے قیدیوں کو چھوڑ دیں تو یقیناً اچھی فضا پیدا ہو جائے گی۔

مطالبہ نمبر۶ کے متعلق کمیشن بیٹھ چکا ہے اور اس کے لئے ہم ریاست کے ممنون ہیں۔

مطالبات نمبر سات' آٹھ' نو(۹) درحقیقت ایسے مطالبات ہیں کہ جن کا مسلمانوں کے حقیقی مفاد سے تعلق ہے بلکہ سات اور نو کا ریاست کی تمام رعایا کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ان میں سے ۹ کے سوا دوسرے دونوں مطالبات کو ابھی عملاً پورا نہیں کیا گیا حالانکہ ان کے فوری طور پر پورا ہونے میں کوئی مشکل نہ تھی۔ ریاست اور انگریزی علاقہ میں اس بارہ میں ایک سے حالات ہیں اور جو قانون انگریزی علاقہ میں ہے کوئی وجہ نہیں کہ ریاست میں فوراً جاری نہ ہوسکے۔

مطالبہ نمبر۷ کے متعلق سنا گیا ہے کہ مسٹر گلینسی رپورٹ کر چکے ہیں کہ پریس اور انجمنوں اور تقریر کی آزادی دی جائے۔ اگر یہ خبر صحیح ہے تو یہ امر اور بھی قابلِ افسوس ہے کہ اب تک اس کے متعلق فیصلہ نہ کر کے فضا کو خراب ہونے دیا گیا ہے۔

مطالبہ نمبر ۸ بھی ایسا مطالبہ ہے کہ جس کے متعلق انگریزی حکومت کہ جہاں ہندو آبادی کی اکثریت ہے ایک فیصلہ کر چکی ہے اگر اس قانون کو ریاست کشمیر میں کہ جہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے جاری کر دیا جائے تو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آتا۔

مطالبہ نمبر ۹ کے متعلق ہزہائی نس نے مہربانی فرما کر یہ اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ اپنی رعایا کو زیادہ سے زیادہ حکومت میں حصہ لینے کا موقع دیں گے لیکن یہ الفاظ اصل مطالبہ پر حاوی نہیں۔ ہزہائی نس کی رعایا کا مودبانہ مطالبہ یہ تھا کہ حکومت کے انتظام کی ترتیب ایسی ہو کہ آہستہ آہستہ حکومت نمائندہ ہو جائے ہزہائی نس مہاراجہ صاحب بہادر کے وعدہ کے الفاظ ایسے ہیں کہ اگر صرف ملازمتیں مسلمانوں کو زیادہ دے دی جائیں تو ان الفاظ کا مفہوم ایک گونہ پورا ہو جائے گا۔ حالانکہ اصل مطالبہ اور ہے۔ پس اگر اس امر کی تسلی دلا دی جائے کہ "INCREASING ASSOCIATION" سے مراد نمائندہ حکومت کے اصول پر حکومت کو قائم کرنا ہو گا۔ خواہ اس کی پہلی قسط آخری قسط کو پورا کرنے والی نہ ہو تو یہ امر یقیناً رعایا کی تسلی کا موجب ہو گا۔

مطالبات کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد میں یہ زائد کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات ان مطالبات کے تیار ہونے کے بعد حوادث زمانہ کی وجہ سے یا ریاست کے بعض اعلانات کی وجہ سے نئے پیدا ہو گئے ہیں ان کے متعلق ہمدردانہ غور بھی ضروری ہے کیونکہ ان کے تصفیہ کے بغیر فساد کا مٹنا مشکل ہے۔

سب سے پہلا سوال زمینداروں کی اقتصادی حالت تباہ ہو جانا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ریاست جموں کی سرحد اس حکومت سے ملتی ہے جس نے اس زمانہ میں جمہوریت کا ایک نیا مفہوم پیدا کیا ہے اور اس سے تمام دنیا میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے۔ زمینداروں کی موجودہ تباہی نے ان خیالات کو رائج کرنے میں بے انتہا مدد دی ہے۔ انگریزی حکومت نے باوجود قیامِ امن کی خاطر کثیر رقوم خرچ کرنے کے اس وقت زمینداروں کا بوجھ کم کرنے کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ ریاست جموں نے بھی اپنے مالیہ میں تخفیف کی ہے لیکن وہ تخفیف بہت کم ہے۔ زمیندار پر جو بار ریاست میں اس وقت ہے وہ انگریزی علاقہ کے زمیندار کے بار سے بہت زیادہ ہے حالانکہ جو قیمت انگریزی علاقہ کے زمیندار کو اپنی پیداوار پر ملتی ہے اس سے بہت کم ریاست کے زمیندار کو اپنی پیداوار پر ملتی ہے۔ پس ان حالات کی طرف فوری توجہ کی ضرورت ہے۔

اگر ریاست ایک سال کے لئے عارضی طور پر جب تک کہ گلینسی کی رپورٹ پیش ہو کر اس پر غور کیا جا سکے' ریاست کے زمینداروں کا بار تمام ٹیکسوں کو مدنظر رکھتے ہوئے انگریزی علاقہ کے بار کے مطابق کم کر دے تو نہ صرف یہ ایک انصاف کا کام ہو گا بلکہ اس سے رعایا اور راعی کے تعلقات کے درست ہونے میں یقیناً بہت کچھ مدد ملے گی۔

دوسرا تغیر جو بعد کے حالات سے پیدا ہوا ہے وہ جموں اور میرپور کے سیاسی قیدیوں کا سوال ہے۔ جب گاندھی ارون پیکٹ ہوا تھا تو تمام سیاسی قیدی حکومت برطانیہ نے بغیر کوئی معاہدہ لینے کے چھوڑ دیئے تھے۔ ریاست نے رعایا سے صلح تو کی لیکن قیدیوں کو نہیں چھوڑا۔ اس کی وجہ سے ان قیدیوں کے دوستوں اور ساتھیوں کا دباؤ لیڈروں پر پڑ رہا ہے اور تعاون کی کارروائی پوری طرح نہیں ہو سکتی۔ میرے نزدیک یقیناً ریاست کا اس میں فائدہ ہے کہ وہ ان قیدیوں کو چھوڑ دے۔ اگر وہ لوگ نئی فضا سے فائدہ نہ اٹھائیں تو انہیں پھر گرفتار کیا جا سکتا ہے اور اس وقت یقیناً رعایا کا سمجھدار طبقہ ریاست کے ساتھ ہو گا۔

ایک نیا تغیر گلینسی کمیشن کے قیام کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اس کی موجودہ ترکیب سے مطمئن نہیں لیکن جو کچھ پہلے ہو چکا وہ تو خیر ہو چکا آئندہ ایک نئی کمیشن قانونِ اساسی کے متعلق مقرر کی جائے گی۔ اس کی ترکیب سے پہلے مسلمانوں کے احساسات کو معلوم کر کے ان کا خیال رکھ لینا ضروری امر ہے۔

دلال کمیشن کے مسلمان مخالف تھے لیکن دلال کمیشن کی رپورٹ کا جو حصہ مفید تھا اب تک اس پر بھی عمل نہیں ہوا۔ یعنی (۱) مسلمانوں کی ملازمتوں کے متعلق کوئی معیّن احکام جاری نہیں ہوئے۔ (۲) اس قسم کے غیر تعلیم یافتہ افسروں کو جن کے بے فائدہ ہونے کے متعلق کمیشن نے رائے ظاہر کی تھی اب تک ہٹایا نہیں گیا۔

یہ جملہ امور ایسے ہیں کہ جن پر گفتگو ہو کر کسی مفید نتیجہ کی امید ہو سکتی ہے اور اگر ہزہائی نس ان کے متعلق تبادلہ خیال کا مجھے موقع دیں تو میں ہزہائی نس کی ملاقات کو ایک مبارک بات سمجھوں گا جس سے لاکھوں آدمیوں کے فائدہ کی امید ہو گی۔ اور اگر کوئی مفید صورت نکلے تو آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سامنے اس ملاقات کا نتیجہ رکھ کر کوشش کروں گا کہ کوئی ایسی صورت نکلے جس سے جلد سے جلد امن قائم ہو سکے۔ لیکن اگر ہزہائی نس کسی مصلحت کی وجہ سے ان امور پر غور کرنے کے لئے تیار نہ ہوں تو محض ایک رسمی ملاقات باوجود اس ادب و احترام کے

جو میرے دل میں ہزہائی نس کا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتی۔

میں خط ختم کرنے سے پہلے یہ بات بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہر امر جس صورت میں نمائندوں نے پیش کیا ہے اسی صورت میں اس کے متعلق فیصلہ کیا جائے۔ وہ صرف ایک بنیاد ہے لیکن اگر کوئی ایسی راہ نکل آئے جو رعایا کے حقوق کی حفاظت کرتی ہو اور ساتھ ہی والئی ملک کے احساسات اور ریاست کے حقیقی مفاد بھی اس میں ملحوظ رہتے ہوں تو ایسے تصفیہ پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اور میں ایسے تغیرات کو ملک سے منوانے میں ہر طرح ہزہائی نس کی حکومت کی امداد کروں گا۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ ہزہائی نس کو ایسا مشورہ دیں گے کہ کوئی راہ ملک میں قیامِ امن کی نکل آئے گی۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ ایک لمبے عرصہ تک ایجی ٹیشن کے جاری رہنے کے بعد ایک طبقہ کو ایجی ٹیشن کی عادت ہی نہ پڑ جائے۔ جس کے بعد کوئی حق بھی ایسے لوگوں کو تسلی نہیں دے سکتا۔ یہ حالت ملک اور حکومت دونوں کے لئے نہایت خطرناک ہوتی ہے اور عظیم الشان انقلابات کے بغیر ایسی حالت نہیں بدلا کرتی۔ اللہ تعالیٰ ایسے ناگوار تغیرات سے مہاراجہ صاحب بہادر اور ان کی رعایا کو محفوظ رکھے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

۳-۱-۱۹۳۲ء

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۵۴ تا ۵۷ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

کشمیر کے لیڈر مسٹر عبداللہ کی گرفتاری

اور

اہلِ کشمیر کا فرض

برادرانِ کشمیر! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

گذشتہ کئی ماہ کے عرصہ میں مَیں خاموش رہا ہوں اور اپنا مطبوعہ خط آپ کے نام نہیں بھیج سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ لوگوں کے قابلِ فخر لیڈر مسٹر عبداللہ آزاد ہو کر آگئے تھے اور آزادی کی جدوجہد کو نہایت خوبی اور قابلیت سے چلا رہے تھے۔ پس میں ضرورت نہیں سمجھتا تھا کہ اپنے مطبوعہ خطوں کا سلسلہ جاری رکھوں۔ لیکن اب جبکہ ریاست نے پھر مسٹر عبداللہ اور دوسرے لیڈروں کو گرفتار کر لیا ہے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اپنے مطبوعہ خطوں کا سلسلہ پھر جاری کر دوں۔ تاکہ آپ لوگوں کی کام کرنے کی روح زندہ رہے اور مسٹر عبداللہ کی گرفتاری کی وجہ سے آپ میں پراگندگی اور سُستی پیدا نہ ہو۔

اے عزیز بھائیو! ریاست کے بعض حکام ایک عرصہ سے کوشش کر رہے تھے کہ مسٹر عبداللہ کو گرفتار کریں لیکن انہیں کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ کوشش کی کہ مسٹر عبداللہ جس جگہ ہوں وہاں لڑائی کروادی جائے۔ اور پھر مسٹر عبداللہ کو پکڑوا دیا جائے کہ یہ بھی لڑائی میں شامل تھے۔ اسی طرح بعض

خبیثوں نے یہ بھی کوشش کی کہ کسی ہندو فاحشہ عورت کو سکھا کران کے گھر پر بھیج دیں اور ان پر جبریہ بد اخلاقی کا الزام لگا کرانہیں گرفتار کروا دیں۔ میں یہ نہیں جانتا کہ کسی ذمہ وار ریاستی افسر کا اس میں دخل تھا یا نہیں لیکن یہ یقینی امر ہے کہ اس قسم کی کوششیں بعض لوگ کر رہے تھے۔ لیکن چونکہ میں نے ان ارادوں کا ذمہ وار حلقوں میں افشاء کر دیا تھا' اس لئے وہ لوگ ڈر گئے اور ان ارادوں کے پورا کرنے سے باز رہے۔ آخر اب مفتی ضیاء الدین صاحب کی جلاوطنی کے موقع پر کہ یہ صاحب بھی ایک اعلیٰ درجہ کے مخلص قومی خادم ہیں' ایک لغو بہانہ بنا کر مسٹر عبداللہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے حالانکہ مسٹر عبداللہ امن کے قیام کے لئے کوشاں تھے نہ کہ فساد پیدا کرنے کے لئے۔

عزیز بھائیو! چونکہ انسان حالات سے واقف ہو کر مخالف کے حملوں سے بچ جاتا ہے بلکہ مشہور ہے کہ دشمن کے منصوبوں سے واقف ہونا آدھی فتح ہوتی ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ ریاست کے حکام کن چالوں سے آپ کو پھنسانا اور آپ کے حقوق کو تلف کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ لوگ فریب میں نہ آئیں اور اپنے اعلیٰ درجہ کے کام کو کامیابی کے ساتھ فتح کر سکیں۔

آپ کو معلوم رہنا چاہئے کہ پچھلے مظالم کے وقت میں اور دوسرے ہمدردانِ کشمیر اس امر میں کامیاب ہو گئے تھے کہ حکومت ہند کی توجہ کو آپ لوگوں کی ناگفتہ بہ حالت کی طرف پھرا سکیں اور اوپر کے دباؤ کی وجہ سے ریاست مجبور ہو گئی تھی کہ اس ظلم کا راستہ ترک کر کے انصاف کی طرف مائل ہو۔ لیکن وہ حُکّامِ ریاست جن کا دلی منشاء یہ تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو حقوق نہ ملیں' انہوں نے یہ کوشش شروع کر دی کہ کسی اہل کشمیر کی طرف سے ایسے مطالبات پیش کرا دیں جو بالکل غیر معقول ہوں۔ یا ایسے فسادات کروا دیں جنہیں انگریز ناپسندیدہ سمجھیں۔ وہ اس کا یہ فائدہ سمجھتے تھے کہ اس طرح انگریزوں کی ہمدردی مسلمانوں سے ہٹ کر ریاست کے ساتھ ہو جائے گی۔ دوسری کوشش انہوں نے یہ کرنی شروع کر دی کہ فرقہ وارانہ سوال پیدا کر کے مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کر دیں۔

پہلے مقصد کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے بعض مسلمان ذمہ وار لوگوں کو انگریزوں سے لڑوانے کی کوشش کی۔ چنانچہ جب گلینسی کمیشن مقرر ہوا تو باوجود اس کے کہ مسٹر عبداللہ اور ان کے ساتھی اس امر کا فیصلہ کر چکے تھے کہ جب تک کوئی خلاف بات ظاہر نہ ہو وہ اس

سے تعاون کریں گے اور میں نے بھی انہیں یہی مشورہ دیا تھا' ریاست کا ایک ایجنٹ جسے اسی قسم کے کاموں کے لئے باہر سے بلوایا گیا تھا' مسٹر گلینسی سے ملا اور انہیں اس نے کہا کہ مسلمان تم سے تعاون کرنا نہیں چاہتے۔ اور اس طرح انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ مگر چونکہ مسلمان تعاون کرنے کے لئے تیار تھے' اس کا علاج اس شخص نے یہ کیا کہ مسلمانوں سے کہا کہ مسٹر گلینسی تم سے ملنا نہیں چاہتے' میں انہیں سمجھا کر منوا دیتا ہوں۔ اور پھر مسٹر گلینسی کو یہ بتا کر کہ میں نے بڑی محنت سے مسلمانوں کو منوایا ہے اپنے جُرم پر پردہ ڈالا اور ساتھ ہی مسٹر گلینسی کی طبیعت میں شروع میں ہی مسلمان لیڈروں سے بغض پیدا کر دیا۔ چنانچہ مولوی عبدالرحیم درد ایم۔اے سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی جو کہ عرصہ سے آپ لوگوں کی خدمت کر رہے ہیں' انہیں ایک رات گیارہ بجے بلا کر ریذیڈنٹ صاحب اور مسٹر گلینسی نے صبح کے تین بجے تک جو گفتگو کی اس سے صاف ظاہر تھا کہ دونوں صاحبان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف زہر بھرنے کی پوری کوشش کی گئی تھی۔

اسی سلسلہ میں ایک کوشش یہ کی گئی کہ بعض اہالیانِ کشمیر سے جو درحقیقت ریاست کے بعض حکام سے ساز باز رکھتے ہیں اور ان کی خفیہ چٹھیاں معتبر لوگوں نے دیکھی ہیں' یہ اعلان کروایا کہ وہ لوگ کشمیر کے لئے آزاد اسمبلی چاہتے ہیں۔ یہ امر کہ یہ لوگ بعض حُکّام ریاست کے سکھانے پر ایسا کر رہے تھے' اس طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ ساتھ کے ساتھ کہے جاتے ہیں کہ وہ مہاراجہ صاحب کے اقتدار کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتے۔ حالانکہ آزاد اسمبلی کے معنی ہی یہ ہیں کہ مہاراجہ صاحب کے کُل اختیار لے کر اسمبلی کو دے دیئے جائیں اور جب سب اختیار مہاراجہ صاحب سے لے لئے جائیں تو پھر ان کا اقتدار کہاں باقی رہا۔ غرض یہ دونوں باتیں ایسی متضاد اور ایک دوسرے سے مخالف ہیں کہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسمبلی کا مطالبہ خود حُکّامِ ریاست انگریزوں کو یہ بتانے کے لئے کہ اہل کشمیر کے مطالبات خلاف عقل اور باغیانہ ہیں کرواتے تھے۔ اصل میں یہ لوگ ریاست کے ایجنٹ تھے۔ تبھی تو یہ کہتے تھے کہ ہم مہاراجہ صاحب کے اقتدار میں کوئی فرق نہیں لانا چاہتے۔ دوسرا ثبوت کہ یہ لوگ ریاست کی طرف سے اس کام پر مقرر ہوئے تھے یہ ہے کہ یہ لوگ ریاست کی موٹروں میں ریاست کے خرچ پر سفر کرتے رہے ہیں اور حُکّامِ ریاست نے تاریں دے دے کر انہیں بلوایا ہے اور ان کو اپنے کاموں پر بھجوایا ہے۔ اب کیا کوئی شخص مان سکتا ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ کامل آزادی

کا مطالبہ کر رہے تھے۔ دوسری طرف ریاست جو مسلمانوں کو سردست کچھ بھی دینے کو تیار نہیں معلوم ہوتی' ان لوگوں سے دوستانہ برتاؤ کر رہی تھی اور مسٹر عبداللہ جیسے آدمی کو جن کے مطالبات نہایت معقول تھے' اپنا دشمن قرار دے رہی تھی۔ ریاست کا یہ سلوک صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ ریاست کے ایجنٹ تھے اور مسٹر عبداللہ رعایا کے حقیقی خیر خواہ تھے۔

دوسرا کام یعنی مسلمانوں میں تفرقہ ڈلوانے کا کام بھی ریاست نے خود مسلمانوں سے لیا اور انہی میں سے بعض لوگوں کو اس کام کے لئے کھڑا کیا کہ فرقہ بندی کا سوال اٹھائیں۔ حالانکہ فرقہ بندی مذہبی شَے ہے اور کشمیر کی آزادی کا سوال مذہبی نہیں بلکہ سیاسی ہے۔ کیا اگر ہندو اُٹھ کر آج مسلمانوں کے مطالبات کی تصدیق کرنے لگیں اور کہیں کہ ان حقوق کے ملنے سے ہمارا بھی فائدہ ہے' تو کیا کوئی مسلمان ہے جو کہے گا کہ ہندوؤں کا ہم سے کیا تعلق؟ بلکہ ہر مسلمان شوق سے ان ہندوؤں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے گا اور ہندوؤں کی امداد کو امداد غیبی سمجھے گا۔ یا مثلاً مہاراجہ صاحب اختیار دینے کو تیار ہوں تو کیا کوئی کہے گا کہ وہ ہندو ہیں ہم ان سے کچھ نہیں مانگتے۔ یا جب سرینگر کے مظالم کے موقع پر بعض انگریزوں نے بعض مسلمانوں کو مارنے پیٹنے سے بچانے کے لئے کوشش کی تھی تو کیا وہ مسلمان انہیں یہ کہتے تھے کہ ہم عیسائی کافر سے مدد نہیں لیتے ان ڈوگروں کو مارنے دو تم ہمیں نہ بچاؤ۔ غرض یہ ایک بالکل خلاف عقل سوال تھا اور اصل بات یہ تھی کہ ریاست کے حکام جانتے تھے کہ کشمیر کی آزادی کے لئے آئینی جدوجہد میں میرا بہت سا دخل ہے اور وہ اسی جدوجہد سے زیادہ خائف تھے۔ پس ریاست نے یہ کوشش شروع کی کہ مجھے تنگ کرے اور کشمیر کمیٹی سے استعفاء دینے پر مجبور کر دے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی کہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو ایک ارادہ کر کے اس سے پیچھے ہٹ جائیں۔ مجھے اگر کشمیر کمیٹی سے استعفاء دینا پڑتا تو بھی میں اہلِ کشمیر کی مدد سے دست کش نہ ہوتا۔ اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے امید ہے کہ اہلِ کشمیر کے آزاد ہونے تک مجھے ان کی خدمت کی برابر توفیق ملتی رہے گی۔ اے میرے رب! تو ایسا ہی کر اور مجھے اس مظلوم قوم کی مدد کرنے کی اور بے غرض اور بے نفس خدمت کرنے کی توفیق عطا فرما۔ اٰمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ

اس تفرقہ ڈلوانے کے کام پر اس قدر زور دیا گیا کہ ریاست کے بعض حُکّام نے خود بلوا کر میر واعظ محمد یوسف شاہ صاحب کو لاہور بھجوایا جہاں انہوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ میں صدارت

سے مستعفی ہو جاؤں لیکن بعض معززین کا بیان ہے کہ جب انہوں نے میر واعظ صاحب سے پوچھا کہ اگر موجودہ صدر استعفاء دے دیں تو کیا آپ مسٹر عبداللہ صاحب سے مل کر کام کرنے لگ جائیں گے اور ان کی تائید کرنے لگیں گے تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں میں ایسا پھر بھی نہیں کروں گا۔ اس پر ان معززین نے کہا کہ اگر صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے استعفاء کی غرض اتحاد پیدا کرنا ہے تو اتحاد تو اس صورت میں بھی نہ ہوا۔ پھر ہم خواہ مخواہ کیوں کوشش کریں کہ وہ استعفاء دیں۔

غرض یہ کہ ریاست کے بعض حکام نے پورا زور لگایا کہ مذہبی فرقہ بندی کا سوال اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں۔ لیکن مسٹر عبداللہ کی دور اندیشی اور اہل کشمیر کی وہ طبعی ذہانت جو انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کر رکھی ہے ان کے منشاء کے راستہ میں روک بن گئی اور اہل کشمیر نے صاف کہہ دیا کہ وہ اس سیاسی سوال میں مذہبی تفرقہ پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ان حالات کے بیان کرنے سے میری غرض یہ ہے کہ آپ لوگ پوری طرح ان کوششوں سے آگاہ رہیں جو ریاست آپ کے کام کو نقصان پہنچانے کیلئے کر رہی ہے۔ اور آئندہ بھی کرے گی اور اس کے ایجنٹوں کے دھوکا میں آکر غصہ کی حالت میں کوئی فساد نہ کر بیٹھیں یا فرقہ بندی کے سوال کو سیاسی مسائل میں داخل نہ کر لیں۔

اے بھائیو! اس میں کوئی شک نہیں کہ مسٹر عبداللہ جیسے لیڈر کے بلاوجہ گرفتار کئے جانے پر جنہوں نے اپنی زندگی اپنے پیارے وطن اور اپنے پیارے وطنی بھائیوں کی خدمت کیلئے وقف کر چھوڑی تھی، آپ لوگوں کو جس قدر بھی غصہ ہو کم ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ لوگوں میں سے اکثر اُس جگہ خون بہانے کے لئے تیار ہیں جہاں مسٹر عبداللہ کا پسینہ گرے لیکن آپ لوگوں کو یہ بات نہیں بُھلانی چاہئے کہ مسٹر عبداللہ سے محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کے کام کو جاری رکھا جائے۔ پس آپ لوگ ریاست کے اس ظلم کا جواب جو انہوں نے مسٹر عبداللہ صاحب، مفتی ضیاء الدین صاحب اور دیگر لیڈرانِ کشمیر کو گرفتار یا جلا وطن کر کے کیا ہے یہ دیں کہ اس تحریک کو کامیاب کرنے کے لئے جو مسٹر عبداللہ نے شروع کر رکھی تھی، پہلے سے بھی زیادہ مستعد ہو جائیں۔ نیز جو مطالبات انہوں نے پیش کئے تھے، ان پر آپ لوگ اَڑے رہیں اور جو شخص ان مطالبات کے خلاف کہے خواہ آپ کا ظاہر میں دوست بن کر

یہی کہے کہ ان مطالبات سے زیادہ سخت مطالبات ہونے چاہئیں' اس کی بات کو رد کر دیں اور صاف کہہ دیں کہ مسٹر عبداللہ کی پیٹھ پیچھے ہم کسی اور کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ مجھے اس نصیحت کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے کہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں خود ریاست کا اس میں فائدہ ہے کہ بعض لوگوں سے زیادہ سخت مطالبات پیش کرائے کیونکہ اس سے ایک طرف مسٹر عبداللہ کی لیڈری میں فرق آتا ہے' دوسری طرف انگریزوں کو بھڑکانے کا اسے موقع ملتا ہے۔ پس آپ نہ صرف اس خوشامدی سے ہوشیار رہیں جو نقصان کا خوف دلا کر آزادی کی تحریک سے آپ لوگوں کو ہٹانا چاہے بلکہ اس دوست نما دشمن سے بھی ہوشیار رہیں جو بظاہر آپ کی خیر خواہی کا دعویٰ کرکے اور سبز باغ دکھا کر آپ کو آپ کے حقیقی لیڈر سے پھرانا چاہتا ہے۔ مجھے اس بات پر زور دینے کی اس لئے بھی ضرورت پیش آئی ہے کہ بعض لیڈر جو ظاہر میں جوشیلے نظر آتے ہیں مجھے ان کی نسبت یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ ریاست سے روپیہ لیتے ہیں اور مسٹر عبداللہ کا اثر گھٹانے کے لئے ریاست کی طرف سے مقرر ہیں۔

یہ امر بھی یاد رکھیں کہ کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک کہ پبلک کی ہمدردی اس کے ساتھ نہ ہو اور پبلک اس کی خاطر اپنی جان دینے کو تیار نہ ہو۔ عزت کی موت ذلّت کی زندگی سے ہزار درجہ اچھی ہوتی ہے۔ پس جہاں میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے نفسوں پر قابو رکھیں' وہاں میں یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ آپ کو اپنے نفسوں کو ملک اور قوم کے لئے قربانی کی خاطر تیار رکھنا چاہئے یہ اور بات ہے کہ آپ اپنے ملک کے فائدہ کیلئے اعتدال کا طریق اختیار کریں اور یہ بات اور ہے کہ آپ اس امر کے لئے تیار ہوں کہ اگر ملک کے لئے جان دینی پڑے گی تو خوشی سے جان دے دیں گے۔ یہ دونوں باتیں جُدا جُدا ہیں اور اپنی اپنی جگہ دونوں حق ہیں۔ پس چونکہ بالکل ممکن ہے کہ ایسا وقت آجائے کہ بغیر اخلاق یا مذہب کو ہاتھ سے دینے کے آپ کو اپنے ملک کیلئے جان دینی پڑے' اس لئے اس وقت کیلئے بھی آپ کو تیار رہنا چاہئے اور اپنے اندر قربانی کی روح اور بہادری کا احساس پیدا کرنا چاہئے۔ اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر کشمیری کو آپ لوگ اس جنگ کیلئے تیار رکھیں جو اس وقت آزادی کے لئے آپ لوگ کر رہے ہیں۔ قید ہونا صرف مسٹر عبداللہ کا فرض نہیں' آپ لوگوں کا بھی فرض ہے۔ مسٹر عبداللہ آسمان سے نہیں گرے' ان کے بھی ماں باپ بھائی بند ہیں۔ ان کا بھی ایک دل اور ایک جسم ہے۔ جس طرح آپ کے قید ہونے پر آپ کے عزیزوں کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اور

جس طرح قید ہونے سے خود آپ لوگوں کے دل اور جسم کو تکلیف پہنچ سکتی ہے اسی طرح مسٹر عبداللہ کے عزیزوں کو بھی اور ان کے دل اور جسم کو بھی تکلیف پہنچتی ہے۔ پس اس پر خوش نہ ہوں کہ آپ کا لیڈر آپ کے لئے قید میں ہے کیونکہ یہ غداری اور بے وفائی کی کمینہ مثال ہوگی بلکہ اس امر کے لئے تیار رہیں کہ اگر موقع آئے تو آپ بھی اور آپ کے عزیز بھی بلکہ آپ کی عورتیں بھی قید ہونے کو تیار رہیں گی۔

یہ بھی مت خیال کریں کہ جب ہمیں امن کی تعلیم دی جاتی ہے تو ہمیں قید ہونے کا موقع کس طرح مل سکتا ہے کیونکہ مسٹر عبداللہ کو بھی ریاست نے بِلاوجہ اور بِلاقصور گرفتار کیا ہے۔ اور اسی دفعہ نہیں پہلے بھی اسی طرح بِلاوجہ انہیں قید کرتی رہی ہے۔ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ آپ کو بھی کسی وقت ریاست بِلاوجہ قید کرلے۔ پس اپنے نفسوں کو تیار رکھیں اور اپنی اولاد کو بھی سمجھاتے رہیں کہ ملک کی خاطر قید ہونا کوئی بُری بات نہیں، بلکہ عزت ہے۔

میں نے اپنے ایک پہلے خط میں لکھا تھا کہ مسٹر عبداللہ اور دوسرے لیڈر جب تک آزاد نہ ہوں۔ آپ لوگ روزانہ ان کے لئے دعا کرتے رہا کریں اور اپنی اولادوں کو بھی اس میں شامل کیا کریں۔ میں اس بات کی طرف پھر توجہ دلاتا ہوں کہ آج سے آپ لوگ متواتر رات کو سونے سے پہلے خدا تعالیٰ سے اپنے مذہب اور طریقہ کے مطابق مسٹر عبداللہ کیلئے اور اہلِ کشمیر کو انسانی حقوق ملنے کیلئے دعا کیا کریں۔ نیز میں مساجد کے اماموں سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ بھی ہر جمعہ کے دن تمام نمازیوں سمیت مناسب موقع پر کشمیر کی آزادی اور مسٹر عبداللہ اور دیگر لیڈرانِ کشمیر کی حفاظت اور رہائی کیلئے دعا کیا کریں۔ اس کا فائدہ ایک تو یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آکر ان ظلموں کا خاتمہ جلد کردے گی جو اہلِ کشمیر پر روا رکھے جاتے ہیں اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہر گھر میں اور بچوں تک بھی یہ تحریک پہنچ جائے گی۔ یاد رکھیں کہ ریاست یہ قانون تو بنا سکتی ہے کہ گذرگاہوں یا مساجد میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو اور آپ کی عورتوں کو کوئی شخص ملک کے صحیح حالات نہ بتائے۔ لیکن کوئی ریاست خواہ کس قدر زبردست کیوں نہ ہو، اس امر کا انتظام نہیں کر سکتی کہ ہر گھر میں اپنے سپاہی بٹھا دے۔ پس اگر قانون نے مجلسوں کا دروازہ آپ کے لئے بند کر دیا ہے تو اپنے گھروں میں اپنی عورتوں اور بچوں کو بٹھا کر دعاؤں کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد چاہو اور اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کی قومی تربیت بھی کرو۔

اور بھی کئی باتیں ہیں جو میں کہنی چاہتا ہوں لیکن سرِدست میں اپنے اس خط کو اس بات پر ختم کرتا ہوں کہ اے اہل کشمیر! آپ کو یہ امر ایک منٹ کے لئے بھی نہیں بھلانا چاہئے کہ مسٹر عبداللہ جو آپ سے زیادہ نازو نعم میں پلے ہوئے ہیں۔ جو ظاہری تعلیم کی آخری ڈگری حاصل کر چکے ہیں اور جو اگر کسی مہذب ملک میں ہوتے اور کسی منصف حکومت سے ان کا واسطہ پڑتا تو کسی نہایت ہی اعلیٰ عہدہ پر ہوتے' آج قید خانہ کی تاریک کوٹھڑی میں بند ہیں۔ کسی اپنے جرم کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اس لئے کہ اے اہلِ کشمیر! آپ لوگ غلامی سے آزاد ہو جائیں اور آپ کی اولادیں عزت کی زندگی بسر کریں۔

خاکسار

میرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

قادیان۔ ضلع گورداسپور (پنجاب)

۲۷-۱-۱۹۳۲ء

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبرا صفحہ ۷ تا ۱۲ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسلمان لیڈرانِ کشمیر کی گرفتاری پر وائسرائے ہند کو تار

قادیان ۲۷۔ جنوری ۱۹۳۲ء۔

یورا یکسیلنسی کے یقین دلانے پر مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ کشمیر کے مسلمانوں کی شکایات دور کر دی جائیں گی اور کہ ریاست اپنی متشدّدانہ پالیسی ترک کر دے گی۔ یہ اطمینان دلائے جانے پر میں نے ریاست کے اندر اور باہر اس امر کے لئے پوری پوری کوشش کی کہ مسلمان پُر امن رہیں اور گلینسی اور مڈلٹن کمیشنوں' نیز مسٹر جنکنز اور مسٹر لاتھر سے تعاون کریں اس لئے میں بالکل خاموش تھا اور سری نگر و جموں کے نمائندگان کو بھی پُر امن رکھنے کی کوشش میں مصروف تھا۔ کشمیر کے مشہور و معروف رہنما مسٹر عبداللہ اور موچھ کے مفتی ضیاء الدین صاحب اس پُر امن کام میں ہمارے ممِّد و معاون تھے۔ اِس وقت بھی سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی بعض دوسرے مقتدر راہنماؤں کے ساتھ جموں میں اِس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ ریاست اور علاقہ میرپور کے مسلمانوں کے درمیان صلح کرا دیں اور سول نافرمانی کی تحریک کو بند کرا دیں۔

لیکن ہماری مصالحانہ مساعی کے باوجود ریاستی حکام مسلمانوں پر انتہائی تشدّد میں مصروف رہے اور جلسوں کی ممانعت' پانچ افراد سے زیادہ کے اجتماع کی ممانعت وغیرہ کے لئے ان مقامات پر بھی آرڈیننس جاری کر دیئے گئے جہاں بالکل امن و امان تھا۔ اب خبر آئی ہے کہ مفتی ضیاء الدین صاحب کو جبراً حدودِ ریاست سے نکال دیا گیا ہے اور مسٹر عبداللہ کو ان کے رفقاء سمیت گرفتار کر لیا گیا ہے۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ریاستی حُکّام خود ہی فتنہ انگیزی کرنا چاہتے ہیں تا حکومت برطانیہ کی ہمدردی حاصل کر سکیں اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے بہانہ بنا سکیں۔

اس لئے میں ایک بار پھر یورا یکسیلنسی سے اپیل کرتا ہوں کہ فوری مداخلت کر کے حالات کو بدتر صورت اختیار کرنے سے بچالیں اگر یورا یکسیلنسی کیلئے اس میں مداخلت ممکن نہ ہو تو مہربانی فرما کر مجھے اطلاع کرا دیں تا میَں مسلمانانِ کشمیر کو اطلاع دے سکوں کہ اب ان کے

لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو جدوجہد میں ہی اپنے آپ کو فنا کر دیں اور یا دائمی غلامی پر رضامند ہو جائیں۔

مرزا محمود احمد
پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی

مہاراجہ صاحب کشمیر کو تار

اطلاع موصول ہوئی ہے کہ مسٹر عبداللہ کو سرینگر میں گرفتار کر لیا گیا ہے حالانکہ صرف وہی ایسا آدمی تھا جس کے مشورے ریاست میں قیامِ امن کا موجب رہے ہیں۔ اور اس کی گرفتاری سے واضح ہوتا ہے کہ ریاستی حُکّام امن کے خواہشمند نہیں بلکہ بدامنی چاہتے ہیں۔
میں یور ہائی نس سے آخری بار التماس کرتا ہوں کہ مہربانی فرما کر حُکّام کو اس تشدّد اور سختی سے روک دیں۔ وگرنہ باوجود ہماری انتہائی کوشش کے مجھے خطرہ ہے کہ خواہ کتنے بھی آرڈیننس جاری کئے جائیں، امن قائم نہ ہو سکے گا اور اس کی تمام تر ذمہ داری ریاست پر ہوگی۔

مرزا محمود احمد
پریذیڈنٹ آل انڈیا کشمیر کمیٹی
(الفضل ۳۱۔ جنوری ۱۹۳۲ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اہل کشمیر کے دو اہم فرض

میرا دوسرا خط (سلسلہ دوم)

برادرانِ کشمیر! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

میرا پہلا خط آپ کو مل گیا ہے اور گورنر کشمیر نے اسے ضبط شدہ بھی قرار دے دیا ہے۔ یہ ریاست کشمیر کی بدقسمتی ہے کہ اس میں گورنر جیسے عہدہ پر جاہلوں اور ناقابلوں کا تقرر ہوتا ہے اور مہاراجہ صاحب کی حکومت کے چلانے کے لئے ایسے لوگ مقرر ہوتے ہیں جو ان خطوط کو ضبط کرتے ہیں جن میں پُرامن رہنے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ افسوس کہ مہاراجہ صاحب ان امور سے ناواقف ہیں کہ ان کے بنائے ہوئے افسر خود ان کی حکومت کی جڑ پر تبر رکھ رہے ہیں اور ان کے ہاتھ سے کھا کر انہی کے ہاتھ کو کاٹ رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ لوگ دل سے خیال کرتے ہوں کہ مہاراجہ صاحب کی وفاداری کرتے ہیں لیکن مجھے تو شبہ ہے کہ یہ لوگ دل سے بھی مہاراجہ صاحب کے بدخواہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ امن کی تعلیم دینے والوں کی کوششوں کو کمزور کر کے ریاست میں بغاوت پھیلائیں۔ بہرحال اگر یہ لوگ مہاراجہ صاحب اور ریاست کے دشمن نہیں تو نہایت بیوقوف دوست ضرور ہیں۔

عزیز دوستو! جو میرے پہلے خط کا حشر ہوا وہی اس خط کا بھی ہو سکتا ہے اس لئے میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ آپ لوگ یہ احتیاط کیا کریں کہ میرا مطبوعہ خط ملتے ہی فوراً اسے پڑھ کر دوسروں تک پہنچا دیا کریں تاکہ ریاست کے ضبط کرنے سے پہلے وہ خط ہر اک کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہو اور تاکہ ہر مسلمان اپنے فرض سے آگاہ ہو چکا ہو اور بہتر ہوگا کہ جس کے ہاتھ میں میرا خط پہنچے وہ اس کا مضمون اُن مردوں، عورتوں اور بچوں کو سُنا دے جو پڑھنا نہیں

جانتے اور اگر ہو سکے تو اس کی کئی نقلیں کر کے دوسرے گاؤں کے دوستوں کو بھجوا دے اگر پورا خط نقل نہ ہو سکے تو اس کا خلاصہ ہی لکھ کر دوسرے دوستوں کو اطلاع کر دے۔

ان ہدایات کے بعد میں آپ لوگوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کو خط لکھنے کے علاوہ میں نے اپنے نائبوں کو انگلستان میں بھی تاریں دیں کہ وہ کشمیر کے مظالم کی طرف وہاں کے حکّام کو توجہ دلائیں اور کشمیر کمیٹی کے سیکرٹری کو دہلی بھیجا تا کہ وہ حکومت ہند میں بھی آپ لوگوں کی تکالیف کو پیش کر کے داد خواہی کریں اور اسی طرح اپنے عزیز چوہدری ظفراللہ خان صاحب ممبر راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کو بھی تار دی کہ وہ بھی حکّام سے ملیں۔ چنانچہ یہ لوگ وائسرائے کے پرائیوٹ سیکرٹری اور دوسرے سکرٹریوں اور حکّام سے ملے اور انہیں صورت حالات سے آگاہ کیا۔ اسی طرح ولایت میں خان صاحب فرزند علی خان صاحب امام مسجد لنڈن نے میری ہدایت کے مطابق کوشش کی نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت کو دہلی اور لندن دونوں جگہ اصل حقیقت سے آگاہی ہو گئی اور ولایت کے اخبارات نے بڑے زور سے یہ لکھنا شروع کر دیا کہ ریاست کا نظام پوری طرح بدل کر مسلمانوں کی داد خواہی کرنی چاہئے۔ اور حکومت ہند نے بھی اس طرف توجہ کرنی شروع کی چنانچہ تازہ اطلاعات مظہر ہیں کہ اگر وزیراعظم صاحب نے اپنا رویہ نہ بدلا تو شاید وہ چند دن میں اپنے عہدہ سے الگ کر دیئے جائیں گے اور جلد ہی دوسرے افسروں میں بھی مناسب تبدیلی ہو جائے گی جس کے لئے میں میرپور، کوٹلی، راجوری اور بھمبر کے دوستوں کی خواہش کے مطابق کوشش کر رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ جلد کوئی آپ لوگوں کی بہتری کے سامان ہو جائیں گے۔ میں نے ولایت پھر تار دی ہے کہ وہاں پہلے سے بھی زیادہ پراپیگنڈا کیا جائے اور اصل حالات سے انگریزوں کو واقف کیا جائے۔ کیونکہ ریاست میں اس قدر ظلم ہوئے ہیں کہ اس انصاف پسند قوم کو اگر ان کا علم ہو گیا تو یقیناً ایک شور پڑ جائے گا اور وہ حکومت پر بے انتہا زور دے گی۔ میں نے اس سلسلہ میں ایک ولایتی خطوں کا سلسلہ بھی شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یعنی جس طرح میں آپ کو خط لکھتا ہوں اسی طرح ایک خط پارلیمنٹ کے ممبروں، وزراء، امراء اور ولایتی اخبارات کے ایڈیٹروں کے نام بھی لکھا کروں گا تا کہ انہیں بھی سب حالات کا علم ہوتا رہے اور ہندوؤں کے غلط پروپیگنڈا سے وہ واقف ہوتے رہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ایک دو خطوں سے وہاں شور پڑ جائے گا اور فریب کی چادر جو ریاستی ہندوؤں نے بُنی ہے تار تار ہو جائے گی۔

اس کے بعد میں آپ لوگوں کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ سول نافرمانی کا لفظ جو بد قسمتی سے بعض لوگوں نے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اور جس کے سبب انگریزی حکومت نے دھوکا کھا کر ریاست کو سختی کرنے کی اجازت دے دی تھی اسے بالکل ترک کر دیں اور ہر اک شخص کو سمجھائیں کہ غلط لفظ استعمال کرنے سے بھی سخت نقصان ہے۔ وہ ایسے لفظوں کا استعمال ترک کر دیں اور ایسے طریقوں سے بچیں کہ جن کے ذریعہ سے انگریزی حکومت کو ریاستی حکّام دھوکا دے سکیں۔ یاد رکھیں کہ آزادی یا تلوار کے زور سے حاصل ہو سکتی ہے یا انگریزوں کی امداد سے۔ اور تلوار سے آزادی کا حصول آپ لوگوں کے لئے ناممکن ہے پس ایسے طریقے اختیار کرنے جن سے انگریزوں کی ہمدردی بھی جاتی رہے ہرگز عقلمندی کا شیوہ نہیں۔ اس لفظ کے استعمال سے دیکھ لو کہ پہلے کس قدر نقصان ہوا ہے۔ صرف میرپور کے علاقہ میں چند نوجوانوں نے غلطی سے سول نافرمانی کا سوال اٹھایا اور وہاں کے علاوہ تمام ریاست کشمیر پر ظلم کی انتہاء ہوگئی۔ کارکن گرفتار ہوگئے' عورتوں کی بے عزتی ہوئی اور بچے بِلاوجہ پیٹے گئے۔ جس سول نافرمانی نے اب تک انگریزی علاقہ میں جہاں رعایا پہلے سے آزاد ہے کچھ نفع نہیں دیا بلکہ مسٹر گاندھی اس کے بانی اب تک قید ہیں اور سب مسلمان اس کا تجربہ کرکے اس کی مخالفت کر رہے ہیں اس نے وہاں کیا نفع دینا ہے سوائے اس کے کہ مہذّب دنیا اس کی وجہ سے مسلمانوں کو باغی کہنے لگے اور ریاست کا دلی منشاء پورا ہوا اور اس کا کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں ابتدائی انسانی حقوق کے متعلق اگر کسی وقت سب لیڈروں کے مشورہ سے ریاست کے ظالمانہ اور خلافِ شریعت احکام کے ماننے سے انکار کیا جائے تو وہ سول نافرمانی نہ ہوگی کیونکہ ابتدائی حقوق سے محروم کرنیوالی حکومت عُرفِ عام میں خود باغی کہلاتی ہے اِن احکام کے نہ ماننے والے لوگ باغی نہیں کہلاتے مگر اس کے متعلق مَیں تفصیل سے بعد میں لکھوں گا۔

اس وقت سب سے اہم بات جو میں کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ گلینسی کمیشن اس وقت جلد جلد اپنا کام ختم کر رہا ہے۔ اس کمیشن کی رپورٹ پر انگریزی حکومت کی آئندہ امداد کا بہت کچھ انحصار ہے۔ میں خود بھی اس کمیشن کے سامنے پیش کرنے کو ایک بیان لکھ رہا ہوں لیکن آپ لوگوں کی کئی تکالیف ہوں گی جو مجھے معلوم نہیں اس لئے جس جس علاقہ میں میرا یہ خط پہنچے وہاں کے لوگوں کو چاہئے کہ اپنی شکایات اور ان کے ثبوت لکھ کر جلد سے جلد مفتی جلال الدین صاحب کو جو مسٹر عبداللہ صاحب کے جانشین ہیں' سری نگر بھجوا دیں تاکہ وہ کمیشن کے آگے

ان شکایات کو رکھ سکیں۔ اس معاملہ میں سُستی ہوئی تو بعد میں پچھتانا پڑے گا کیونکہ ایسے کمیشن روز روز نہیں بیٹھا کرتے۔

مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ آپ لوگوں کو یہ کہتے ہیں کہ اس کمیشن سے تعاون کا کوئی فائدہ نہ ہو گا لیکن یاد رکھیں کہ آپ کے لیڈر شیخ عبداللہ صاحب اور دوسرے سب آپ کے خیر خواہوں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ اس کمیشن سے تعاون کیا جائے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کمیشن سے تعاون مفید ہو گا۔ پہلا فائدہ تو یہی ہے کہ اس کمیشن کی بدولت پریس اور تقریر اور انجمنوں کی آزادی کا سوال پیش ہو چکا ہے اور تھوڑے دنوں میں اس کے متعلق کارروائی شروع ہو جائے گی اس کے علاوہ بھی امید ہے کہ اور بہت سے فوائد انشاء اللہ حاصل ہوں گے اور جن امور میں اس کمیشن کی رپورٹ نامکمل یا غلط ہوئی ہمارے لئے اس کے خلاف احتجاج کرنے کا پھر بھی راستہ کھلا ہے۔ علاوہ ازیں اس وقت یہ کمیشن ایک طرح روک بن رہا ہے۔ جب انگریزی حکومت کو توجہ دلائی جاتی ہے تو اس کے ذمہ وار حکام کہتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب ایک کمیشن بٹھا چکے ہیں پس اس کے فیصلہ کا انتظار کرنا چاہئے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے جلد اس کمیشن کا کام ختم کرائیں اور پوری کوشش کریں کہ اس کمیشن کی کارروائی اس رنگ میں تکمیل کو پہنچے کہ کمیشن مجبور ہو کہ کاغذات کی بناء پر مسلمانوں کے حق میں رپورٹ کرے۔

دوسرا ضروری امر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ریاست نے اس وقت پُرامن لوگوں کے جلسے اور جلوس روک رکھے ہیں۔ سول نافرمانی کے پروگرام والوں اور ہندوؤں کے جلسے اور جلوس کُھلے ہیں جیسا کہ گذشتہ دنوں میں احرار کا جلوس نکلا اور اس میں احرار زندہ باد اور قادیانی مُردہ باد کے نعرے لگائے گئے۔ کسی کے مُردہ باد کہنے سے ہم مر نہیں جاتے پس میں تو کہتا ہوں کہ اگر ہمیں مُردہ باد کہہ کر کسی کا دل خوش ہوتا ہو تو چلو یہ بھی ایک ہماری خدمت ہے وہ اسی طرح اپنا دل خوش کر لیں۔ ہم بھی خوش ہیں کہ ہمارے ایک بھائی کا دل اس طرح خوش ہو گیا۔ مگر ایک سبق ہمیں ان جلسوں اور جلوسوں سے ملتا ہے اور وہ یہ کہ ریاست کا ان لوگوں کو جلسوں اور جلوس کی اجازت دینا صاف بتاتا ہے کہ ریاست کے لئے اس میں فائدے ہیں اور وہ فائدے میرے نزدیک دو ہیں۔ (۱) اول فائدہ یہ ہے کہ ریاست اس طرح حکومت انگریزی کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ ریاست کے مسلمان باغی ہو گئے ہیں اور اس غرض کو پورا کرنے

کے لئے وہ اپنے ایجنٹ مقرر کر رہی ہے۔ (۲) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح ریاست لوگوں پر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ مسٹر عبداللہ لیڈر کشمیر کی پارٹی کمزور اور تھوڑی ہے اور ان کے مخالف زور پر ہیں۔ ریاست کے ہاتھ میں فوج ہے اور حکومت ہے۔ وہ ظلم کے ساتھ ایک ہی قانون کو دو طرح استعمال کر سکتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں عقل دی ہے اور ہم بغیر فساد پیدا کرنے کے اس کی تجویز کو ردّ کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ریاست نے جلسوں سے تو آپ لوگوں کو روک دیا ہے لیکن وہ لباس پر تو کوئی پابندی نہیں لگا سکتی اس لئے میرے نزدیک آپ لوگ لباس کے ذریعہ سے اپنے خیالات کو ظاہر کر سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ جس قدر لوگ مسٹر عبداللہ کے ہم خیال ہیں اور امن پسندی کے ساتھ اپنے حق لینا چاہتے ہیں اور سول نافرمانی کے حامی نہیں وہ اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مسٹر عبداللہ اور دوسرے لیڈروں کی قید سے انہیں تکلیف ہے اور دوسرے اس امر کو ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ بہرحال پُرامن ذریعہ سے اپنے حقوق طلب کریں گے اور ریاست کے حُکّام کے جوش دلانے کے باوجود اپنے طریق کو نہیں چھوڑیں گے اپنے بازو پر ایک سیاہ رنگ کا چھوٹا سا کپڑا باندھ لیں یا اپنے سینہ پر ایک سیاہ نشان لٹکا لیں۔ ایسے نشان سے بغیر ایک لفظ منہ سے نکالنے کے ' بغیر تقریر کرنے کے ' بغیر جلوس نکالنے کے ' آپ حکومت اور دوسرے لوگوں کو بتا سکیں گے کہ آپ مسٹر عبداللہ کے ہم خیال ہیں۔ اگر یہ تحریک ہر جگہ کے لیڈر کامیاب کر سکیں اور ملک کے ہر گوشہ میں ہر شخص خواہ مرد ہو' خواہ عورت' خواہ بچہ اس سیاہ نشان کا حامل ہو تو آپ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ بغیر جلسوں اور جلوس کے آپ لوگوں کی طرف سے اس امر کا اظہار ہوتا رہے گا کہ ایک طرف تو آپ لوگ مسٹر عبداللہ کی قید پر احتجاج کرتے ہیں اور دوسری طرف ریاست کے ان ایجنٹوں کی پالیسی کے خلاف اظہارِ رائے کرتے ہیں جو اندر سے تو ریاست سے ملے ہوئے ہیں اور بظاہر کامل آزادی کا مظاہرہ پیش کر کے تحریک کو کچلنا چاہتے ہیں۔ اگر مختلف علاقوں کے لیڈر اس تحریک کو جاری کریں تو آپ لوگ دیکھیں گے کہ تھوڑے ہی دنوں میں ریاست اور اس کے ایجنٹ مرعوب ہونے لگیں گے۔ اور ہر راہ چلتے آدمی کو معلوم ہو جائے گا کہ کشمیر کا بچہ بچہ شیرِ کشمیر اور دوسرے لیڈروں کے ساتھ ہے اور یہ کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حقوق کا مطالبہ صرف چند لوگوں کی طرف سے ہے یا یہ کہ ریاست کشمیر کے لوگ فساد کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں۔ اس تحریک میں سب اہل کشمیر شامل ہیں اور وہ باغی نہیں بلکہ

آئینی طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ کرنے والے ہیں اور یہ وہ حق ہے جس سے کوئی شخص کسی کو محروم نہیں کر سکتا۔

اس کے علاوہ اور بہت سی باتیں ہیں جو مَیں اپنے اگلے خط میں ظاہر کروں گا۔ سرِدست مَیں اسی پر اکتفا کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ آپ لوگ جلد سے جلد ان امور کے متعلق کوشش کریں گے اور ایسے سامان پیدا کر دیں گے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری کوششیں بار آور ہوں اور آپ لوگوں کو آزادی کا سانس لینا نصیب ہو اور آپ کے لیڈر پھر آپ لوگوں میں آکر شامل ہوں اور آپ کی خدمت میں مشغول ہوں۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

نوٹ: (۱) جن صاحبان کو یہ خط پہنچے ان سے درخواست ہے کہ اس کے اثر کو وسیع کرنے کے لئے وہ اپنے دوسرے دوستوں اور واقفوں کے نام اور پتے جو دوسرے گاؤں کے ہوں میرے نام یا سیکرٹری کے نام بھجوا دیں تاکہ آئندہ خطوط اور بھی وسیع علاقوں میں پھیلائے جا سکیں۔

(۲) چونکہ میرا ارادہ ہے کہ میں باقاعدہ انگلستان کے لوگوں کو اور ہندوستان کے حُکّام کو ایک رسالہ کے ذریعہ سے حالاتِ کشمیر سے واقف کرتا رہوں میں ممنون ہوں گا اگر اپنے علاقہ کے حالات سے اور حُکّام کے رویہ سے مجھے آپ لوگ اطلاع دیتے رہا کریں۔ واقعات بالکل سچے اور بیان حلفیہ ہونے چاہئیں۔

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۱۲ تا ۱۶ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَ النَّاصِرُ

اہلِ کشمیر کے نام

میرا تیسرا خط (سلسلہ دوم)

مِڈلٹن کمیشن رپورٹ

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

گو اب تک مِڈلٹن رپورٹ مکمل صورت میں شائع نہیں ہوئی لیکن اس کا خلاصہ اخبارات میں شائع ہوا ہے اس خلاصہ کو دیکھ کر مسلمانوں میں سخت جوش اور غضب کی لہر دوڑ گئی ہے اور وہ محسوس کر رہے ہیں کہ ریاست کے ہندو افسروں کی طرح انگریزی افسروں نے بھی ان سے دھوکا کیا ہے اور یہ کہ وہ آئندہ انگریزوں سے بھی کسی انصاف کی امید نہیں کر سکتے۔

گو اس قسم کی منافرت اور مایوسی کے جذبات میرے دل میں پیدا نہ ہوئے ہوں جو بعض دوسرے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا ہوئے ہیں لیکن میں اس امر کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میرے نزدیک ہر انصاف پسند انسان کے نزدیک یہ رپورٹ موجب حیرت ثابت ہوئی ہوگی۔ اور تو اور سول اینڈ ملٹری گزٹ اخبار تک اس رپورٹ کے متعلق شبہات کا اظہار کرتا ہے اور اس کے حیرت انگیز یکطرفہ فیصلہ کو ایسوسی ایٹڈ پریس کے خلاصہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے اصل رپورٹ کے شائع ہونے کی انتظار کا مشورہ دیتا ہے۔

وہ لوگ جو اس امید میں تھے کہ مِڈلٹن کمیشن کی رپورٹ مسلمانوں کی مظلومیت کو

روزِ روشن کی طرح ثابت کر دے گی بے شک اس وقت مایوسی محسوس کرتے ہیں لیکن جن لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ نہ افراد اقوام کے قائم مقام ہوتے ہیں اور نہ قومی جنگیں آسانی سے ختم ہوا کرتی ہیں وہ باوجود خلاف امید نتیجہ کے مایوس نہیں۔ اگر مسلمان مظلوم ہیں جیسا کہ ہمارے نزدیک مظلوم ہیں' تو ہزار مڈلٹن رپورٹ بھی ان کو ظالم نہیں بنا سکتی۔ وہ مظاہرات جو برطانوی علاقہ کے مظاہرات کے مقابلہ میں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے تھے' لیکن جن کو بجائے لاٹھیوں کے گولیوں سے پراگندہ کیا گیا اور گولیاں بھی اس بیدردی سے چلائی گئیں کہ کثیر تعداد آدمیوں کی ان کا نشانہ بنی ایسا واقعہ نہیں ہے کہ مِڈلٹن رپورٹ ان کی حقیقت پر پردہ ڈال سکے۔ اگر مِڈلٹن رپورٹ کا کوئی اثر دنیا پر ہوگا تو صرف یہ کہ لاکھوں آدمی جو اس سے پہلے برطانوی انصاف پر اعتماد رکھتے تھے' اب برطانوی قوم کو بھی ظالم اور جابر قرار دینے لگیں گے۔ پس میرے نزدیک مِڈلٹن رپورٹ کا نہ ریاست کو فائدہ پہنچا ہے اور نہ مسلمانوں کو نقصان بلکہ انگریزوں کو نقصان پہنچا ہے۔ پس نہ ہندوؤں کے لئے خوشی کا موقع ہے اور نہ مسلمانوں کے لئے گھبراہٹ کا۔ اگر کسی کے لئے گھبراہٹ کا موقع ہے تو عقلمند اور سمجھ دار انگریزوں کے لئے جو اس میں اپنے وقار پر ایک شدید ضرب محسوس کریں گے۔

مجھے یقین ہے کہ مسٹر مِڈلٹن بددیانت نہیں اور معاملہ وہ نہیں جو ریاست کے بعض اعلیٰ کارکن کئی ماہ سے بیان کر رہے تھے۔ یعنی یہ کہ انہوں نے مسٹر مِڈلٹن کی رائے کو خرید لیا ہے۔ کیونکہ گو میں مسٹر مِڈلٹن کو ذاتی طور پر نہیں جانتا' لیکن ان کے جاننے والے سب مسلمان یہی کہتے ہیں کہ خواہ ہائی کورٹ کے جج خریدے جا سکتے ہوں' لیکن مسٹر مِڈلٹن نہیں خریدے جا سکتے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ واقفوں کی رائے کو جو خود ہماری قوم کے فرد ہیں ہم نظر انداز کر دیں۔ پس میں یہ تو نہیں مان سکتا کہ مسٹر مِڈلٹن نے بددیانتی سے کام لیا ہے' لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کی رائے یک طرفہ ہے اور ان کی طبیعت کا میلان ان کے فیصلہ سے پھوٹا پڑتا ہے۔

جب ایک کمیشن کے تقرر کی ہم کوشش کرتے ہیں تو ہمیں اس امر کی توقع رکھنی چاہئے کہ ممکن ہے اس کا فیصلہ ہمارے خلاف ہو۔ ہزاروں مقدمات میں سچے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں اور جھوٹے سچے ثابت ہو جاتے ہیں۔ پس اگر صرف مِڈلٹن کمیشن کا فیصلہ ہمارے خلاف ہوتا اور مسلمان اس پر ناراض ہوتے تو میں اسے بچپن کا فعل قرار دیتا اور باوجود اس فیصلہ سے

اختلاف رکھنے کے اس پر ناراضگی کا اظہار نہ کرتا۔ لیکن یہ فیصلہ اس رنگ میں لکھا گیا ہے کہ صرف خلاف ہی فیصلہ نہیں ہے بلکہ متعصبانہ رنگ رکھتا ہے۔ چنانچہ ہر اک بات جو مسلمانوں کے منہ سے نکلی ہے' اسے خلاف عقل' بالبداہت باطل' کُھلی کُھلی دروغ بیانی قرار دیا گیا ہے اور جو کچھ ریاست کی طرف سے کہا گیا ہے' اسے معقول اور درست قرار دیا گیا ہے اور متعدد گواہوں کی گواہیوں کو اپنے ذاتی میلان پر قربان کر دیا گیا ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ مسلمانوں کی گواہی کو مِنْ حَیْثُ الْقَوْم ناقابلِ اعتبار قرار دے کر ایک ایسی قومی ہتک کی گئی ہے کہ اس کا خمیازہ اگر خطرناک سیاسی بے چینی کی صورت میں پیدا ہو تو برطانیہ کو سوائے اس بات کے کہنے کے چارہ نہ ہو گا کہ خدا مجھے میرے بے احتیاط فرزندوں سے بچائے۔

مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں' اکثر انگریز' دلوں میں خوب سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں پر ظلم ہوا ہے۔ پس اس رپورٹ کا مسلمانوں پر تو کیا اثر ہو گا' خود انگریزوں پر بھی اس کا کوئی اثر نہ ہو گا۔ یہ اور بات ہے کہ بعض لوگ اپنے سیاسی فوائد کی وجہ سے اپنے دلی خیال کا اظہار نہ کریں۔

مجھے حیرت ہے کہ جب مسٹر مڈلٹن کے نزدیک سب کشمیری مسلمان جھوٹے ہیں تو انہیں اس قدر عرصہ تک تحقیقات کی ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ انہیں تو شروع میں ہی کہہ دینا چاہئے تھا کہ میں کسی مسلمان کی گواہی نہیں سنوں گا۔ اس قدر روپیہ اپنی ذات پر اور اپنے عملہ پر خرچ کروانے کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کا روپیہ بھی جنہوں نے دور دور سے گواہ منگوا کر پیش کئے تھے کیوں ضائع کرایا۔

مڈلٹن رپورٹ پر اپنے خیالات ظاہر کرنے کے بعد میں اس امر پر بھی اظہارِ افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس رپورٹ کے شائع ہونے پر بعض لوگ اس طرح مایوس ہو گئے ہیں کہ گویا ان کے نزدیک مڈلٹن کمیشن ہی ہمارا معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کام کرنے کے کئی راستے تجویز کئے ہیں۔ اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان راستوں سے اپنے مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کریں۔ اگر ان میں سے بعض بند نظر آئیں تو ہمیں مایوسی کی ضرورت نہیں۔ ہم نے اگر ایک کوشش کی اور اس میں ہم ناکام رہے تو مایوسی کی کونسی بات ہے۔ ہمیں پھر کوشش کرنی چاہئے اور پھر کوشش کرنی چاہئے' یہاں تک کہ ہم کامیاب ہو جائیں۔

ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مڈلٹن کمیشن خود مسلمانوں کی کوششوں کے نتیجہ میں مقرر

ہوا تھا۔ کشمیر سے متواتر یہ آواز آ رہی تھی کہ آزاد کمیشن مقرر کرایا جائے اور باہر کے مسلمانوں نے اس کی تائید کی۔ پس اس قسم کے نتائج سے گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ مِڈلٹن کمیشن پر نہ آپ کو کوئی ناقابل برداشت قربانی کرنی پڑی ہے اور نہ اس رپورٹ سے ہماری پہلی پوزیشن میں کوئی نقص واقع ہوا ہے۔ اس کمیشن کا مطالبہ مسلمانوں کی طرف سے اس خیال سے تھا کہ اگر وہ انصاف پر مبنی ہوا تو مسلمانوں کی طرف غیر جانبدار لوگوں کی توجہ ہو جائے گی۔ اب اگر خلاف فیصلہ ہوا ہے تو حالت وہیں کی وہیں آ گئی' جہاں پہلے تھی۔ پس نقصان کچھ نہیں ہوا۔ ہاں اگر فیصلہ درست ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا۔ پس مایوسی کی کوئی وجہ نہیں۔ قومی جنگوں میں اُتار چڑھاؤ ہوتے رہتے ہیں۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کے متعلق بھی آتا ہے کہ لڑائی ڈول کی طرح تھی۔ کبھی کسی کا ڈول کنویں میں پڑتا اور کبھی کسی کا۔ پس اگر فی الواقع مسلمانانِ کشمیر کا ارادہ آزادی حاصل کرنا ہے تو انہیں اپنے دل وسیع اور مضبوط کرنے چاہئیں اور اپنی ہمتیں بلند اور اس قسم کی تکلیفوں اور ناکامیوں کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ وہ یاد رکھیں کہ بڑے کام چھوٹے حوصلوں سے نہیں ہوتے۔ اور اگر ان کا منشاء صرف تکلیفوں سے بچنے کا ہے تو اس کا آسان علاج ہے کہ ہتھیار ڈال دیں۔ اس صورت میں کچھ دنوں تک یہ ظاہری ظلم بند ہو کر اسی سابقہ کُند چُھری سے ہندو افسر انہیں قربان کرنے لگیں گے جس سے پہلے قربان کیا کرتے تھے۔ لیکن اس موت میں نہ کوئی شان ہو گی نہ مسلمانوں کی ان سے ہمدردی ہو گی۔ ہم لوگ آپ لوگوں کے بلانے پر آئے ہیں اگر آپ لوگ خاموش ہونا چاہیں تو ہم بھی خاموش ہو جائیں گے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ مایوسی صرف چند لوگوں کا حصہ ہے مسلمانوں کی کثرت اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے آزادی حاصل کرنے کے لئے جان و دل سے مستعد ہے اور یہی کثرت ہے جو آخر باوجود ہمت ہارنے والوں اور مایوس ہونے والوں کے انشاء اللہ کامیاب ہو کر رہے گی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اب ہمیں گلینسی کمیشن پر کیا اعتبار رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ گلینسی کمیشن سے بھی خطرہ ہے جس طرح مِڈلٹن کمیشن میں خطرہ تھا۔ لیکن اگر اس کمیشن نے بھی ہماری امیدوں کے خلاف فیصلہ کیا تو ہمارا کیا نقصان ہو گا۔ کیا انگریز کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہمارے مذہب کا جزو ہے۔ اگر مسٹر گلینسی نے مسٹر مِڈلٹن والا طریق اختیار کیا تو ہم مڈلٹن رپورٹ کی طرح اس کی غلطیوں کا بھی پردہ فاش کریں گے۔ اور اگر اس میں مسلمانوں

کے حق میں کوئی سفارش کی گئی تو یقیناً اس سے ہم کو فائدہ پہنچے گا۔ بعض افسر اور بعض دوسرے لوگ بہت پہلے سے گلینسی رپورٹ کے متعلق بھی کہہ رہے ہیں کہ مسٹر گلینسی نے ان سے کہہ رکھا ہے کہ ان کا فیصلہ مسلمانوں کے خلاف ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے تو بھی میرے نزدیک ہمیں اس سے مایوسی کی ضرورت نہیں۔ ہر اک غیر منصفانہ رپورٹ جو انگریز کریں گے' اس سے مسلمانوں کی ہمدردی کھو کر اپنی قوم کے لئے مشکلات پیدا کریں گے۔ پس ایسی رپورٹ سے ہمارا نقصان نہیں' خود ان کا نقصان ہے۔ ہمارے مطالبات پھر بھی قائم رہیں گے۔ ہم نے اپنے حقوق کے متعلق کیا یہ تسلیم کیا ہے کہ جو کچھ انگریز کہہ دیں گے' اسے ہم تسلیم کرلیں گے۔ اگر وہ معقول بات ہوگی تو ہم اسے مانیں گے' ورنہ کہیں گے کہ "عطائے تُو بلقائے تُو"۔

برادران! یاد رکھیں کہ مایوسی کی لہر دو طرف سے چلائی جارہی ہے۔ ایک ریاست کے ہندو افسروں کی طرف سے جو بعض انگریزوں کی غلطیاں گنوا کر مسلمانوں کو اس طرف لانا چاہتے ہیں کہ وہ خود ریاست کے ہندو افسروں سے فیصلہ چاہیں۔ حالانکہ جو کچھ ہندو افسروں نے سلوک کیا ہے وہ اس قدر پرانا نہیں کہ اسے مسلمان بھول جائیں۔ ایک شخص کے فیصلہ سے انگریزی طبیعت کا حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ نہ مسٹر مِڈلٹن اور مسٹر گلینسی انگریزی حکومت کا نام ہے۔ لیکن ہندوؤں نے تو ریاست میں افراد کی حیثیت میں نہیں حکومت کی حیثیت میں مسلمانوں کو بیدردی سے کُچلا ہے۔ پس جو کچھ ان سے ظاہر ہوا ہے' کیا مسلمان اسے اس قدر جلد بھول جائیں گے؟ اب اس وقت بھی کہ مِڈلٹن رپورٹ شائع ہو چکی ہے' میرے پاس درخواستیں آرہی ہیں کہ میرپور کی طرح دوسرے علاقوں میں بھی انگریزی مداخلت کی کوشش کی جائے۔ اگر انگریزوں اور ریاستی حُکّام میں فرق نہیں تو یہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سخت بے وقوفی ہوگی کہ ہم ایک شخص سے یا ایک فعل سے ناراض ہو کر عقل کو ہی چھوڑ دیں اور اپنی موت کے سامان خود کرنے لگیں۔ پس مِڈلٹن رپورٹ کی غلطی کا یہ نتیجہ نہیں نکلنا چاہئے کہ ہم ہندو حُکّام کے ہاتھ میں کھیلنے لگیں۔ ان باتوں میں آنے والے لوگوں کو چاہئے کہ ان وسوسوں کے پیدا کرنے والوں سے دریافت کریں کہ فرض کرو کہ مِڈلٹن صاحب کوئی رقم کھا گئے ہیں (جسے میں تسلیم نہیں کرتا) تو یہ بتاؤ وہ رقم کس نے کھلائی ہے اور کس غرض سے؟ اگر ہندو حُکّام نے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے تو اس جھوٹ کو تسلیم کر کے بھی تو اصل دشمن وہی رشوت کھلانے والے ثابت ہوتے ہیں۔

دوسرے لوگ جو اس وقت مایوسی پیدا کر رہے ہیں' وہ لوگ ہیں جو اس امر سے ڈرتے ہیں کہ کہیں دوسری مسلمان ریاستوں میں شورش نہ پیدا کی جائے۔ یہ لوگ بھی سخت غلطی پر ہیں۔ اول تو کشمیر اور مسلمان ریاستوں کے حالات یکساں نہیں دوسرے یہ بھی غلط ہے کہ ہندو مسلمانوں کے کشمیر کے معاملات میں دلچسپی لینے کی وجہ سے مسلمان ریاستوں کے خلاف شورش کریں گے وہ پہلے سے یہ کام کر رہے ہیں۔ مسلمان کشمیر کے متعلق دلچسپی لیں یا نہ لیں انہوں نے مسلم ریاستوں میں بغیر وجہ کے بھی ضرور شورش پیدا کرنی ہے۔ پس ہمیں ان لوگوں کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے اور استقلال سے کشمیر کی آزادی کے لئے کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ایک سبب پر توکّل نہیں کرنا چاہئے' ہر جائز وسیلہ جس سے کام کے ہونے کی امید ہو ہمیں اختیار کرنا چاہئے اور اگر کسی کوشش کا نتیجہ حسبِ دلخواہ نہ نکلے تو ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ اس وقت سب سے بڑا آلہ آزادی کا سول نافرمانی سمجھا جاتا ہے۔ پھر کیا یہ آلہ گزشتہ آٹھ سال میں کامیاب ہو گیا؟ اگر وہ آٹھ سال میں کامیاب نہیں ہوا تو ہم نو ماہ میں اپنی کوششوں سے کیوں مایوس ہوں۔

یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ نے خود ہی ہمارے لئے ایک راستہ مقرر کر چھوڑا ہے۔ اور ہمیں درمیانی روکوں کی وجہ سے اس سے اِدھر اُدھر نہیں ہونا چاہئے۔ اور وہ توکّل اور تبلیغ ہے۔ خدا تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھنا اور انسانی فطرت پر یقین رکھنا کہ وہ زیادہ دیر تک دلیل کا مقابلہ نہیں کر سکتی یہی اصل کامیابیوں کی جڑ ہے اور یہی کمزوروں کا حربہ ہے جس سے وہ بغیر فوجوں کے جیت جاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لو۔ آپ باوجود انتہائی کوشش کر چکنے کے اپنے مخالفوں سے ناامید نہیں ہوئے کیونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر بھی یقین تھا اور آپ اس امر پر بھی یقین رکھتے تھے کہ انسانی فطرت زیادہ دیر تک معقولیت سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔ آخر ایک دن وہی لوگ جو آپ کے دشمن تھے آپ کے تابع فرمان ہو گئے۔ پس ہمارے آقا کا اُسوہ ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں کسی اور کی نقل کی ضرورت نہیں ہمارا فرض ہے کہ ایک طرف ہر مسلمان کے دل میں خواہ وہ کشمیر کا ہو یا باہر کا کشمیر کے مسئلہ سے دلچسپی پیدا کریں اور دوسری طرف ریاست کے حُکّام کو بھی اور انگریزوں کو بھی اپنے دعاوی کی معقولیت کا قائل کریں۔ اور یہ نہ شبہ کریں کہ یہ لوگ ہماری بات نہیں مانیں گے۔ کیونکہ جب ہم اپنی طاقت پر خود شک کرنے لگ جائیں تو ہماری بات کا دوسروں پر بھی اثر نہیں ہوتا۔ ہمیں چاہئے کہ یقین

رکھیں کہ ضرور ہماری بات اثر کرے گی۔ دیکھو مسمریزم کرنے والا ایک جاگتے شخص کو کہنے لگتا ہے کہ تم سو گئے تم سو گئے' اور وہ سو جاتا ہے۔ پھر وہ اس سے جو کچھ چاہتا ہے منوا لیتا ہے۔ اگر وہ دوسرے سے جھوٹ منوا لیتا ہے تو کیا ہم سچ نہ منوا سکیں گے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ ضرور ہے کہ ایک دن یا ریاست کے حُکّام ہماری بات مان لیں اور مسلمانوں کو حق دے دیں اور یا انگریز ہی ہماری بات مان لیں اور ہمارے حق دلا دیں۔ اسی طرح اگر ہم ریاست اور اس کے باہر مسلمانوں کو بیدار کرتے رہیں تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ دوسرے لوگ ہم سے مرعوب ہوں گے کیونکہ بیدار قوم کو کوئی نہیں دبا سکتا۔ غرض اگر دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ کشمیر کے مسلمان اور دوسرے مسلمان اس امر پر تُل گئے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے ان کے جائز حق حاصل کریں' تو جو لوگ دلیل سے ماننے والے نہیں وہ رُعب سے مان لیں گے۔ مگر رُعب دھمکیوں سے اور مارنے سے نہیں پیدا ہوتا بلکہ پختہ ارادہ اور اپنے کام کے لئے مستقل قربانی کرنے کے لئے تیار ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ باتیں اہلِ کشمیر پیدا کر لیں تو نہ ریاست ان کے حق کو دبا سکتی ہے نہ انگریز اس میں اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ کوئی حکومت اپنے سب ملک کو تباہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی توپ پختہ ارادہ کو زیر نہیں کر سکتی۔ پس ہمارا راستہ کھلا ہے اندرونی تنظیم اور اپنے معاملہ کو بار بار دلیل کے ساتھ پبلک میں لانا ان دونوں تدبیروں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور اثر کرے گی۔ یا تنظیم رُعب پیدا کرے گی یا دلیل دل کو صاف کر دے گی' خواہ ریاست کے حکام کے دلوں کو خواہ انگریزوں کے دلوں کو۔ اور جس طرح سے بھی ہمیں حق مل جائے' ہم اسے خوشی سے قبول کریں گے۔ اور نہ ریاست سے گفتگو کا دروازہ بند کریں گے نہ انگریزوں سے۔ جو بھی ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے گا' اس کی طرف ہم بھی دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے۔ اگر آج ریاست ہمارے بھائیوں کے حقوق دینے کو تیار ہو جائے تو ہم اس کے ساتھ مل کر انگریزوں سے کہیں گے کہ ہم لوگوں کی صلح ہو گئی ہے۔ اب آپ لوگ یہاں سے تشریف لے جائیے۔ اور اگر انگریزوں کی معرفت ہمیں حق ملے گا تو ہم کہیں گے کہ ہمارے وطنی بھائیوں سے یہ غیر اچھے ہیں جنہوں نے انصاف سے کام لیا۔ یہی اور صرف یہی عقلمندی کا طریق ہے۔ اور جو شخص غصہ میں اور درمیانی مشکلات سے ڈر کر اپنے لئے خود ایک دروازہ کو بند کر لیتا ہے' وہ نادان ہے اور قوم کا دشمن ہے۔ آج ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا حق ریاست سے ملے گا یا انگریزوں سے۔ اور دلیل سے ملے

گا یا قربانی کے رُعب سے۔ پس ہم دونوں دروازوں کو کُھلا رکھیں گے۔ اور دونوں طریق کو اختیار کئے رہیں گے۔ یعنی انگریزوں اور ریاست دونوں سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اسی طرح علاوہ دلیل کے اپنی تنظیم کو مضبوط کرتے چلے جائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے علم میں جس طرح ہماری کامیابی مقدر ہے اسے قبول کرلیں گے اور اس کی قضاء پر خوش ہو جائیں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ مَیں نے حقیقت کو خوب واضح کر دیا ہے اور بیدار مغز اہلِ کشمیر مایوسی پیدا کرنے والے لوگوں کی باتوں میں نہیں آئیں گے۔ بلکہ ہمت اور استقلال سے اپنے کام میں مشغول رہیں گے اور یہ سمجھ لیں گے کہ ڈلٹن رپورٹ ہماری قسمت کا فیصلہ نہیں وہ فیصلہ ہمارے مولیٰ نے کرنا ہے اور وہ ضرور اچھا ہی فیصلہ کرے گا۔ ڈِلٹن کمیشن مختلف سامانوں میں سے ایک سامان تھا۔ اگر فی الواقع وہ سامان مفید بھی ثابت نہیں ہوا (گو میرے نزدیک یہ فیصلہ بھی مفید ہوگا اور بوجہ اپنے کُھلے ہوئے تعصّب کے شریف طبقہ کو اور بھی ہمارا ہمدرد بنا دے گا) تو ہمیں نہ مایوسی کی کوئی وجہ ہے اور نہ اپنا طریق عمل بدلنے کی۔ ہمارا اصل پروگرام اسی طرح قائم ہے اور ہم اس کے ذریعہ سے کامیاب ہونے کی کامل امید رکھتے ہیں' لیکن ہتھیلی پر سرسوں جما کر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنّت کے مطابق اور سچی قربانیوں اور تنظیم اور دلیل کے ذریعہ سے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

میرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ا صفحہ ۱۶ تا ۲۲ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبروں کی طرف سے

ایک اہم علان

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا کام ایک ٹھوس کام ہے۔ اس کمیٹی نے اُس وقت ہندوستان میں شمیر سے دلچسپی پیدا کرا دی جبکہ پنجاب سے باہر کے لوگ اس مسئلہ کی حقیقت سے بالکل ناواقف تھے۔ اور نہ صرف ہندوستان میں بلکہ انگلستان' امریکہ' شام' مصر' جاوا' سماٹرا وغیرہ ممالک میں بھی لوگوں کو کشمیر کے مسلمانوں کی حالت سے واقف کر کے ان سے ہمدردی کا مادہ پیدا کیا اور ریاست کو اس کی اصلی صورت میں ظاہر کیا۔ پھر کشمیر کمیٹی نے وزارت برطانیہ اور حکومت ہند کو متواتر حقیقت حال سے آگاہ کر کے اور ممبرانِ پارلیمنٹ میں ایجی ٹیشن پیدا کر کے اس امر میں دلچسپی لینے کے لئے آمادہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست اب مسلمانوں کو حقوق دینے پر آمادہ ہے۔ کشمیر کے تختہ مشق مظلوموں کی مالی امداد' انہیں صحیح مشورہ' طبی امداد' علمی امداد اور ہر قسم کی ضروری امداد کا انتظام کیا اور کر رہی ہے۔ لیکن بعض لوگ بعد میں آ کر اس کام کو اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس پر اعتراض نہیں کہ کوئی اور بھی یہ کام کرے بلکہ خوشی ہے اور نہ اس پر اعتراض ہے کہ کوئی اپنے طریق کو بہتر قرار دے۔ لیکن یہ امر ضرور قابلِ اعتراض ہے کہ کہا جاتا ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی احمدیوں یا قادیانیوں کی تحریک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اُس کا صدر احمدی ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے اتنے ممبروں میں سے صرف تین احمدی ہیں جن میں سے دو قادیان اور ایک صاحب لاہور کے مرکز سے تعلق رکھتے ہیں باقی سب حنفی یا اہلحدیث ہیں۔ چنانچہ اہلحدیث کی انجمن کے ناظم مولوی محمد اسماعیل صاحب غزنوی' علماء میں سے مولانا سید میرک شاہ صاحب اور مولانا مظہر علی

صاحب ایڈیٹر الامان' صوفیاء میں سے جناب خواجہ حسن نظامی صاحب اور ان کے خلیفہ سید کشفی شاہ صاحب نظامی اور پیروں میں سے مولانا ابو بکر صاحب بنگالی کے صاحبزادے مولوی ابو ظفر صاحب' بوہرہ قوم کے اعلیٰ رکن سیٹھ محمد علی صاحب' اسی طرح سیاسی لیڈروں میں سے ہر حلقہ کے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے اپنی عمریں مسلمانوں کی خدمت میں خرچ کر دی ہیں۔ پس باوجود ان لیڈروں اور علماء کی شمولیت کے یہ کہنا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی قادیانی تحریک ہے' بہت بڑا ظلم ہے۔ اور اس سے سوائے اس کے کہ مظلوم کشمیریوں کے کام کو نقصان پہنچے اور کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا۔

اسی طرح افسوس ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے سب ممبروں نے استعفاء دے دیا ہے۔ یہ امر بھی درست نہیں۔ چنانچہ میں ذیل میں ایک تحریر شائع کرتا ہوں جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی اب بھی آل انڈیا حیثیت رکھتی ہے اور اس کے ممبر اس پوزیشن کے ہیں کہ گورنمنٹ اور ملک پر اثر ڈال سکتے ہیں اور ایسا اہم کام کر سکتے ہیں جس سے زیادہ کام کوئی اور شاید نہ کر سکے۔ یہ امر بھی مد نظر رکھنا چاہئے کہ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب' مولانا شفیع داؤدی سیکرٹری آل انڈیا مسلم کانفرنس' ڈاکٹر شفاعت احمد خان صاحب بھی اس کے ممبر ہیں اور اس کے کام کو نہایت تن دہی سے انگلستان میں سرانجام دے رہے ہیں۔ بوجہ ہندوستان سے باہر ہونے کے ان کے دستخط نہیں کرائے جا سکے۔ ہندوستان کے بعض ممبران کے بھی بوجہ گھر پر نہ ہونے کے دستخط نہیں کرائے جا سکے۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(اشتہار شائع کردہ عبد الرحیم درد ایم۔اے سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی)

اعلان ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے خلاف یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ کمیٹی ٹوٹ گئی ہے۔ اس کے ممبران مستعفی ہو گئے ہیں اور یہ کہ کمیٹی کی کسی قسم کی مدد نہ کی جائے وغیرہ۔ اس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہ بالکل غلط ہے کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی ٹوٹ گئی ہے۔ یہ کمیٹی خدا کے فضل سے اسی طرح قائم ہے اور اپنا کام پوری کوشش سے کر رہی ہے۔ جب تک ہمارے ۳۰ لاکھ مظلوم بھائی کشمیر میں آزاد نہ ہوں گے یہ کمیٹی انشاء اللہ

کام کرتی جائے گی اور ہر ممکن طریق سے ان کی مدد کرے گی۔ یہ کمیٹی اس کام کو ہرگز درمیان میں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔

خاکساران

۱۔ ملک برکت علی (صاحب ایڈووکیٹ۔ سابق ایڈیٹر آبزرور رُکن نیشنلسٹ مسلم پارٹی لاہور۔) ۲۔ مولانا سید حبیب شاہ (صاحب ایڈیٹر سیاست لاہور) ۳۔ (مولانا) محمد یعقوب (صاحب ایڈیٹر لائٹ لاہور) ۴۔ (نواب سر) محمد ذوالفقار علی خان (صاحب ایم۔ ایل۔ اے رئیس لاہور) ۵۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد (صاحب ایم۔ ایل۔ اے علیگڑھ) ۶۔ (مولانا) سید محمد اسمٰعیل (صاحب غزنوی ناظم جمعیۃ اہلحدیث امرتسر) ۷۔ (نواب) محمد ابراہیم علی خان (صاحب نواب آف کنج پورہ۔ ایم۔ ایل۔ اے) ۸۔ (مولانا) سید کشفی شاہ (صاحب نظامی رنگون) ۹۔ (جناب) عبدالرحیم (صاحب ڈسٹمکار۔ بمبئی) ۱۰۔ (جناب) محمد علی اللہ بخش (صاحب مختار کار جناب پیر صاحب بوہرہ قوم بمبئی) ۱۱۔ (جناب) محمد اسماعیل حاجی احمد (صاحب اسسٹنٹ سیکرٹری کچھی میمن یونین کلکتہ) ۱۲۔ (مولانا) ابوظفر وجیہ الدین (صاحب ولد مولانا ابوبکر صاحب بنگال) ۱۳۔ (جناب) احمد عبدالستار (صاحب اعزازی سیکرٹری کلکتہ مجلس) ۱۴۔ (مسٹر) ایچ ایس سہروردی (بیرسٹرایٹ لاء کلکتہ ایم ایل سی)

نوٹ:۔ بعض ممبران نے اعلان کے ساتھ کچھ نوٹ بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ بنگال کے مشہور لیڈر مسٹرایچ ایس شہید سہروردی جو کسی زمانہ میں کانگریسی پارٹی کے چوٹی کے لیڈر تھے۔ یہ لکھتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض خود غرض لوگ اس قسم کی باتیں مشہور کر رہے ہیں کہ ممبران کشمیر کمیٹی نے استعفا دے دیا ہے۔ میری رائے میں یہ کمیٹی نہایت عمدہ اور ضروری کام سرانجام دے رہی ہے اور ہمارے مظلوم کشمیری بھائیوں کی امداد میں کوشاں ہے۔ اس کمیٹی کو چاہئے کہ وہ اپنے اس نہایت اہم کام کو جس کو اس نے اپنے کندھوں پر اٹھایا ہے جاری رکھے۔

ریاست کے حُکّام کا رویّہ دن بدن خراب ہو رہا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم مسلمانانِ کشمیر کو اس طرح ریاست کے حُکّام کے رحم پر نہ چھوڑیں۔ مسلمانوں کو امید ہے کہ ہمارے کشمیری بھائیوں کی قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی اور آخر کار حق و انصاف کی فتح ہوگی۔ چونکہ میری رائے میں کشمیر کمیٹی کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے۔ اس لئے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کمیٹی سے ہرگز استعفاء نہیں دیا۔

(اشتہار شائع کردہ عبدالرحیم درد۔ ایم۔ اے۔ سیکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اہلِ کشمیر کے نام چوتھا خط

(سلسلہ دوم)

برادران! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

میں نے اس امر کو دیکھ کر کہ حُکّامِ کشمیر بغیر اس امر کا خیال کئے کہ میرے خطوط ان کے فائدہ کے ہیں یا نقصان کے، خطوط کو ضبط کرتے رہے ہیں آئندہ خط لکھنے میں وقفہ ڈال دیا تھا لیکن جیسا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہے میں آپ لوگوں کے کام کے لئے دہلی گیا تھا اور جموں میں بھی مناسب کوشش کرتا رہا ہوں۔ سو اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہ سر راجہ ہری کشن کول صاحب تو ریاست کو چھوڑ گئے ہیں اور نیا انتظام امید ہے کہ مسلمانوں کے حق میں مفید ہو گا۔ گو میرے نزدیک آدمیوں کی تبدیلی نہیں بلکہ قانون اور نیت کی تبدیلی سے رعایا کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی نے جو کچھ کوششیں کی ہیں، اس کے نتیجہ میں مجھے امید ہے کہ بہت جلد اہلِ کشمیر کی اکثر تکالیف دور ہو جائیں گی اور ان کی آئندہ ترقی کا سامان پیدا ہو جائے گا۔ یہ کس رنگ میں ہو گا اور کب ہو گا اس سوال کا جواب دینے سے میں ابھی معذور ہوں۔ ہاں آپ لوگ تسلی رکھیں کہ انشاء اللہ ایک ماہ یا اس کے قریب عرصہ میں ایسے امور ظاہر ہوں گے جو آپ لوگوں کے لئے خوشی کا موجب ہوں گے اور آپ گذشتہ تکالیف کو بھول جائیں گے لیکن اصل کام اسی وقت سے شروع ہو گا کیونکہ حق کا ملنا اور اس سے فائدہ اٹھانا الگ الگ امور ہیں۔ اگر ریاست کشمیر کے مسلمانوں نے حقوق سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہ کی تو سب قربانی ضائع جائے گی۔

آپ لوگوں کو گذشتہ ایام میں سخت تکالیف کا سامنا ہوا ہے اور اب تک ہو رہا ہے۔

لیکن یہ امر آپ کو یاد رکھنا چاہئے کہ بڑے کاموں کے لئے بڑی قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر میرا علم صحیح ہے اور آپ لوگوں کو جلد بہت سے حقوق ملنے والے ہیں' تو یہ کامیابی آپ کی ایسی ہو گی کہ اس کی نظیر ہندوستان میں اور کہیں نہیں ملتی اور کامیابی کے مقابلہ میں تکالیف بہت کم رہ جائیں گی۔

مجھے افسوس ہے کہ پوری طرح میرے منشاء کے مطابق کام نہیں ہوا۔ ورنہ مجھے یقین ہے کہ اس قدر تکالیف بھی نہ ہوتیں۔ لیکن آپ لوگوں کو چاہئے کہ اگر اللہ تعالیٰ حقوق دلا دے تو سب گزشتہ ظلموں کو بھول کر آئندہ ترقی کے سامان پیدا کرنے میں لگ جائیں۔ ورنہ اگر اس وقت گزشتہ بدلے لینے کی طرف آپ متوجہ ہوئے تو بدلہ تو نہ معلوم آپ لے سکیں یا نہ لے سکیں' حقوق سے فائدہ اٹھانے سے آپ لوگ محروم رہ جائیں گے' یاد رکھیں کہ مسلمان نہایت وسیع الحوصلہ ہوتا ہے۔

میں انشاء اللہ جس وقت خدا تعالیٰ نے آپ لوگوں کو کامیاب کیا' ایک ایسا پروگرام آپ لوگوں کے سامنے اور آپ کے ہندوستان کے خیر خواہوں کے سامنے رکھوں گا جس پر چل کر مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اپنے حقوق سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے اور اپنی ہمسایہ قوموں سے بھی آپ کے تعلقات خوشگوار رہیں گے۔

میں اپنی طرف سے بھی یہ وعدہ کرتا ہو کہ انشاء اللہ ہر ممکن امداد آپ کی آئندہ ترقی کے لئے دیتا رہوں گا۔ **وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ**

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبرا صفحہ ۲۲' ۲۳ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

اہلِ جموں و کشمیر کی طرف میرا پانچواں خط

(سلسلہ دوم)

برادران! میرے گذشتہ خط کے بعد بعض حالات میرے علم میں ایسے آئے ہیں کہ جن کی وجہ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض امور کی تشریح جس قدر جلد ہو سکے کر دوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جموں میں یہ بات مشہور کی جا رہی ہے کہ سر ظفر علی خان صاحب کو میں نے کوشش کر کے نکلوایا ہے اور میری غرض یہ ہے کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو ان کی جگہ وزیر مقرر کرواؤں۔ مجھے افسوس سے یہ معلوم ہوا کہ بعض ذمہ وار لیڈروں نے بھی اس خیال کا اظہار کیا ہے اور عوام الناس میں بھی اس بات کا چرچا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ جس اخلاص اور محبت سے میں نے اہلِ کشمیر کا کام کیا تھا اس کے بعد اس قسم کی بدظنیاں پیدا نہ ہو سکیں گی، لیکن افسوس کہ میرا یہ خیال غلط نکلا۔ اگر محض اختلافِ رائے ہوتا تو میں بالکل پرواہ نہ کرتا لیکن اس الزام میں میری نیت اور دیانت پر چونکہ حملہ کیا گیا ہے میں اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں لیکن پھر بھی نام نہ لوں گا تا کہ دوسروں کی بدنامی کا موجب نہ ہو۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ سر ظفر علی صاحب کے کشمیر پہنچنے کے معاًبعد بعض نمائندگانِ کشمیر نے مجھے ایسے واقعات لکھے جن سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ سر ظفر علی صاحب مسلمانوں سے اچھا سلوک نہیں کرتے اور ایک واقعہ میر واعظ یوسف شاہ صاحب کے ساتھ ان کے سلوک کا خاص

طور پر بیان کیا گیا تھا اس پر میں نے ولایت تار دیئے اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ممبروں اور ہمدردوں نے وہاں کوشش کی اور بعض ذمہ وار حُکّام نے بتایا کہ احرار کی تحریک کے کمزور ہوتے ہی سر ہری کشن کول اور مرزا سر ظفر علی صاحب کو کشمیر سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ یہ غالباً اکتوبر کا واقعہ ہے اس واقعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ ان کے اخراج کی تحریک خود کشمیر سے ہوئی اور اکتوبر میں اس کا فیصلہ بھی در حقیقت ہو چکا تھا۔ گو خاص حالات کی وجہ سے اس پر عمل بعد میں ہوا۔ پس اس کا الزام مجھ پر لگانا درست نہیں۔

باقی رہا یہ الزام کہ میں نے یہ کوشش عزیز مکرم چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو وزیر بنانے کے لئے کی ہے۔ اس کا جواب میں یہی دے سکتا ہوں کہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کا میرے دل میں بہت احترام ہے لیکن مجھے یہ معلوم بھی ہو جائے کہ وہ کشمیر کی وزارت کی خواہش رکھتے ہیں تو میری رائے ان کی نسبت بدل جائے کیونکہ میں ان کو اس سے بہت بڑے کاموں کا اہل سمجھتا ہوں۔ پس اس وجہ سے اس عہدہ کو ان کی ترقی کا نہیں بلکہ ان کے تنزل کا موجب سمجھوں گا۔ علاوہ ازیں کشمیر کے وزیر کی تنخواہ غالباً تین ہزار کے قریب ہے لیکن چوہدری ظفراللہ خان صاحب۔ اس وقت بھی چار اور پانچ ہزار کے درمیان حکومت ہند سے وصول کر رہے ہیں۔ پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ زیادہ آمد والے کام سے ہٹا کر میں انہیں ایک تھوڑی تنخواہ والے کام پر لگنے کا مشورہ دوں خصوصاً جبکہ اس میں کوئی مزید ترقی اور مزید عزت کا بھی سوال نہیں۔ پس جن لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے ان کی عقل ویسی ہی ہے جیسی کہ اس فقیر کی جس نے ایک ڈپٹی کو خوش ہو کر دعا دی تھی کہ خدا تعالیٰ تجھے تھانے دار بنائے۔ کاش وہ بدظنی کر کے گنہگار نہ بنتے اور سمجھ سے کام لیتے اور سوچتے کہ عزیزم ظفراللہ خان صاحب وزارت کشمیر سے زیادہ اہم کام کر رہے ہیں اور اس سے بہت زیادہ ترقی کے سامان ان کے لئے خدا تعالیٰ کے محض فضل سے میسر ہیں۔

دوسرا اعتراض مجھ پر یہ کیا گیا ہے کہ میں نے کوشش کر کے انگریزوں کو ریاست میں داخل کیا ہے۔ انگریزوں کے داخلہ کا واقعہ بھی اس طرح ہے کہ جب کشمیر میں شورش زیادہ ہوئی اور مجھے یہ آوازیں آنی شروع ہوئیں کہ انگریز کشمیر میں گُھس جائیں تو اچھا ہے تو میں نے اپنے ہاتھ سے ایک خط شیخ عبداللہ صاحب ایم۔ ایس۔ سی لیڈر کشمیر کو لکھا اور رجسٹری کر کے بھیجا کہ انگریز افسروں کا آنا مفید نہیں مُضِر ہو گا' اس لئے آپ لوگ اس قسم کا مطالبہ ہرگز نہ

کریں- اور یہی خیال میرا شروع سے ہے کیونکہ گو انگریز افسر بالعموم انصاف اور قواعد کی پابندی میں بہت سے ہندوستانیوں سے بڑھ کر ہوتا ہے لیکن انگریز انگریزی حکومت میں ہی مفید ہوتا ہے ریاستوں میں نہیں- اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انگریزوں میں بوجہ ان کی اپنے قومی کیریکٹر کے اعلیٰ ہونے کے یہ نقص ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی بات کو زیادہ مانتے ہیں- انگریزی علاقہ میں یہ بات چنداں مُضر نہیں ہوتی کیونکہ یہاں انگریزی طریق ایک عرصہ سے جاری ہے اور نگرانی اس شدت سے ہوتی ہے کہ دیسی افسروں کو بھی قواعد کی پابندی اور محکمانہ دیانت کی عادت ہو گئی ہے' ریاستوں میں یہ بات نہیں ہوتی- پس وہاں کے جھوٹ سے جب انگریز کا اعتماد ملتا ہے تو بجائے ملک کو نفع پہنچنے کے نقصان پہنچتا ہے انگریز اُسی وقت مفید ہوتے ہیں جب سب نظام انگریزی ہو- اس نظام میں ان کی عادات بالکل پیوست ہو جاتی ہیں اور کام اچھا چلنے لگتا ہے- پس اس خطرہ کی وجہ سے میرا ہمیشہ یہ خیال ہے کہ انگریزوں کے کشمیر میں چلے جانے پر ہندو افسر زیادہ ظلم کر سکیں گے کیونکہ وہ ظلم کر کے جھوٹی رپورٹ دیں گے اور انگریز افسر کو اگر دھوکا لگ گیا اور اس جھوٹ پر اس کے سامنے پردہ پڑ گیا تو حکومت ہند اس انگریز افسر کے مقابلہ میں کسی اور کی بات نہیں سنے گی کیونکہ وہ سمجھے گی کہ ایک غیر جانبدار آدمی کا بیان زیادہ قابل اعتماد ہے اور اس سے ہمارے کام کو نقصان پہنچے گا- یہ میرا خطرہ اب صحیح ثابت ہو رہا ہے چنانچہ مسلمانوں کی آواز حکومت ہند میں پہلی سی مؤثر نہیں رہی اور آئندہ کامیابی کے لئے ہمیں بہت زیادہ عقل اور بہت زیادہ علم اور آہستگی کی ضرورت ہے- غرض شیخ عبداللہ صاحب کے نام میرا خط اس امر کا شاہد ہے کہ انگریزوں کے لانے کی مجھے کوئی خواہش نہ تھی........-

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ میں نے جو یہ اعلان کیا ہے کہ ایک دو ماہ میں کشمیر کے متعلق کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے گا جو مسلمانوں کے حق میں مفید ہو گا یہ فیصلہ کیا ہے اور کس حد تک مسلمانوں کے لئے مفید ہے- میں ان دوستوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے جو علم ہوا ہے وہ پانچ ذرائع سے ہے اور وہ سب ہی مخفی ہیں پس میں تفصیلات نہیں بتا سکتا- ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ انشاء اللہ مسلمانوں کی حالت پہلے سے اچھی ہو جائے گی- باقی سیاسی جدوجہد ایسی ہی ہوتی ہے کہ آج ایک طاقت کو انسان حاصل کرتا ہے کل دوسرا قدم اٹھاتا ہے- اہلِ کشمیر دوسری ریاستوں سے غیر معمولی طور پر آگے قدم نہیں اُٹھا

سکتے۔ ریاستوں کی آزادی ہندوستان کی طرح تدریجی ہو گی۔ لیکن ہو گی ضرور یہ ناممکن ہے کہ ریاستیں اب بھی پرانی چال پر چلتی جائیں۔ زمانہ انہیں مجبور کر رہا ہے اور کرتا چلا جائے گا۔ پس یہ خیال غلط ہے کہ سب کچھ ایک وقت میں حاصل ہو جائے جس طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ ریاستیں اپنی پرانی حالت پر قائم رہ سکیں گی۔

تیسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ گو آئینی کمیشن کی ترکیب قابلِ اعتراض ہے اس میں نہ مسلمانوں کی کافی تعداد ہے اور نہ مسلمانوں سے مشورہ کر کے ممبر مقرر کئے گئے ہیں۔ پس یہ تو ہمارا فرض تھا کہ اس کے خلاف پروٹسٹ کریں لیکن پروٹسٹ کرنے کے بعد میرے نزدیک اس کا بائیکاٹ مسلمانوں کے لئے مفید نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمانوں کا پہلو کمزور ہو جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں اسمبلی کسی نہ کسی شکل میں دینے کا فیصلہ مہاراجہ صاحب کر چکے ہیں۔ اب سوال صرف تفصیلات کا ہے پس اگر مسلمان شامل نہ ہوئے تو کام تو رُکے گا نہیں صرف نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمانوں کا مشورہ کمزور ہو گا جو نقصان دہ ہو گا۔ گو میری رائے تو یہی ہے کہ پروٹسٹ کر کے اس میں مسلمان ممبر حصہ لیں اور کوشش کریں کہ بہتر سے بہتر صورت اسمبلی کی بن سکے۔ کیونکہ گو اصول میرے نزدیک پہلے سے طے شُدہ ہیں اور اس پر کمیشن کا کوئی اثر نہیں ہو گا لیکن چھوٹی چھوٹی باتیں بھی اچھی باتوں کو زیادہ اچھا بنا دیتی ہیں یا اور خراب کر دیتی ہیں۔ پس اس موقع سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جب ہم نے پروٹسٹ کر دیا تو دنیا پر یہ ظاہر ہو گیا کہ ہم اس بے انصافی کو ناپسند کرتے ہیں۔ اس کے بعد ہماری شمولیت قطعاً غلط فہمی نہیں پیدا کر سکتی کیونکہ سیاسی امور میں اس قسم کی شمولیت ہوتی ہی رہتی ہے اور لوگ اس کی حقیقت خوب سمجھتے ہیں۔ پس جو فائدہ آپ لوگ اس وقت اٹھا سکتے ہیں کمیشن میں شامل ہو کر اٹھا لیں جو نقص رہ جائے گا اسے انشاء اللہ آئندہ درست کرنے کی کوشش ہوتی رہے گی۔ اور ابھی تو اہلِ کشمیر کے سامنے اپنی تعلیم اور تربیت کا اس قدر کام ہے جو کئی سال تک ان کی توجہ کو اپنی طرف لئے رہے گا۔

چوتھی بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ کئی ہزار آدمی علاقہ کھڑی سے مقامی حُکّام کے ظلموں سے تنگ آکر جہلم میں آ گئے ہیں۔ مجھے ان مصیبت زدوں سے ہمدردی ہے لیکن میرے نزدیک فوراً نکل آنے کی بجائے بہتر ہوتا کہ پہلے ہم لوگوں کو کوشش کرنے دی جاتی۔ اب بھی میں ان بھائیوں کو یہی نصیحت کروں گا کہ وہ اس اپنے علاقہ میں چلے جائیں اور

ہمیں اپنی بہتری کے لئے کوشش کرنے دیں۔ اگر ہم سے کچھ نہ ہو سکا تو ہم خود ان سے کہہ دیں گے کہ اب آپ لوگوں کے لئے ملک چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ مگر پوری کوشش کئے بغیر اور حکومت کو اصلاح کا موقع دینے سے پہلے نکلنا زیادہ مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔

میں ایک دفعہ پھر برادرانِ ریاست کشمیر کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے دوسرے ممبر ان کے پورے خیر خواہ ہیں اور انشاءاللہ جہاں تک ان کی طاقت میں ہے' وہ اس کام کو معقول اصول پر جاری رکھیں گے اور نہ میں اور نہ کوئی اور ممبر انشاءاللہ اس قسم کے اعتراضات سے بددل ہو گا کیونکہ اگر ہم ایسا کریں تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم میں سچا قومی درد نہیں۔ ہم انشاءاللہ آپ لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرنے میں پوری سعی کریں گے اور کر رہے ہیں۔ چار تاریخ کو کمیٹی کی طرف سے ایک وفد ہِز ایکسیلنسی وائسرائے کی خدمت میں کشمیر کے متعلق پیش ہونے والا ہے۔ وکلاء کے لئے بھی ہم اجازت طلب کر رہے ہیں اور جس حد تک ممکن ہو گا ہم لوگ انشاءاللہ ریلیف کا کام کریں گے۔ ہاں آپ لوگوں سے ہم یہ خواہش ضرور رکھتے ہیں کہ ہمارے تجربہ سے جہاں تک ہو سکے فائدہ اٹھائیں اور ایسے رنگ میں کام کریں کہ غریبوں اور کمزوروں کا نقصان نہ ہو اور ملک تباہ نہ ہو بلکہ ترقی کرے۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۲۳ تا ۲۶ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھُوَ النَّاصِرُ

مسلمانانِ ریاست جموں و کشمیر کے نام

میرا چھٹا خط (سلسلہ دوم)

برادران!

میں اپنے پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں کہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی آپ لوگوں کی تکالیف کے متعلق پوری کوشش کر رہی ہے اور میں نے یہ ذکر بھی کیا تھا کہ ایک وفد چار تاریخ کو جناب وائسرائے صاحب کی خدمت میں پیش ہونے والا ہے۔ جو آپ لوگوں کی تکالیف کے متعلق آپ سے تفصیلی گفتگو کرے گا۔ یہ وفد چار تاریخ کو پیش ہوا اور اس کے ممبر مندرجہ ذیل اصحاب تھے۔

(۱) نواب عبدالحفیظ صاحب ڈھاکہ (۲) خواجہ حسن نظامی صاحب (۳) مولانا شفیع داؤدی صاحب (۴) نواب صاحب کنجپورہ (۵) سید مسعود احمد شاہ صاحب بہار (۶) اے ایچ غزنوی صاحب بنگال (۷) سید محسن شاہ صاحب (۸) خان بہادر رحیم بخش صاحب (۹) ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہور (۱۰) سید حبیب صاحب (۱۱) ڈاکٹر شفاعت احمد صاحب یوپی (۱۲) شیخ فضل حق صاحب بھیرہ (۱۳) کپتان شیر محمد صاحب دومیلی (۱۴) چوہدری ظفراللہ خان صاحب (۱۵) مولوی عبدالرحیم صاحب درد۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب کسی مجبوری کی وجہ سے وفد میں شامل نہ ہو سکے۔ وفد نے جو ایڈریس حضور وائسرائے کی خدمت میں پیش کیا اس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:۔

کشمیر کی ریاست میں ایک لمبے عرصہ سے عملاً ہندوؤں کو ہی حکومت میں حصہ دیا جاتا ہے۔ مسلمان بہت کم اور اَلنَّادِرُ کَالْمَعْدُوْمِ کی حیثیت میں ہیں۔ حالانکہ ان کی آبادی ستانوے فیصد ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو انتظامی اور قانونی دونوں شکنجوں میں اس طرح کس دیا گیا ہے کہ وہ ترقی نہیں کر سکتے۔ ایک لمبے عرصہ تک صبر کرنے کے بعد اب مسلمانوں میں بیداری پیدا ہوئی ہے اور انہوں نے بالکل جائز طور پر اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کیا ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ حکومت ہند اس بارہ میں ان کی امداد کرے گی۔

اسی غرض کے پورا کرنے کے لئے جو کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس میں مسلمانوں کی نہ تو صحیح نمائندگی ہے اور نہ کافی نمائندگی ہے' اس کا تدارک ہونا چاہئے۔ مگر صرف اسی قدر اصلاح سے کام نہیں چلے گا۔ چاہئے کہ کشمیر کے مسلم لیڈروں کو آزاد کر کے اس مشورہ میں شریک کیا جائے اور دوسرے سیاسی قیدیوں کو بھی رہا کر کے فضاء صاف کی جائے۔

موجودہ فسادات میں جو مقدمات چلائے جا رہے ہیں' اس پر مسلمانوں میں بے چینی ہے ریاست کے افسر جن پر خود الزام ہے' آزاد تحقیقات نہیں کر سکتے اس لئے ریاست کے باہر سے قابلِ اعتماد جج بُلوا کر مقدمات ان کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔

ہمیں مختلف ذرائع سے رپورٹیں ملی ہیں کہ بعض حکام نے سخت مظالم کئے ہیں اور فسادات کو اپنے بُغض نکالنے کا ذریعہ بنا لیا ہے اور اس کا ایک نتیجہ یہ ہوا ہے کہ کھڑی کے علاقہ سے ہزاروں آدمی نکل کر انگریزی علاقہ میں چلے آئے ہیں' اس کا علاج ہونا چاہئے۔ جس کے لئے ہم یہ تجویز کرتے ہیں کہ فوراً وہاں سے ان افسروں کو جن کے خلاف مسلمانوں کو شکایت ہے تبدیل کر دیا جائے اور ایک آزاد تحقیقات ان کے افعال کے متعلق کرائی جائے۔ اس بارہ میں خصوصیت سے کشمیر' کوٹلی' راجوری اور تحصیل مینڈھر' پونچھ کے افسر قابلِ ذکر ہیں۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ کشمیر میں ہمیشہ سردیوں میں مسلمان گورنر اور مسلمان یا انگریز افسر پولیس رہنا چاہئے۔

مہاراجہ صاحب کی وزارت میں کم سے کم دو مسلمان وزراء جن پر مسلمانوں کو اعتبار ہو' ہونے چاہئیں۔ مسلمان موجودہ مسلمان وزیر کے خلاف سخت مشتعل ہیں کیونکہ وہ ہرگز مسلمانوں کے فوائد کی حفاظت نہیں کر سکتے۔

موجودہ فسادات کے متعلق جو مقدمات ہیں' ان میں باہر سے مسلمان وکیلوں کو پیش ہونے کی اجازت ہونی چاہئے۔ اور ان سے بائیس روپیہ کی خاص فیس نہیں لینی چاہئے۔ اس بارہ میں چیف جسٹس صاحب کشمیر نے سفارش کی ہے اور حکومت ہند کی سفارش مزید سہولت پیدا کر سکتی ہے۔

کشمیر میں قیدیوں کے ساتھ سلوک اچھا نہیں ہوتا' اس کی اصلاح کی جائے۔ اور آئندہ کے لئے ہر قوم میں سے کچھ معتمد علیہ غیر سرکاری آدمی مقرر کئے جائیں جو جیل خانوں کا معائنہ کیا کریں تاکہ اگر کوئی ظلم ہو رہا ہو تو اس کا علم ہو جائے۔ ہم یہ بھی درخواست کرتے ہیں کہ آزاد تحقیقات جیل خانوں کے انتظام کے متعلق کروائی جائے اور قانون جیل خانہ کی بھی اصلاح کی جائے اور خوراک وغیرہ کا انتظام بھی بہتر کیا جائے۔

یہ ایڈریس چار تاریخ کو حضور وائسرائے کے پیش ہوا اور تمام ممبران کے اتفاق سے چوہدری ظفراللہ خان صاحب گفتگو کیلئے مقرر ہوئے ایک گھنٹہ تک وائسرائے صاحب سے جن کے ساتھ وزیر ریاست اور پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے گفتگو ہوئی اور علاوہ چوہدری ظفراللہ خان صاحب کے مناسب موقعوں پر دوسرے ممبرانِ وفد نے بھی حضور وائسرائے کو مسلمانوں کی تکالیف اور صورت حالات سے آگاہ کیا۔ میرے پاس گفتگو کی تفصیلات آچکی ہیں لیکن چونکہ ایسی گفتگو پرائیویٹ سمجھی جاتی ہے میں اسے شائع نہیں کر سکتا۔ مگر اس قدر بتا دینا چاہتا ہوں کہ سب گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ حکومت ہند اور ریاست دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ اصلاح کی کافی گنجائش ہے اور دونوں آمادہ ہیں کہ اصلاح کی جائے۔ تجاویز پر غور ہو رہا ہے اور امید ہے کہ جلد ترتیب وار مختلف تکالیف کا ازالہ شروع ہو جائے گا۔

پس ان حالات میں مَیں یہ دو نصیحتیں کروں گا۔ اول یہ کہ جس جس جگہ کوئی غیر آئینی کارروائی ہو رہی ہو اسے ترک کر دینا چاہئے تاکہ اس پروگرام کے پورا کرنے میں روک پیدا نہ ہو۔ دوسری یہ کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم آئینی جدوجہد چھوڑ دیں۔ آئینی کوششوں کو بہ سہولت اور پُر امن ذرائع سے برابر جاری رکھنا چاہئے۔ یہاں تک کہ شیخ محمد عبداللہ صاحب' قاضی گوہر رحمٰن صاحب' مفتی جلال الدین صاحب اور دوسرے قومی لیڈر اور قومی کارکن آزاد ہو کر ملک کی راہنمائی کر سکیں۔ جن لوگوں نے خود تکلیف اٹھا کر اپنی قوم کو بیدار کیا ہے

خواہ وہ قید میں ہیں یا آزاد ہم ان کی قربانیوں کو نظرانداز نہیں کر سکتے۔

ایک خوشخبری میں اور دیتا ہوں کہ اِس وقت سب سے زیادہ تکلیف لوگوں کو مقدمات کی تھی کیونکہ باہر سے وکیل آنے کی اجازت نہ تھی اور ریاستی وکلاء میں مسلمان بہت کم تھے اور ان میں سے تجربہ کار اور بھی کم تھے۔ میں نے چوہدری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر برادرِ خورد چوہدری ظفراللہ خان صاحب بیرسٹر کو اس کام کیلئے جموں بھجوایا تھا۔ جنہوں نے آنریبل مسٹر دلال چیف جسٹس ریاست جموں و کشمیر سے گفتگو کی اور چیف جسٹس صاحب نے اجازت کی ضرورت کو تسلیم کر کے حکومت کے پاس اس قید کے اُڑانے کی سفارش کی۔ مہاراجہ صاحب نے عنایت فرما کر پہلے قانون میں تبدیلی کر دی ہے اور اب چیف جسٹس صاحب کی اجازت سے باہر کے وکلاء بغیر کسی خاص فیس ادا کرنے کے مقدمات میں پیش ہو سکیں گے۔ اس سے امید ہے کہ وہ بے اطمینانی جو پیدا ہو رہی تھی دور ہو جائے گی اور لوگوں کو ان الزامات کے دور کرنے کا کافی موقع مل جائے گا جو بعض متعصب افسروں نے بِلاوجہ ان پر لگائے ہیں اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس غرض کیلئے قومی درد رکھنے والے وکلاء انشاء اللہ میسر آ جائیں گے۔

میں امید کرتا ہوں کہ جلد بعض دوسری تکالیف کا بھی ازالہ ہو جائے گا اور آپ لوگوں کو آرام کا سانس لینا میسر ہو گا۔ خدا کرے کہ میری یہ امید ٹھیک ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۱ صفحہ ۲۶ تا ۲۸ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَالنَّاصِرُ

مسلمانانِ ریاست جموں و کشمیر کے نام

میرا ساتواں خط (سلسلہ دوم)

گلینسی رپورٹ کے متعلق اظہار رائے

برادران!

میں اپنے گزشتہ خطوں میں لکھ چکا ہوں کہ عنقریب اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے مطالبات کا ایک حصہ پورا ہونے والا ہے چنانچہ اس وقت تک آپ لوگوں کو گلینسی کمیشن کی رپورٹ کا خلاصہ معلوم ہو چکا ہوگا۔ اس رپورٹ کے متعلق میں تفصیلاً لکھنا مناسب نہیں سمجھتا کیونکہ گو مجھے اس کے مضمون سے پہلے سے آگاہی تھی بلکہ اس کے لکھے جانے سے بھی پہلے مجھے اس کے بعض مطالب سے آگاہی تھی لیکن پھر بھی اس کی مطبوعہ شکل میں چونکہ ابھی میں نے اسے پوری طرح نہیں پڑھا اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے خاص اجلاس میں بھی اس پر غور نہیں ہوا اس لئے اس پر تفصیلی رائے کا اظہار کرنا ابھی مناسب نہیں۔

مسلمانوں کی خوشی کیلئے کافی مواد

ہاں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ گو یہ رپورٹ میری خواہشات کو کُلّی طور پر پورا کرنے والی نہیں لیکن پھر بھی اس میں کافی مواد ایسا موجود ہے جس پر مسلمانوں کو بھی خوش ہونا چاہئے اور مہاراجہ صاحب بہادر کو بھی کیونکہ انہوں نے اپنی رعایا کے حقوق کی طرف توجہ کر کے اپنی

نیک نفسی کا ثبوت دیا ہے۔ اسی طرح اس رپورٹ کے لکھنے پر مسٹر گلینسی بھی خاص مبارک باد کے مستحق ہیں اور ان کے ساتھ کام کرنے والے نمائندے بھی کہ انہوں نے رعایا کے حقوق ادا کرنے کی سفارشات کی ہیں خواہ وہ مسلمانوں کے مرض کا پورا علاج نہ بھی ہوں۔

مسلمان نمائندوں کا شکریہ

میں خصوصیت سے اپنے باہمت نوجوان چوہدری غلام عباس صاحب اور دیرینہ قومی کارکن خواجہ غلام احمد صاحب اشائی کو شکریہ کا مستحق سمجھتا ہوں کہ انہوں نے نہایت محنت اور تکلیف برداشت کر کے مسلمانوں کے نقطہ نگاہ کو پیش کرنے کی کوشش کی۔ چوہدری غلام عباس صاحب نے اس نیک کام میں اپنوں اور بیگانوں سے جو بُرا بھلا سنا ہے' میں امید کرتا ہوں کہ ان کے دل پر اس کا کوئی اثر نہیں رہے گا کیونکہ انہوں نے خلوص سے قومی خدمت کی ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی قربانی کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگر موجودہ نسل ان کی قربانی کی داد نہ بھی دے تو بھی آئندہ نسلیں انہیں ضرور دعاؤں سے یاد کریں گی۔ اِنْشَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

دوسری گلینسی رپورٹ

میں امید کرتا ہوں کہ دوسری گلینسی رپورٹ ایک نیا دروازہ سیاسی میدان کا مسلمانوں کے لئے کھول دے گی۔ اور گو وہ بھی یقیناً مسلمانوں کی پورے طور پر داد رسی کرنے والی نہ ہوگی لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بھی ان کی زندگی کے نقطہ نگاہ کو بدلنے والی اور آئندہ منزل کی طرف ایک صحیح قدم ہاں مگر ایک چھوٹا قدم ہوگی۔

ابھی بڑا کام باقی ہے

میں اس وقت نہ تو یہ کہتا ہوں کہ ہمیں ان رپورٹوں پر افسوس کرنا چاہئے کیونکہ ان میں یقیناً اچھے امور ہیں اور ایسی باتیں ہیں کہ اگر انہیں صحیح طور پر استعمال کیا جائے تو یقیناً مسلمان آزادی حاصل کرنے کے قریب ہو جائیں گے اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ ہمیں خوش ہونا چاہئے کیونکہ ابھی ہمارا بہت سا کام پڑا ہے اور اسے پورا کئے بغیر ہم دم نہیں لے سکتے۔ نیز ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف قانون سے ہم خوش نہیں ہو سکتے کیونکہ قانون کا غلط استعمال اچھے قانون کو بھی خراب کر دیتا ہے۔ پس دیکھنا یہ ہے کہ ان فیصلہ جات پر مہاراجہ صاحب کی حکومت عمل کس طرح کرتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اب جب کہ انگریز وزراء آ گئے ہیں اور انہوں نے ایک حد تک حقیقت کو بھی سمجھ لیا ہے پہلے کی نسبت اچھی طرح ان اصلاحات پر عمل ہوگا۔ لیکن غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے اس لئے

جب کہ ہم اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ساتھ ہی ہم اُس سے عاجزانہ طور پر دعا بھی کرتے ہیں کہ وہ ان رپورٹوں کے اچھے حصوں کو نافذ کرنے کی وزراء اور حُکّام کو مناسب توفیق بخشے۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْنَ

مجھے یقین ہے کہ اگر مجھے صحیح طور پر اس تحریک کی راہنمائی کا موقع ملتا اور بعض امور ایسے پیدا نہ ہو جاتے کہ تفرقہ اور شقاق پیدا ہو جاتا تو نتائج اس سے بھی شاندار ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیّت کے آگے کوئی چارہ نہیں اور پھر ہم کہہ بھی کیا سکتے ہیں۔ شاید جو کچھ ہوا اس میں ہمارا نفع ہو کیونکہ علمِ غیب تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔

زمینوں کی ملکیت کا فیصلہ

مجھے سب سے زیادہ خوشی اس امر کی ہے کہ زمینوں کی ملکیت ریاست سے لے کر زمینداروں کو دے دی گئی ہے۔ اگر سوچا جائے تو یہ کروڑوں روپیہ کا فائدہ ہے اور گو بظاہر یہ صرف ایک اصطلاحی تغیر معلوم ہوتا ہے لیکن چند دنوں کے بعد اس کے عظیم الشان نتائج کو لوگ محسوس کریں گے اور یہ امر کشمیر کی آزادی کی پہلی بنیاد ہے اور اس کی وجہ سے اہل کشمیر پر زندگی کا ایک نیا دَور شروع ہو گا۔ مجھے اس تغیر پر دُہری خوشی ہے کیونکہ اس مطالبہ کا خیال سب سے پہلے میں نے پیدا کیا تھا اور زور دے کر اس امر کی اہمیت کو منوایا تھا۔ بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ یہ مطالبہ مانا نہیں جا سکتا مگر اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ آخر یہ مطالبہ تسلیم کر لیا گیا۔

پریس کی آزادی وغیرہ

اسی طرح پریس کی آزادی کے متعلق جدید قوانین کا وعدہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔ شاملاتوں کی ناواجب تقسیم کا انسداد، اخروٹ کا درخت کاٹنے کی مکمل اور چنار کی مشروط آزادی، لکڑی کے مہیا کرنے کے لئے سہولتیں، بعض علاقوں میں چرائی کا ٹیکس معاف ہونا، تعلیم اور ملازمتوں میں سہولتیں، انجمنوں کی مشکلات کا ازالہ اور ایسے ہی اور بہت سے امور ہیں کہ جن میں اصلاح ایک نہایت خوشکن امر ہے اور انشاء اللہ اس سے ریاست کشمیر کی رعایا کو بہت فائدہ پہنچے گا۔

بقیہ باتیں

بعض باتیں ابھی باقی ہیں۔ جیسے وزارت کے متعلق فیصلہ، انجمنوں اور تقریر کی آزادی، مالیہ کو صحیح اصول پر لانا، **آرڈیننسوں** کو اُڑانا، اور قیدیوں کی عام آزادی کا اعلان، مسلمان ہونے والوں کی جائیدادوں کی ضبطی، جن کے متعلق فیصلہ یا نہیں ہوا یا ناقص ہوا ہے یا بالکل خلاف ہوا ہے مجھے ان کا خیال ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آخر

ان امور میں بھی انشاء اللہ ہمیں کامیابی حاصل ہوگی۔

لیڈروں سے وفاداری کا تقاضا

قیدیوں کی آزادی گو سیاسی حقوق سے تعلق نہیں رکھتی لیکن ہر قوم جو زندہ رہنا چاہتی ہو' اس کا فرض ہے کہ اپنے لیڈروں اور کارکنوں سے وفاداری کا معاملہ کرے اور اگر قومی کارکن قید رہیں اور لوگ تسلی سے بیٹھ جائیں تو یہ امر یقیناً خطرناک قسم کی بیوفائی ہوگا۔ مسلمانانِ جموں و کشمیر کو یاد رکھنا چاہئے کہ گو وہ بہت سے ظلموں کے تلے دبے چلے آتے ہیں لیکن پھر بھی ان کی حالت یتیموں والی نہ تھی کیونکہ جب تک ان کے لئے جان دینے والے لوگ موجود تھے وہ یتیم نہ تھے۔ لیکن اگر وہ آرام ملنے پر اپنے قومی کارکنوں کو بھول جائیں گے تو یقیناً آئندہ کسی کو ان کے لئے قربانی کرنے کی جرأت نہ ہوگی اور اُس وقت یقیناً وہ یتیم ہو جائیں گے۔ پس انہیں اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہئے اور ملک کی خاطر قربانی کرنے والوں کے آرام کو اپنے آرام پر مقدّم رکھنا چاہئے۔ پس ان کا یہ فرض ہے کہ جب تک مسٹر عبداللہ' قاضی گوہر رحمٰن اور ان کے ساتھی آزاد نہ ہوں' وہ چین سے نہ بیٹھیں۔ اور میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کام میں مَیں ان کی ہر ممکن امداد کروں گا اور اب بھی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ مشکلات ہیں لیکن مسلمان کو مشکلات سے نہیں ڈرنا چاہئے۔

قومی غدّاروں کے مقابلہ کیلئے تیاری کی ضرورت

یہ بھی یاد رہے کہ بعض غدّار آئندہ اصلاحات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اہلِ کشمیر اگر اس فریب میں آ گئے اور آئندہ کونسلوں میں مسٹر عبداللہ کے دشمن اور قومی تحریک کے مخالف ممبر ہو گئے تو سب محنت اکارت جائے گی اور مسٹر عبداللہ اور دوسرے قومی کارکنوں کی سخت ہتک ہوگی۔ پس اس امر کے لئے آپ لوگ تیار رہیں کہ اگر خدانخواستہ قومی کارکنوں کو جلدی آزادی نہ ملی اور ان کی آزادی سے پہلے اسمبلی کے انتخابات ہوئے (گو مجھے امید نہیں کہ ایسا ہو) تو ان کا فرض ہونا چاہئے کہ قومی غدّاروں کے مقابلہ میں قومی کام سے ہمدردی رکھنے والوں کو امیدوار کر کے کھڑا کر دیں۔ اور یہ نہ کریں کہ کانگرس کی نقل میں بائیکاٹ کا سوال اُٹھاویں۔ بائیکاٹ سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ آخر کوئی نہ کوئی ممبر تو ہو ہی جائے گا۔ اور قومی خیر خواہوں کی جگہ قومی غدّاروں کو ممبر بننے کا موقع دینا ہرگز عقلمندی نہ کہلائے گا۔ پس گو یہ ایک بہت طویل عمل ہے کہ قومی کارکنوں

کی آزادی سے پہلے اسمبلی کا انتخاب ہو۔

اختلاف چھوڑ دیں

لیکن چونکہ بعض قومی غدّار اندر ہی اندر اس کی تیاریاں کر رہے ہیں' اہل جموں و کشمیر کو ہوشیار کر دینا چاہتا ہوں اور ساتھ ہی خواجہ سعد الدین صاحب شال' خواجہ غلام احمد صاحب اشائی اور دوسرے کارکنوں کو جن کی گزشتہ قومی خدمات کا انکار نہیں ہو سکتا توجہ دلاتا ہوں کہ اب وقت ہے وہ قومی تحریکات کو مضبوط کرنے کے لئے اختلاف چھوڑ دیں۔ میں ہمیشہ ان کا خیر خواہ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ ان کی گزشتہ خدمات قومی تحسین کا انعام حاصل کئے بغیر نہ رہیں۔ پس میں ان سے اور ان کے دوستوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قومی کارکنوں کی خدمت میں آکر شامل ہو جائیں اور یقین رکھیں کہ اس طریق کو اختیار کر کے انہیں ذلّت نہیں بلکہ عزت حاصل ہو گی۔

ظلم کے روکے جانے کے سامان

ایک دو اور باتیں ہیں جن کا ذکر کر کے میں اس خط کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ گو اصلاحات کا اعلان ہو گیا ہے لیکن ظلم تو ابھی تک جاری ہے۔ اس شبہ کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دوڑتے ہوئے گھوڑے کو یکدم نہیں روکا جا سکتا۔ طوفان بھی تھمتے ہوئے کچھ وقت لیتا ہے۔ پس ظلم گو جاری ہے لیکن ایسے سامان ہو رہے ہیں کہ انشاء اللہ ظلموں کا بھی انسداد ہو جائے گا۔ میں ابھی تفصیل نہیں بیان کرنا چاہتا لیکن یہ میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر میرے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے عقل سے کام لیا گیا تو تھوڑے سے عرصہ میں ظلم کے روکے جانے کے بھی سامان ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

وکلاء کے متعلق اعلان

دوسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ وکلاء کے متعلق جو اعلان میں نے کیا تھا' اس میں بعض غلط فہمیوں سے کچھ اُلجھن پیدا ہو گئی ہے لیکن اس کے لئے میں کوشش کر رہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتری کی توقع رکھتا ہوں۔ اور اگر لوگوں کو پوری طرح ڈیفنس کا موقع نہ دیا گیا تو میں انشاء اللہ اور ایسی تدابیر اختیار کروں گا کہ جن سے لوگوں کے اس اہم حق کی طرف حکومت کو توجہ ہو۔

سیاہ نشان

تیسری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ میں نے جو سیاہ نشان لگانے کا اعلان کیا تھا' اس کے متعلق مجھے سری نگر سے شکایات موصول ہوئی تھیں کہ سیاہ نشان لگانے کو جُرم قرار دیا گیا ہے اور اس نشان کے لگانے کے سبب سے بعض لوگوں کو گرفتار کر کے ان پر

مقدمہ چلایا گیا ہے۔ میں نے اس کے متعلق حکومت کشمیر سے خط و کتابت کی ہے اور جو جواب وزیر اعظم صاحب کی طرف سے آیا ہے' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ ان کے جواب میں اس امر سے قطعاً انکار کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ نہ کسی شخص کو سیاہ نشان لگانے پر سزا دی گئی ہے اور نہ مقدمہ ہی چلایا گیا ہے۔ اگر یہ بیان درست ہے تو مجھے تعجب ہے کہ رپورٹ دینے والوں کو اتنا بڑا مغالطہ کیونکر لگ گیا۔ بہرحال یہ سوال حل ہو گیا ہے کہ سیاہ نشان لگانے کو ریاست کشمیر میں جُرم نہیں قرار دیا گیا۔

میں اس خواہش کے اظہار پر اس خط کو ختم کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس موسم گرما میں توفیق دے کہ خواہ چند دن کے لئے ہو کشمیر آکر خود صورت حالات کا معائنہ کر سکوں اور اس ملک کے مرض کو بذات خود دیکھ کر اس کے علاج کی پہلے سے زیادہ تدبیر کرنے کی توفیق پاؤں۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلاَّ بِاللّٰہِ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکسار

مرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

(الفضل یکم مئی ۱۹۳۲ء۔ تاریخ احمدیت جلد۶ ضمیمہ نمبر ا صفحہ ۲۹ تا ۳۲ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

کشمیر کے پریس ایکٹ کے خلاف احتجاج

ڈیرہ دون ۳۔ مئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی حسب ذیل بیان اخبارات کو دیا۔

مجھے پریس کے متعلق ریاست کشمیر کے جدید قوانین کو دیکھ کر بے حد صدمہ ہوا ہے بعض حالتوں میں وہ برطانوی ہند کے ہنگامی قانون سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ایک ایسے علاقہ میں جہاں فی الحال اخبارات ستّر روپے کے لیتھو پریس میں چھپیں گے اور جن کے چند سَو سے زیادہ خریدار نہ ہونگے' ایک ہزار سے دس ہزار روپے تک کی ضمانت طلب کرنا مضحکہ خیز ہے۔ ان قوانین کے ماتحت کوئی اسلامی اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔ اس سے تو یہی بہتر تھا کہ پرانے قواعد ہی برقرار رکھے جاتے۔ پریس کے متعلق ان قوانین سے صاف پتہ لگتا ہے کہ جب گلینسی کمیشن کی سفارشات کو عملی جامہ پہنایا جائے گا تو ان کی حقیقت کچھ بھی نہ رہے گی۔ مجھے افسوس ہے کہ مسٹر کالون نے موقع کے مطابق مناسب کارروائی نہیں کی اور اپنے آپ کو ہندو حُکّام کے ہاتھوں میں دے دیا ہے۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ قانون شکنی کے جذبہ میں جو مٹ رہا تھا ریاست نے نئی زندگی پیدا کر دی ہے تاہم مجھے امید ہے کہ مسلمان پریشان نہ ہونگے اور یاد رکھیں گے کہ ہم اپنا مقصد صرف آئینی ذرائع سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔

(الفضل ۸ مئی ۱۹۳۲ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

تحریک آزادی کشمیر کے تعلق میں مکتوب نمبر۵

مکرمی ماسٹر محمد الدین صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ۔

سید ولی اللہ شاہ صاحب بیمار ہیں اور درد صاحب وائسرائے کے ڈیپوٹیشن کے انتظام میں ہیں۔ یہ دونوں صاحب کشمیر کا کام کیا کرتے تھے اس لئے ایک ضروری امر کے لئے جس کا پیچھے ڈالنا مصلحت اور ضرورت کے خلاف ہے آپ کو تکلیف دیتا ہوں۔

تھراراد کا علاقہ (نام پوری طرح حافظہ میں نہیں ہے) جموں کی ریاست کا حصہ ہے اور ٹھیکہ پر پونچھ کو ملا ہوا ہے اس علاقہ کے لوگوں کی حالت ریاست کشمیر سے بھی خراب ہے۔ پونچھ کے لوگوں کو جو آزادیاں ہیں مثلاً بعض اقوام کو کاہ چرائی معاف ہے اس سے یہ لوگ محروم ہیں کہ تم جموں کے باشندے ہو۔ جموں میں درختوں وغیرہ کے متعلق جو میرپور کی تحصیل کو آزادی ہے...... اس سے انہیں محروم رکھا جاتا ہے کہ تم پونچھ کے ماتحت ہو۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ پونچھ سے مال جموں میں لاتے وقت ریاست پونچھ ان سے کسٹمز وصول کرتی ہے اور جب جموں میں آتے ہیں تو پھر درآمد کا ٹیکس انہیں دینا پڑتا ہے۔ اس طرح باہر سے لانے والے مال پر پہلے جموں والے اور پھر پونچھ والے کسٹمز لیتے ہیں حالانکہ یہ اصل میں جموں سے وابستہ ہیں اور کسٹم کی چوکیاں پونچھ میں ہونی چاہئے تھیں۔ جموں کے علاقہ میں مال لانے یا وہاں سے لے جانے پر کوئی ڈیوٹی نہیں ہونی چاہئے تھی۔ اس تکلیف سے گھبرا کر ان لوگوں نے پروٹسٹ کیا اور حسب قواعد میرپور جس کے ساتھ اصولاً یہ وابستہ ہیں، بعض درخت کاٹے اور بوجہ جموں ریاست کے باشندے ہونے کے ڈیوٹی دینے سے انکار کیا تو موجودہ شورش سے فائدہ اٹھا کر ان لوگوں کے فعل کو پونچھ کی حکومت نے سول نافرمانی قرار دیا۔ حالانکہ انہوں نے حکومت جموں کے جس کے یہ باشندے ہیں قانون نہیں توڑے بلکہ ان پر اس کے مطابق عمل کیا۔ زیادہ سے زیادہ ان پر دیوانی نالشیں کر کے حکومت کو اپنا حق ثابت کرنا چاہئے تھا۔

پھر ان پر یہ ظلم ہے کہ یہ جموں کے باشندے ہیں وہیں ان کی رشتہ داریاں ہیں لیکن باوجود جموں کے ساتھ وابستہ ہونے کے ان کے مقدمات پونچھ میں سُنے جاتے ہیں حالانکہ زمینداری اگر ٹھیکے پر دے دی جائے تو یہ کسی حکومت کو حق نہیں کہ اپنی رعایا کے سِول حقوق کسی اور حکومت کو دے دے۔ یہ بیل گائے نہیں ہیں کہ ان سے ایسا سلوک روا رکھا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسٹر کالون نے ان لوگوں کو مسٹر جارڈین کے پاس شکایات سنانے کو بھیجا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ اس بناء پر کہ یہ علاقہ جموں میں نہیں پونچھ میں ہے حالانکہ حقیقتاً یہ جموں کا علاقہ ہے۔

آپ نے ان امور کو مسٹر کالون پر روشن کر کے یہ کوشش کرنی ہے کہ اس ردِّ عمل کو دور کیا جائے۔ اگر پونچھ کو جموں نے امداد دینی ہے تو روپیہ دے لیں یہ لوگ اپنے فروخت کئے جانے پر راضی نہیں۔

(۱) ان کے مقدمات جموں کورٹس میں ہوں۔

(۲) کسٹمز جموں اور اس علاقہ کے درمیان میں نہ ہوں بلکہ پونچھ کی کسٹمز کی چوکیاں ان کے علاقہ کے پرے پونچھ کے علاقہ میں ہوں انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ پونچھ کے علاقہ سے ان کے علاقہ میں مال لانے یا وہاں لے جانے پر کسٹمز لی جائیں۔

(۳) اس وقت جو مقدمات خواہ مخواہ سِول نافرمانی کے اٹھائے گئے ہیں محض اس وجہ سے کہ پونچھ دربار اور جموں دربار میں جھگڑا ہے اور یہ لوگ جموں کے ساتھ ہیں ان مقدمات کے سننے کیلئے عارضی طور پر جموں سے جج جائیں اور اپیل جموں کورٹ میں ہو۔

(۴) کوئی انگریز افسر مسٹر لاتھر یا مسٹر جارڈین یا اور کوئی افسر ریاست کا خواہ انگریز نہ ہو ان امور کی تحقیق کے لئے جائے اور علاقہ کے لوگوں کو سب حالات اور ثبوت اس کے پاس پیش کرنے کی اجازت ہو۔ سرسری کارروائی نہ ہو۔

(۵) اس وقت تک مقدمات کی کارروائی ملتوی رہے۔

مسٹر کالون کے علاوہ ریذیڈنٹ سے بھی ملیں اور اسے یہ وجہ بتائیں کہ چونکہ یہ جھگڑا دو درباروں میں ہے جو دونوں آپ کے ماتحت ہیں اس لئے ہم آپ کے پاس آئے ہیں آپ ان واقعات کو دیکھ لیں کہ ناقابلِ برداشت ہیں۔ اس علاقہ میں گویا کوئی بھی حکومت نہیں۔ یہ اپنے حق کسی سے بھی مانگ نہیں سکتے نہ ملازمتوں کا راستہ ان کے لئے پوری طرح کھلا ہے۔ کوشش

کر کے مسٹر گلینسی کو بھی ملیں اور انہیں بھی سب حالات بتا کر مشورہ لیں۔ وہ آئندہ وزیر ریاست ہائے حکومت ہند میں ہونے والے ہیں۔

(۲) دوسرا امر ایک اور ہے اس کی تشریح کیلئے خط بھجوا رہا ہوں اسے پڑھ لیں۔ اس کے متعلق بھی مسٹر کالون وزیراعظم ریاست جموں اور ریزیڈنٹ کو ملیں۔ اس بارہ میں اول بدعنوانی ہوئی ہے کہ جموں کی رعایا پر پونچھ والوں نے چھاپہ مارا ہے اور پھر انہیں پکڑ کر لے گئے ہیں۔

دوم۔ ان لوگوں نے ہندوؤں کو پناہ دی اور فساد کے وقت انہیں بچایا' لیکن اُلٹا ان پر ظلم کیا جا رہا ہے۔ کیں کہ اس بارہ میں ہم بہ حیثیت جماعت پروٹسٹ کرتے ہیں ہمارا فرض ہے کہ اپنی جماعت کے لوگوں کی مدد کریں اور اگر اس قدر ظلم ریاست نے روا رکھا اور فوراً تحقیق کر کے شریروں کو سزا نہ دی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ آئندہ ہماری جماعت بھی بجائے فسادات سے بچنے کے ان میں حصہ لے۔......... ظلم ہو رہا ہے اور ریاست کے اعلیٰ حُکّام کوئی خبر نہیں لیتے۔ اس بارہ میں بھی ریذیڈنٹ سے ذکر کریں۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

(تاریخ احمدیت جلد ۶ ضمیمہ نمبر ۲ صفحہ ۵۷' ۵۸ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ - ھُوَالنَّاصِرُ

برادرانِ ریاست جموں و کشمیر کے نام

میرا آٹھواں خط

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

مجھے اپنے ساتویں خط کے متعلق اطلاع ملی ہے کہ اس پر بعض دوستوں کو اعتراض ہے۔ چنانچہ اس بارہ میں ایک دو خط بھی مجھے جموں سے ملے ہیں اور ایک دوست جو گذشتہ جلسہ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں جموں کے نمائندوں میں سے شامل ہوئے تھے انہوں نے بھی ان غلط فہمیوں کا ذکر کیا تھا جو اہلِ جموں کے دلوں میں اس بارہ میں پیدا ہو رہی ہیں۔

وہ غلط فہمیاں یہ ہیں۔

(۱) گلینسی کمیشن نے اچھی رپورٹ نہیں لکھی اور بِلاوجہ اس کی تعریف کردی گئی ہے۔

(۲) بعض امور میں گلینسی رپورٹ نے پہلے سے بھی بدتر حالات پیدا کردیئے ہیں۔

(۳) ارتداد کا مسئلہ نہایت اہم مسئلہ تھا۔ اس کو میں نے اپنے خط میں بالکل نظرانداز کردیا ہے۔

(۴) وائسرائے اور مہاراجہ صاحب کی خوشنودی کو مسلمانوں کی خیرخواہی پر مقدم رکھا گیا ہے۔

(۵) جب تک وہی حالت نہ پیدا ہو جائے جو انگریزی ہندوستان کے باشندوں کی ہے اس جدوجہد کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

(۶) ان سفارشات پر عمل نہ ہوگا۔

مجھے ان اعتراضات کو سن کر تعجب بھی ہؤا اور حیرت بھی۔ انسان کا حافظہ کس قدر کمزور ہے ابھی چند ماہ ہوئے ان اعتراض کرنے والوں میں سے کئی اس سے بھی کم اختیارات کو بڑی

کامیابی سمجھتے تھے۔ آج گلینسی رپورٹ ان کی نگاہوں میں حقیر نظر آتی ہے۔

میں سب سے پہلے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں نے گلینسی کمیشن کی رپورٹ کو کُلّی طور پر تسلیم نہیں کیا نہ ارتداد کے مسئلہ پر خاموشی کی ہے نہ جدوجہد بند کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ میرے خط پر ایک نگاہ ڈالنے سے ثابت ہو سکتا ہے کہ میں گلینسی رپورٹ کو ناقص سمجھتا ہوں۔ ارتداد کے مسئلہ کو اہم اور آئندہ جدوجہد کو ضروری بلکہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ خود مختار حکومتوں میں بھی آزادی کی جدوجہد کا جاری رہنا ضروری ہوتا ہے جس دن یہ جدوجہد بند ہو اسی دن سے غلامی کی روح قوم میں داخل ہونے لگتی ہے اور بظاہر آزاد نظر آنے والی قوم باطن میں غلامی کی زنجیروں میں جکڑی جاتی ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ ہے کہ گلینسی رپورٹ میں بہت سے امور مسلمانوں کے فائدہ کے ہیں۔ اگر مسلمان ان سے فائدہ اٹھائیں تو بہت بڑا فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ کہ ارتداد کے مسئلہ کے متعلق اور دوسرے امور کے متعلق جو ناقص ہیں ہم جدوجہد جاری رکھیں گے۔ لیکن جو اچھا کام گلینسی کمیشن نے کیا ہے اس کے بارہ میں ہمیں شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اور اس کے ذریعہ سے جو طاقت ہمیں حاصل ہوئی ہے اس سے کام لے کر ترقی کی نئی راہیں نکالنی چاہئیں۔ اور جدوجہد کو کامیاب بنانے کیلئے حالات کے مطابق اس کی صورت بدل دینی چاہئے۔ میں نے جو کچھ لکھا اس پر اب تک قائم ہوں اور میرے نزدیک کشمیر کے لوگوں کا اس میں فائدہ ہے۔ میں نے یہ کام لوگوں کی خوشنودی کیلئے نہیں کیا تھا کہ ان کے اعتراض سے ڈر جاؤں مَیں نے بِلاغرض یہ کام کیا ہے اور بِلا غرض ہی اسے جاری رکھنا چاہتا ہوں۔ اگر میں لوگوں کے اعتراض سے ڈر کر اس بات کو چھوڑ دوں جو میرے نزدیک حق ہے تو مَیں یقیناً خود غرض ہوں گا اور میرا سب پہلا کام برباد ہو جائے گا۔

وائسرائے صاحب کو خوش کرنا یا مہاراجہ صاحب کو خوش کرنا کوئی بُری بات نہیں۔ میں مہاراجہ صاحب سے کبھی نہیں ملا اور نہ اس وقت تک خواہش ہے جب تک کہ وہ مسلمانوں کے حقوق کے متعلق دباؤ سے نہیں بلکہ دلی رغبت سے غور کرنے کو تیار نہیں۔ سر ہری کشن کول صاحب نے مجھے متواتر مہاراجہ صاحب سے ملنے کی دعوت دی لیکن میں نے نہیں مانا اور یہی اصرار کیا کہ مہاراجہ صاحب مسلمانوں کے حقوق کے متعلق میرے ساتھ گفتگو کرنا چاہیں تو میں مل سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ یہ خط و کتابت میرے پاس محفوظ ہے ان کی

خوشنودی کی اس حد تک مجھے ضرورت ہے جس حد تک ہر انسان کی کیونکہ میں سب انسانوں کو اپنا بھائی سمجھتا ہوں اور کسی بھائی سے لڑنا پسند نہیں کرتا۔ باقی مجھے ان سے کوئی غرض نہیں کیونکہ خاندانی لحاظ سے میں ایک ایسے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہوں کہ جس نے ایک ہزار سال تک دنیا کی تاریخ کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے اور وجاہت کے لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ جس قدر جان فدا کرنے والے لوگ میرے ماتحت ہیں ان کا ہزارواں حصہ بھی مہاراجہ صاحب کو حاصل نہیں۔ پس مہاراجہ صاحب تو کسی وقت میری مدد کے محتاج ہو سکتے ہیں میں ان کی امداد کا محتاج خدا تعالیٰ کے فضل سے نہیں اور نہ انشاء اللہ ہوں گا۔

وائسرائے صاحب کی میں قدر کرتا ہوں وہ مجھ سے عمر میں زیادہ ہیں دوسرے وہ نہایت زیرک اور پھر خلیق ہیں تیسرے وہ ہمارے بادشاہ کے نائب ہیں اور میں ان لوگوں میں سے ہوں جو خواہ اسے بدقسمتی کہہ لو اس امر کا قائل ہوں کہ برٹش امپائر دنیا میں اتحاد کے قیام کی بہت بڑی اہلیت رکھتی ہے اور حضور ملک معظّم اس امپائر کی ایک ظاہری علامت ہیں۔ پس میں ان کے نمائندوں کا احترام نہایت ضروری سمجھتا ہوں اور خواہ ذاتی طور پر ان سے اختلاف ہو ان کے ادب و احترام کو ایک اخلاقی اور سیاسی فرض خیال کرتا ہوں لیکن مجھے ان کی خوشنودی کی بھی کوئی پروا نہیں۔ اگر میں اپنا فرض ادا کر دوں اور ان کا مناسب ادب کروں ان کے ساتھ جائز حد تک تعاون کروں اور اس کے باوجود بعض قومی کاموں کی وجہ سے مجھ سے ناراض ہوں تو میں ایک ذرہ بھر بھی ان کی اس ناراضگی کی پرواہ نہیں کروں گا بلکہ ان پر رحم کروں گا کہ وہ اپنے ذاتی خیالات کو قومی مفاد پر قربان کرتے ہیں۔ مگر اِس وقت تک مجھے اس کا تجربہ نہیں ہوا۔ کشمیر کے بارہ میں مجھے حکومت سے اختلاف ہوا بعض دیرینہ دوست ناراض ہیں لیکن مجھے اس کی پروا نہیں۔ میں جانتا ہوں وہ ایک دن شرمندہ ہوں گے اور میری اخلاقی برتری کو تسلیم کریں گے اور اگر زمانہ ان کے ناجائز رنج کو دور نہ کر سکے تو میں سمجھوں گا کہ وہ میرے احترام کے مستحق نہ تھے۔

یہ تو حکومت کے متعلق ہے اب مَیں اہل کشمیر کو لیتا ہوں۔ میں اپنے ان بھائیوں سے بھی صاف کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرا ان سے تعلق اخلاقی ہے۔ جب تک وہ مظلوم ہیں میں اپنا پورا زور ان کی تائید میں خرچ کروں گا۔ لیکن اگر انہوں نے ایسا راہ اختیار کیا جو اخلاقاً درست نہ ہو گا تو میں اس وقت یقیناً اسی کی تائید کروں گا کہ جو حق پر ہو گا۔ اور انہیں غلطی سے

روکوں گا۔ میں نے جو کچھ کام کیا ہے وہ ان کے لئے نہیں اپنے مولیٰ کیلئے کیا ہے۔ پس میرا ان پر احسان نہیں نہ میں ان سے کسی شکریہ کا طالب ہوں۔ ہاں میں انہی کے فائدہ کے لئے انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ انسان کو ہر اچھی چیز کی خوبی تسلیم کرنی چاہئے۔ گلینسی کمیشن کی رپورٹ یقیناً بہت سی خوبیاں رکھتی ہے اس میں یقیناً مسلمانوں کی ترقی کا بہت سا مادہ موجود ہے۔ اس کے متعلق یہ کہنا کہ اس سے ہماری حالت پہلے سے بدتر ہو جائے گی' درست نہیں۔ اگر یہ درست ہے تو کیا یہ لوگ اس امر کا اعلان کرنے کو تیار ہیں کہ اس کمیشن کی سفارشات کو واپس لے لیا جائے۔

باقی رہا یہ وہم کہ گلینسی کمیشن کی اس لئے تعریف کی جاتی ہے کہ وہ انگریز ہیں تو یہ بالبداہت غلط ہے۔ اب جن صاحب پر ذمہ واری ہے وہ بھی انگریز ہیں یعنی مسٹر کالون اور ان کے کاموں کو ہم خوب غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اگر ثابت ہوا کہ گلینسی کمیشن کی رپورٹ پر عمل کرنے میں انہوں نے سُستی کی ہے تو ہم یقیناً ان کا مقابلہ کریں گے۔ پس میں سب اہلِ کشمیر کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ وہموں کو چھوڑ کر عمل کی طرف توجہ کریں۔

ایک ضروری بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کی کامیابی کو دیکھ کر ہندوؤں نے بھی ایجی ٹیشن شروع کیا ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کو جو تھوڑے بہت حقوق ملے ہیں وہ بھی انہیں حاصل رہیں۔ اگر اس موقع پر مسلمانوں نے غفلت سے کام لیا تو ہندو یقیناً اپنا مدعا حاصل کرلیں گے۔ پس اِس وقت ضرورت ہے کہ مسٹر عبداللہ کی عدم موجودگی میں ایک انجمن مسلمانوں کے سیاسی حقوق کی حفاظت میں بنائی جائے اور وہ انجمن اپنی رائے سے حکومت کو اطلاع دیتی رہے۔ ینگ مین مسلم ایسوسی ایشن کے اصول پر اگر ایک انجمن تیار ہو تو یقیناً اس کے ذریعہ سے بہت سا کام کیا جا سکتا ہے۔ یہ مت خیال کریں کہ بغیر اجازت کے انجمن نہیں بن سکتی۔ انجمنوں کی ممانعت کا کوئی قانون دنیا کی کوئی حکومت نہیں بنا سکتی۔ آخر ہندو انجمنیں بنا رہے ہیں۔ آپ کی انجمن خفیہ نہ ہوگی نہ باغیانہ۔ پھر حکومت اس بارہ میں کس طرح دخل دے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ نوجوان فوراً اس طرف قدم اٹھائیں گے اور اس ضرورت کو پورا کریں گے۔ ورنہ سخت نقصان کا خطرہ ہے اور بعد میں پچھتائے کچھ نہ ہوگا۔

ایک ضروری امر جس کی طرف میں توجہ دلانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جب تک خود اہلِ کشمیر اپنے آپ کو منظم نہ کریں گے کچھ کام نہیں ہوگا۔ باہر کے لوگ کبھی کسی نظام کو سنبھال نہیں

سکتے۔ پس ضرورت ہے ایسے والنٹیروں کی جو اپنی خدمات کو قومی کاموں کے لئے وقف کرنے کیلئے تیار ہوں۔ ایسے لوگ اگر ایک ایک دو دو درجن بھی ہر شہر اور قصبہ میں مل جائیں تو ہندو ایجی ٹیشن کو بے اثر بنایا جا سکتا ہے۔

مجھے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ حکومت مسٹر عبداللہ کی قید کو لمبا کرنے کی فکر میں ہے۔ اس میں کیا شک ہے کہ ہندو اس بارہ میں پورا زور لگائیں گے۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں بعض حلقوں میں یہ سوال زیر غور ہے وہاں بعض حلقوں میں سیاسی قیدی چھوڑ کر اچھی فضاء پیدا کرنے کا خیال بھی پیدا ہو رہا ہے۔ اور کیا تعجب ہے کہ دوسری تحریک پہلی پر غالب آ جائے۔ پس ہمارا فرض یہی ہے کہ ہم ہوشیاری سے سب حالات کو دیکھیں اور جس رنگ میں ہمارا فائدہ نظر آتا ہو اس کے مطابق کام کریں۔

بعض لوگوں کو وزارت کے متعلق بھی شکایات ہیں۔ میں اس کے متعلق بھی آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس کی اصلاح کے متعلق بھی ہم کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک ایک کام کرنے والی وزارت مقرر نہ ہوگی' ہم انشاء اللہ صبر نہیں کریں گے اور ایسے آثار ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ انشاء اللہ اس امر میں ہمیں کامیابی ہوگی۔

میں نے گذشتہ خط میں لکھا تھا کہ مَیں کشمیر آنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ بعض دوستوں کو اس سے غلط فہمی ہوئی ہے۔ مَیں قریب زمانہ میں وہاں آنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ بلکہ میرا ارادہ یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے قیدی بھائیوں کو آزاد کرے تو آئندہ تنظیم کے پروگرام پر مشورہ کرنے کے لئے وہاں آوٴں تاکہ جو فوائد گذشتہ سیاسی جنگ میں ہم نے حاصل کئے ہیں ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

مرزا محمود احمد

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی

۲۷-۵-۱۹۳۲ء

(پمفلٹ شائع شدہ۔ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسئلہ کشمیر "پیغامِ صُلح" اور "الفضل"

گذشتہ ایام میں "پیغامِ صُلح" میں ایک مضمون کسی صاحب زیرک شاہ صاحب کا شائع ہوا تھا۔ اس مضمون میں زیرک شاہ صاحب نے مولانا سید میرک شاہ صاحب پر اعتراض کیا ہے کہ وہ قادیان کیوں جاتے ہیں اور کیوں مجھ سے مل کر کشمیر کا کام کرتے ہیں؟ اگر کشمیر کی خدمت کرنی ہی مدنظر ہوتی تو احرار سے مل کر کام کرتے۔ مضمون نہایت نامناسب' زبان ناپسندیدہ اور مقصد نہایت غلط تھا۔ مولانا میرک شاہ صاحب نے اگر باوجود اختلاف عقیدہ مسلمانوں کی خیرخواہی کے لئے مجھ سے مل کر کام کیا تو وہ اس میں منفرد نہ تھے۔ اہل حدیث' شیعہ' حنفی' احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے ممبر غرض ہر قسم کے لوگ اس امر میں آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے ساتھ مل کر کام کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں۔ اور یہ ایک نہایت اعلیٰ علامت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اب مسلمان ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے ہیں کہ اپنے ذاتی اختلافات کو قربان کر کے اپنی ملّی بہبود کو مقدم کرنے لگے ہیں۔ اس حالت پر جس قدر خوشی کا اظہار کیا جائے کم ہے۔

میں نے جب یہ مضمون پڑھا تو مجھے خطرہ ہوا کہ اس کو بنائے مخاصمت بنا کر ایک نیا فتنہ پیدا کر دیا جائے گا اس لئے میں نے درد صاحب سے کہا کہ وہ مولوی محمد یعقوب صاحب ایڈیٹر لائٹ سے کہیں کہ یہ مضمون ناپسندیدہ تھا' وہ اس کا کچھ علاج کریں اور خود کوئی ایسا جواب نہ دیا جائے جو فتنہ کو لمبا کر کے ہماری کشمیر کے مسلمانوں کے متعلق گزشتہ محنت کو برباد کر دے۔ مجھے افسوس ہے کہ باوجود میری ہدایت کے "الفضل" میں ایک جواب اس مضمون کا شائع ہوا ہے جو درگزر کی روح اور عفو کا نمونہ پیش کرنے کی بجائے غصہ اور غضب کی روح کو ظاہر کرتا ہے۔ مزید افسوس یہ ہے کہ یہ مضمون ایڈیٹوریل ہے۔ ہم غصہ سے کینہ کو دور نہیں کر سکتے۔ محبت اور عفو کی روح ہی دلوں کی اصلاح کر سکتی ہے۔ میں اسے نہایت ناپسند کرتا ہوں کہ بے غیرتی یا غضب ہم پر غالب آ جائیں۔ مجھے افسوس ہے کہ باوجود میرے بار بار سمجھانے کے

کہ بے غیرتی اور غصہ دو انتہائی مقام ہیں' ہمیں ان سے بچ کر غیرت اور عفو کے مقام پر جو وسطی مقام ہے' کھڑا ہونا چاہئے۔ ہماری جماعت کے بہت سے لوگ اس حکمت کو وقت پر بھول جاتے ہیں۔ کاش ہم اپنے نفس کو خدا اور انسانیت کے لئے قربان کرنے کا ملکہ پیدا کر سکیں کیونکہ یہی کنجی سب روحانی ترقی کی ہے۔

میں اس مضمون پر گو یہ جواباً لکھا گیا ہے' اظہار افسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد مولوی محمد یعقوب صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب محض علالت کی وجہ سے (اللہ تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے) شامل نہیں ہوئے۔ ورنہ وہ شروع سے سچی ہمدردی کے ساتھ کام کرتے رہے ہیں۔ اور بغیر کسی ملامت کے خوف کے احرار کے بارہ میں مضمون لکھتے رہے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ زیرک شاہ صاحب کا مضمون احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کا پسند کردہ مضمون نہ تھا۔ اور ایک آدمی کی غلطی سب کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی۔ محض انجمن کے اخبار میں کسی مضمون کا شائع ہونا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ انجمن اس سے متفق ہے۔ اس قسم کے مضامین کا تسلسل اور بلا تردید تسلسل اس امر پر دلالت کر سکتا ہے لیکن ابھی تک یہ بات ثابت نہیں۔ پس اس قدر جلدی جواب میں جوش و غضب کا رویہ اختیار کرنا ہرگز مناسب نہ تھا۔ الفضل میں بھی کئی ایسے مضامین شائع ہوتے ہیں کہ جو میرے منشاء کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری مجھ پر یا صدر انجمن احمدیہ پر نہیں ہو سکتی کیونکہ بسا اوقات مضمون نظر سے ہی نہیں گزرتا یا گزرے تو اس غلطی کو انفرادی یا معمولی سمجھ کر نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ گو میں یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ غلطی بہت اہم غلطی تھی اور چاہئے تھا کہ "پیغامِ صُلح" کے ایڈیٹر اس سے اختلاف ظاہر کر دیتے کیونکہ اس مضمون سے خود ان کی انجمن کے ممبر جو کشمیر میں رہتے ہیں' ناراض ہوئے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا رویہ اس بارہ میں وہی ہونا چاہئے جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ ہمارا فرض مولانا میرک شاہ صاحب کی براءت تک ختم ہو جانا چاہئے تھا دوسرے پہلو کو خود احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام پر یا اس کے ممبروں پر چھوڑ دینا چاہئے تھا۔

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۲۹ مئی ۱۹۳۲ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تحریک آزادی کشمیر کے تعلق میں مکتوب نمبر۶

مولوی جلال الدین صاحب۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔

گوہر الرحمٰن صاحب کا جرمانہ اب تک ادا نہیں ہوا اس وجہ سے ان کی قید بڑھ جانے کا اندیشہ ہے اس کی طرف فوری توجہ کریں۔ قاضی صاحب کی مراد دو سو ہے ایک سو گھر کے لئے اور ایک سو جرمانہ کی معلوم ہوتی ہے۔ اس حساب سے روپیہ ارسال کر دیا جائے۔

مرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

۲۵-۶-۱۹۳۲ء

(تاریخ احمدیت جلد۶ ضمیمہ نمبر۲ صفحہ ۵۹ مطبوعہ ۱۹۶۵ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مسلمانانِ ریاست کشمیر کے نام پیغام

آل کشمیر مسلم کانفرنس کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی مسلمانانِ ریاست کے نام ایک پیغام بھجوایا تھا جسے صدر کانفرنس جناب شیخ محمد عبداللہ صاحب ایم۔ایس۔سی شیرِ کشمیر نے اجلاس عام میں نمائندگان کانفرنس اور ہزارہا لوگوں کے مجمع میں پڑھ کر سنایا۔ پیغام حسب ذیل ہے:۔

"سب سے پہلے میں اپنی طرف سے' آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی طرف سے' آل کشمیر مُسلم کانفرنس کے مندوبین کو ان قربانیوں پر جو انہوں نے اور ان کے اہلِ وطن نے کی ہیں اور اس کامیابی پر جو انہوں نے آزادی کی تازہ جدوجہد میں حاصل کی ہے۔ مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے اس بات کا فخر ہے کہ بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی مجھے ان کے ملک کی خدمت کرنے کی خوشی حاصل ہوئی ہے جو ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک خستہ حالت میں رہا ہے۔

برادران! میں آپ کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ کانفرنس کی کارروائی میں سچی حب الوطنی کے جذبہ کے ماتحت جرأت' میانہ روی' رواداری' تشکّر' دانائی اور تدبّر کے ذریعہ آپ ایسے نتائج پر پہنچیں گے جو آپ کے ملک کی ترقی میں بہت مُمِدّ ہوں گے اور اسلام کی شان کو دوبالا کرنے والے ہوں گے۔

برادران! میرا آپ کے لئے یہی پیغام ہے کہ جب تک انسان اپنی قوم کے مفاد کے لئے ذاتیات کو فنا نہ کردے وہ کامیاب خدمت نہیں کرسکتا بلکہ نفاق اور انشقاق پیدا کرتا ہے۔ پس اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو نفسانی خیالات کو ہمیشہ کے لئے ترک کردو اور اپنے قلوب کو صاف کر کے قطعی فیصلہ کردو کہ خالق ہدایت کے ماتحت آپ ہر چیز اپنے اس مقصد کے لئے قربان کردیں گے جو آپ نے اپنے لئے مقرر کیا ہے۔

میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم یعنی مسلمانانِ ہندوستان آپ کے مقصد کے لئے جو کچھ

ہماری طاقت میں ہے، سب کچھ کرنے کے لئے تیار ہیں اور خدا کے فضل سے آپ ضرور کامیاب ہوں گے اور امیدوں سے بڑھ کر ہوں گے اور آپ کا ملک موجودہ مصیبت سے نکل کر پھر جنت نشان ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔"

خاکسار

مرزا محمود احمد

(الفضل ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

۱؎ بک شاٹ: BUCK SHOT سیسے کا چھرا جو جانوروں خصوصاً ہرن کو شکار کرنے کیلئے استعمال کیا جائے۔ (قومی انگریزی اردو لغت جلد ۱ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵ مطبوعہ دہلی ۱۹۹۴ء)

۲؎ **شرح مواهب اللدنيه** جلد ۲ صفحہ ۲۹۲ تا ۲۹۴ مطبوعہ **الازهرية المصرية** ۱۳۲۵ھ۔

۳؎ اسلام آباد۔ وادیٔ کشمیر میں سرینگر کے بعد دوسرا بڑا شہر جو سرینگر سے ۳۴ میل جنوب مشرق میں دریائے جہلم سے ایک میل ورے واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں اسے اننت ناگ کہتے تھے۔

۴؎ **طبری الجزء الرابع** صفحہ ۳۲۴، ۳۲۵ **دار الفکر** بیروت لبنان ۱۹۸۷ء

۵؎ ٹوڈی: خوشامدی۔ جی حضوری

۶؎ "**الا شققت عن قلبه**" مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۲۰۷ المکتب الاسلامی بیروت۔

۷؎ منچوریا: Manchuria۔ شمال مشرقی چین کا علاقہ

۸؎ افسوں: جادو۔ منتر۔ حیلہ۔ مکر۔ فریب

۹؎ **بخاری کتاب الجهاد والسير باب ان الله ليويد الدين بالرجل الفاجر**۔

۱۰؎ **الجامع الصغير** جلد ۲ صفحہ ۲۹ مطبوعہ ۱۳۲۱ھ